مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ

اصحابی کالنجوم — الصحابة کلهم عدول — بایهم اقتدیتم اهتدیتم

# آفتابِ ہدایت

## ردِّ رفض و بدعت

مصنفہ

رئیس المناظرین مولانا ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم

باجازت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام چکوال
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان

ناشر

مکتبہ رشیدیہ — ۲۔ جنرل مارکیٹ، چھپڑ بازار — چکوال ضلع جہلم

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ

خلافت راشدہ — حق چار یارؓ

الحمد للہ والمنۃ

کہ کتاب لاجواب موسوم بہ

# آفتاب ہدایت

ردِّ

# رفض و بدعت

مصنّف

رئیس المناظرین مولانا ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم ۱۳۶۵ھ

باجازت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ "اظہار الاسلام" چکوال
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان

ناشر
مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم

جملہ حقوق محفوظ

# در مدح چہار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

از قلم فیض رقم

امیر المؤمنین امام المجاہدین قطب الاولیاء اعلیحضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

پڑھ تو امداد اس پہ صلوات و سلام — آل رضؓ اور اصحابؓ پر اُس کے تمام
چار یارؓ اُس کے ہیں چاروں خاص حق — ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق
ہیں ابوبکر و عمر، عثماں علے — دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی
چاروں پیغمبرؐ کے ہیں بہ حق وزیر — ملکِ اسلام ان سے ہے رونق پذیر
زیب ایوان شریعت ہیں یہ چار — رونقِ باغِ طریقت ہیں یہ چار
ہیں یہ ملک معرفت کے شہر یار — ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار
قلعۂ دیں کی ہیں یہ دیوار چار — ملتِ حق کی ہیں یہ انہار چار
ہیں طریق حق کے چاروں رہنموں — ہیں یہ ایوان خلافت کے ستوں
ہے یہ ملک اسلام کی سرحد چہار — جو ہو باہر ان سے ہے مردود و خوار
بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن — ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن
جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ — دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ

جو کوئی ان سے ہوا بد اعتقاد
ہے وہ دو عالم میں بلاشک نامراد

منقول از مثنوی تحفۃ العشاق صفحہ ۵

خلافتِ راشدہ　　　　یا اللہ، مدد　　　　حق چار یارؓ

اصلی کلمہ اسلام　لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

# آفتابِ ہدایت

## ردِّ

# رفض و بدعت

مصنّفہ

رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیرؒ ساکن بھیں ضلع جہلم

باجازت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خطیب مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

ناشر

مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم

بارھواں ایڈیشن

(جملہ حقوق بحقِ ابنِ مؤلف محفوظ ہیں)

قیمت ../

FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 5760241
MAILSI ★ MAILSI ★

# انتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو حضور سرورِ دو عالم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی ذاتِ اقدس سے منسوب کرتا ہوں جن کے یارانِ خاص اصحابِ پاک و ازواجِ مطہرات کے تحفظِ ناموس و دفعِ مطاعنِ معاندین کے لئے لکھی گئی ہے۔ کیا عجب کہ یہ میری ناچیز خدمت بارگاہِ الٰہی اور دربارِ مصطفویؐ میں منظور ہو کر میرے گناہانِ بے حد و عد کی مغفرت کا وسیلہ بنے اور یہ ذرہ بمقدار (کتاب) آفتابِ نصف النہار ہو کر میری اندھیری گور کو روشن کرے اور جسرِ جہنم کے اس ہولناک راہگذر سے مرکبِ باز رفتار بن کر مجھے پار کر دے اور قیامت میں شفاعتِ شفیع المذنبینؐ اور دیدار رب العالمین نصیب ہو۔ رَبِّ اغْفِرْ لِذُنُوْبِیْ وَاسْتُرْ لِعُیُوْبِیْ بِحُرْمَةِ نَبِیِّكَ الْكَرِیْمِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَصْحَابِهِ الْكِبَارِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

## مناجاتِ فارسی

دراں روزے کہ از اہوالِ دوزخ پُر خطر باشد
شفیعِ من رسولِ پاکؐ و صدیقؓ و عمرؓ باشد

بزیرِ ظلِ عثمانؓ و علیؓ المرتضےٰ باشم
چرا از فتنۂ محشر مرا باک و حذر باشد

دو دستِ من بدامانِ بتولؓ و جملہ اولادشؓ
شفیقِ حالِ زارم سرورِ جنّ و بشر باشد

چو عمرِ خویش کردم وقف بہرِ خدمتِ اسلام
چرا از شرِ شیطاں لعیں مرا رنج و ضرر باشد

سرِ خود فی سبیل اللہ پورِ من فدا کردہ
اگر منظورِ حق شد یادرم لختِ جگر باشد

الٰہی رحم فرما بر دبیرِ خستہ حالِ خود
بفردوسِ بریں بنشش یوم محشر مستقر باشد

از احقر الوالمنة محمد کرم الدین دبیر عفی عنہ متوطن بھیں ضلع جہلم

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI PUBLIC LIBRARY
Masood Faisal Jhandir Library

# فہرست مضامین آفتابِ ہدایت


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| تجلیاتِ صداقت اور جھوٹ" از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم | ۸ |
| عرضِ حال طبع ششم | ۱۰ |
| آفتابِ ہدایت کا طلوع | ۱۲ |
| مصنف کے حالاتِ زندگی | ۲۱ |
| وجہ تالیف کتاب | ۳۴ |
| شیعہ کے لئے رافضی کا لقب | ۳۵ |
| فتنہ رفض | ۳۶ |
| اسلام کی تصویر اہلِ سنت کے نقطۂ خیال سے | ۳۶ |
| اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے۔ | ۳۸ |
| شیعہ قرآن کو نہیں مانتے۔ | ۴۳ |
| قرآن پر مرزا احمد علی شیعی کے اعتراضات اور اُن کے جوابات | ۴۹ |
| شیعہ کے قرآن کو نہ ماننے کا ایک اور ثبوت | ۵۳ |
| امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے | ۵۴ |
| غصہ کا نتیجہ | ۵۶ |
| خدا کا غصہ شیعوں پر | ۵۶ |
| وجہ عدمِ ظہورِ امام مہدی بقول حائری | ۵۷ |
| موت امام کے اختیار میں ہے | ۵۹ |
| شیعہ کے متعدد قرآن | ۶۰ |
| ستر گز کا قرآن | ۶۰ |
| مصحفِ فاطمہ | ۶۱ |
| جفر | ۶۲ |
| یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں | ۶۲ |
| تحریف آیات قرآن (از کافی کلینی) | ۶۴ |
| شیعہ کے اس سوال کا جواب کہ اہل سنت اس قرآن کو نہیں مانتے | ۶۷ |
| عقلی دلیل | ۷۰ |
| اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے | ۷۱ |
| دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا | ۷۴ |
| لطیفہ | ۷۵ |
| فضائلِ اصحابِ ثلاثہؓ کا ثبوت قرآن کریم سے (۴۰ آیات) | ۷۸ |
| انتباہ | ۸۶ |
| شیعہ غور کریں | ۸۸ |
| فضیلت عثمان رضؓ | ۹۳ |
| ایک اور ثبوت | ۹۴ |
| طعن شیعہ اور اس کا جواب | ۹۶ |
| خیالِ شیعہ | ۹۷ |
| فضائل صدیق رضؓ پر روشن دلائل | ۱۰۴ |
| واقعۂ غار کی تصدیق کتبِ شیعہ سے | ۱۰۶ |
| دوسری شہادت | ۱۰۹ |
| تیسری شہادت | ۱۱۳ |
| اعتراضاتِ شیعہ اور ان کے جوابات | ۱۱۵ |
| عقلی دلیل | ۱۲۹ |
| فضائل اصحابِ ثلاثہ رضؓ کا ثبوت کتبِ شیعہ سے | ۱۳۰ |
| ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | ۱۳۰ |
| حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ | ۱۴۲ |
| سادات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھاری احسان | ۱۵۴ |
| ایک اور بات | ۱۵۵ |
| نظم فارسی | ۱۵۶ |
| نظم اُردو | ۱۶۳ |
| شیعہ کی دوہری چال | ۱۶۷ |
| حضرت عثمان رضی اللہ عنہ | ۱۷۲ |
| رسولِ پاکؐ کی چار بیٹیاں ہونے کا ثبوت از کتبِ شیعہ | ۱۷۸ |

جوابِ شیعہ ۱۷۹

اصحابِ ثلاثہ رضؓ کی مشترکہ تعریف ۱۸۱

چار یارؓ (نظم) ۱۸۸

خلافت و امامت ۱۸۹

فردِ تنقیح ۱۸۹

امرِ اوّل ۱۹۰

ناطق فیصلہ ۱۹۳

امرِ دوم کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟ ۱۹۵

دلائل شیعہ (خم غدیر) ۱۹۹

لفظ مولیٰ ۲۰۰

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ سے۔ ۲۰۱

شیعہ کی دوسری دلیل اور اس کا جواب ۲۰۷

روایۃ بالا کے موضوع ہونے کے دلائل ۲۰۸

شیعہ کی تیسری دلیل اور اس کا جواب ۲۱۰

شیعہ کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب ۲۱۲

توہین عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۳

سنی بھائی توجہ کریں ۲۱۳

سنی جنازہ پر بددعا ۲۱۴

حضرت علیؓ کی توہین صریح ۲۱۵

حضرت علیؓ کی ہتک صریح ۲۱۸

حضرت علیؓ کا فیصلہ کہ اہل سنت جنتی اور رافضی دوزخی ہیں ۲۱۹

ائمہ اہل بیت کی توہین (حضرت امام حسنؓ) ۲۲۱

متاخرین شیعہ ۲۲۲

قاتلانِ امام حسینؓ شیعہ تھے ۲۲۴

قاتلانِ امیرؓ شیعہ ہی تھے ۲۲۴

نظم ۲۲۵

حضرت امام محمد باقرؒ و جعفر صادقؒ کی توہین ۲۲۶

مسائل شیعہ جو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ۲۲۸

پہلا مسئلہ بداء یعنی خدا جاہل ہے اور بداء کی مثالیں ۲۲۹

دوسرا مسئلہ تقیہ ۲۳۱

مسئلہ تقیہ کی ایجاد ۲۳۴

تیسرا مسئلہ متعہ ۲۳۶

فضائل متعہ ۲۳۶

متعہ کیا چیز ہے ۲۳۹

لاتعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے ۲۳۹

ایک عورت سے بارہ بار متعہ ۲۴۰

متعہ دوریہ ۲۴۰

متعہ کے بارہ میں ایک بیہودہ حکایت ۲۴۱

متعہ سے ممانعت ۲۴۳

چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت ۲۴۴

پانچواں مسئلہ ائمہ خدا کی زبان منہ اور آنکھ ہیں ۲۴۴

چھٹا مسئلہ حضرت علیؓ رسول اکرم کے ہم مرتبہ ہیں ۲۴۴

ساتواں مسئلہ ائمہ کو قبض ارواح کا اختیار ہے ۲۴۶

آٹھواں مسئلہ موت و حیات امام کے اختیار میں ہے ۲۴۶

نواں مسئلہ ائمہ کو علم ماکان و مایکون حاصل ہے ۲۴۷

دسواں مسئلہ آسمان و زمین حضرت علیؓ کے تابع حکم ہیں ۲۴۷

گیارہواں مسئلہ سنی میت پر نماز جنازہ میں بددعا ۲۴۷

بارھواں مسئلہ امام ران سے پیدا ہوتے ہیں ۲۴۹

تیرھواں مسئلہ خنزیر کے چمڑہ وغیرہ پاک ہیں ۲۵۰

چودھواں مسئلہ مذی ودی نکلنے سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ وضو ۲۵۱

پندرھواں مسئلہ کنوئیں میں کتا گر پڑے تو پانچ ڈول نکال دو ۲۵۲

سولہواں مسئلہ کنوئیں میں پاخانہ گر جائے تو بیس ڈول نکال دو۔ ۲۵۲

سترھواں مسئلہ کنوئیں میں گوہ سے بھری ہوئی زنبیل گرنے کا حکم ۲۵۲

اٹھارھواں مسئلہ نماز میں اشارہ سے کوئی چیز مانگنا جائز ہے۔ ۲۵۳

انیسواں مسئلہ گھی یا تیل میں کتا گرنے کا حکم ۲۵۳
بیسواں مسئلہ گوشت کی دیگ سے چوہا نکلنے کا حکم ۲۵۳
اکیسواں مسئلہ ایک پرنالہ پانی کا دوسرا پیشاب کا
مل جائیں تو پانی پاک ہے ۲۵۳
بائیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں جنبی شخص
قرآن پڑھ سکتا ہے ۲۵۴
تیئیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں نماز جنازہ
بے وضو جائز ہے۔ ۲۵۴
چوبیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں ساس سے
بدفعلی کرنے سے عورت حرام نہیں ہوتی ۲۵۴
پچیسواں مسئلہ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی
سے بدفعلی کرے تو وہ اس کے باپ پر حرام نہیں ہوتی ۲۵۴
چھبیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں عورت سے خلاف وضع
فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ ۲۵۵
ستائیسواں مسئلہ عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا جائز ہے ۲۵۶
اٹھائیسواں مسئلہ اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا باعث
لطف ہے۔ ۲۵۶
انتیسواں مسئلہ عاریت الفرج بھی جائز ہے ۲۵۶
تیسواں مسئلہ حضرت علیؓ کی طرف ایک افتراء ۲۵۶
اکتیسواں مسئلہ عورت سے اونٹ پر سوار ہونے کی
حالت میں ہمبستری کرنا۔ ۲۵۸
بتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں لڑکیوں کا ختنہ کرنا جائز ہے۔ ۲۵۸
تینتیسواں مسئلہ خصی مرد سے عورت پردہ نہ کرے۔ ۲۵۸
چونتیسواں مسئلہ جلق (مشت زنی) میں کوئی مؤاخذہ نہیں ۲۵۹
پینتیسواں مسئلہ محرم عورتوں سے نکاح کرکے جماع کرے
تو وہ زنا نہیں ہے۔ ۲۵۹
چھتیسواں مسئلہ شیعوں کے نزدیک سُنی مسلمان کتے
اور ولد الزنا سے بُرا ہے۔ ۲۶۰
سینتیسواں مسئلہ شیعہ کے نزدیک اصحاب ثلاثہؓ وغیرہ
پر لعنت کرنا ثواب ہے۔ (معاذ اللہ) ۲۶۰
اڑتیسواں مسئلہ حضرت علیؓ کی اس اولاد پر لعنت کرنا جائز
ہے جنہوں نے امامت کا دعویٰ کیا ۲۶۱
انتالیسواں مسئلہ امام زین العابدینؒ نے یزید سے بیعت کی ۲۶۱
چالیسواں مسئلہ کچھ شیعہ اگر نماز روزہ وغیرہ ارکان ادا
کریں تو کافی ہے ۲۶۲
اکتالیسواں مسئلہ شیعہ کے نزدیک ابوبکر و عمر کافر ہیں
ان پر تبرا کرنا ثواب ہے (معاذ اللہ) ۲۶۳
آمدم بر سر مطلب ۲۶۵
شیعہ کی دلیل پنجم اور اس کا جواب ۲۶۶
شیعہ کی چھٹی دلیل آیت تطہیر اور اس کا جواب ۲۶۷
اعتراض شیعہ اور اس کا جواب ۲۶۹
دوسرا اعتراض شیعہ اور اس کا جواب (بحث حدیث کساء) ۲۷۰
بر تقدیر تسلیم ۲۷۲
شیعہ کی ساتویں دلیل اور اس کا جواب ۲۷۵
ایک عجیب روایت ۲۷۶
تنقیح سوم کیا حضرت علیؓ خود طالب خلافت تھے؟ ۲۷۸
تنقیح چہارم کیا حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کی بیعت کی؟ ۲۸۰
بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول ۲۸۱
فیصلہ تنقیحات ۲۸۳
مطاعن شیعہ ۲۸۴
پہلا طعن حضرت ابوبکرؓ پر جیش اسامہ کے متعلق اور
اس کا جواب ۲۸۴
دوسرا طعن نسبت تبلیغ سورۃ براۃ اور اسکا جواب ۲۸۷
تیسرا طعن شیخین عمرو ابن العاص اور اسامہ کے ماتحت
کئے گئے ۲۸۹
چوتھا طعن اور اس کا جواب ۲۹۱
پانچواں طعن جنازہ رسول صلعم ۲۹۲
حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا ۲۹۳
پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں ۲۹۵
چھٹا طعن غصب فدک پر مفصل بحث ۲۹۶
فدک کی تعریف ۲۹۷
فدک کی حقیقت شیعی نقطۂ خیال سے ۲۹۷
فدک کے متعلق فیصلۂ قرآن ۲۹۹
کیا فدک رسول پاک کی ذاتی جائیداد تھی؟ ۳۰۰

| | |
|---|---|
| ایک عجیب قصہ | ۳۰۱ |
| دعوئے ہبہ فدک اور اس کا جواب | ۳۰۳ |
| دعویٰ وراثت فدک | ۳۰۵ |
| سوال شیعہ اور اس کا جواب | ۳۰۵ |
| سوال شیعہ و حدیث میراث انبیاءؑ اور اس کا جواب | ۳۰۶ |
| سوال شیعہ اور اس کا جواب | ۳۰۷ |
| حضرت علیؓ کا عمل | ۳۱۰ |
| غضب فاطمہؓ اور اس کا جواب | ۳۱۳ |
| حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا (پہلا واقعہ) | ۳۱۵ |
| دُوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؓ | ۳۱۶ |
| جناب سیدہ کی نازک مزاجی | ۳۱۷ |
| جنازہ فاطمۃ الزہراءؓ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھایا | ۳۲۰ |
| معقول بحث | ۳۲۱ |
| ساتواں طعن اور اس کا جواب | ۳۲۳ |
| آٹھواں طعن حضرت ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا اقرار کیا اس کا جواب | ۳۲۴ |
| نواں طعن حدیث قرطاس پر محققانہ بحث | ۳۳۰ |
| توضیح | ۳۳۱ |
| خلاصہ طعن شیعہ اور اس کا جواب | ۳۳۲ |
| کیا وہ تحریر ضروری تھی؟ | ۳۳۴ |
| حسبنا کتاب اللہ | ۳۳۶ |
| ردّ قول رسول صلعم | ۳۳۷ |
| خلاصہ جواب | ۳۴۰ |
| دسواں طعن حضرت عمرؓ نے جناب فاطمہؓ کی توہین کی اس کا جواب۔ | ۳۴۱ |
| گیارہواں طعن حضرت عمرؓ کا ایک عورت کو سنگساری کا حکم ناجائز دینا اس کا جواب | ۳۴۳ |
| بارھواں طعن ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو گرانی مہر پر ٹوکا۔ اس کا جواب | ۳۴۴ |
| تیرھواں طعن صحیح مسلم کی حدیث کا جواب | ۳۴۷ |
| چودھواں طعن اور اس کا جواب | ۳۴۸ |
| پندرھواں طعن اور اس کا جواب | ۳۵۱ |
| سولھواں طعن حضرت عثمانؓ نے قرآن جلائے اس کا جواب | ۳۵۲ |
| توہین قرآن کا ایک واقعہ (شیعہ کتاب کافی سے) | ۳۵۴ |
| سترھواں طعن حکم بن العاصؓ کو مدینہ حضرت عثمانؓ نے کیوں بلایا؟ اس کا جواب | ۳۵۵ |
| اٹھارواں طعن مروان کو کیوں وزیر بنایا؟ اس کا جواب | ۳۵۵ |
| انیسواں طعن حضرت عثمان کی نعش تین دن بے گور و کفن رہی۔ اس کا جواب | ۳۵۷ |
| اصحاب ثلاثہؓ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام | ۳۵۹ |
| ایک لطیفہ | ۳۶۰ |
| شیعہ سے چند سوالات | ۳۶۱ |
| حضرت عائشہ صدیقہؓ پر طعن اور اس کا جواب | ۳۶۴ |
| حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت شیعہ کی بدگوئی کا جواب | ۳۶۸ |
| سیدنا حضرت معاویہؓ | ۳۷۱ |
| حضرت امیر معاویہؓ کے نجی حالات | ۳۷۷ |
| شیعہ کا چالیسواں مسئلہ طینت | ۳۷۸ |
| پینتالیسواں مسئلہ رجعت | ۳۸۱ |
| عبداللہ ابن سبا (بانی مذہب شیعہ) | ۳۸۲ |
| شیعہ کے مختلف فرقے | ۳۸۷ |
| شیعہ کا ادعائے قدامت | ۳۹۰ |
| لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں | ۳۹۱ |
| قرآن میں لفظ سنت کی تعریف | ۳۹۴ |
| اتباع سنت کی تاکید (کتب شیعہ سے) | ۳۹۶ |
| شیعوں کی احادیث اور راویان حدیث | ۳۹۷ |
| روایت حدیث | ۴۰۰ |
| ائمہ اہل بیت پر جھوٹ کا الزام ایک سوال کے متعارض جواب | ۴۰۲ |
| اہل سنت سے عداوت | ۴۰۳ |
| تعزیہ و مرثیہ خوانی | ۴۰۵ |
| رسول پاکؐ کی وصیت درباره ممانعت جزع و فزع | ۴۰۸ |
| امام جعفر صادقؒ کا فتویٰ کہ ماتم کرنے والے کافر ہیں | ۴۱۰ |
| جزع کی تعریف | ۴۱۰ |
| امام حسینؓ کی آخری وصیت رونے پیٹنے کی ممانعت | ۴۱۱ |

| | |
|---|---|
| قاتلانِ حسین رضؓ شیعہ تھے | ۴۱۴ |
| شیعیانِ کوفہ کی خط و کتابت | ۴۱۴ |
| شیعہ کا ایک خط | ۴۱۶ |
| دوسرا خط | ۴۱۷ |
| امام حسین رضؓ کا جواب | ۴۱۷ |
| ماتم حسین رضؓ کی ابتداء | ۴۱۸ |
| حضرت زینبؓ کا خطبہ ماتمیوں کے خلاف | ۴۱۹ |
| مائی صاحبہ زینبؓ کی بددعا (نظم) | ۴۱۹ |
| پہلا ماتمی یزید ہے | ۴۲۰ |
| نظم اردو (کوفیوں کی بے وفائی) | ۴۲۱ |
| ایک اور دلیل (حرمت ماتم از قرآن) | ۴۲۲ |
| شیعہ کا استدلال (جواز ماتم) اور اس کا جواب | ۴۲۳ |
| دوسری دلیل (جواز ماتم) اور اس کا جواب | ۴۲۴ |
| شہدائے کربلا کے اسماء گرامی | ۴۲۵ |
| بعض اختلافی مسائل | ۴۲۷ |
| پہلا مسئلہ دست بستہ نماز | ۴۲۸ |
| عقلی دلیل | ۴۲۸ |
| نقلی دلائل | ۴۳۰ |
| استدلال شیعہ | ۴۳۲ |
| جواب | ۴۳۳ |
| شیعہ کی دوسری دلیل اور اس کا جواب | ۴۳۳ |
| شیعہ کی تیسری دلیل اور اس کا جواب | ۴۳۴ |
| دوسرا مسئلہ تکبیرات جنازہ | ۴۳۵ |
| تیسرا مسئلہ پاؤں کا مسح | ۴۳۶ |
| کافی کلینی کی حدیث دربارہ غسل رجلین | ۴۳۷ |
| ڈاڑھی چٹ مونچھیں دراز | ۴۳۸ |
| بھنگ اور شراب | ۴۴۰ |
| ترک صلوٰۃ | ۴۴۲ |
| نظم اردو (دربارہ نماز) | ۴۴۳ |
| کیا سید جنتی ہے خواہ بدکار ہو؟ | ۴۴۴ |
| سیدزادی کا نکاح غیر سید سے (حاشیہ) | ۴۴۴ |
| نظم (انجام روافض) | ۴۴۸ |
| نقشہ اسلام حسب عقائد شیعہ کہ مسلمان صرف تین رہ گئے تھے۔ | ۴۵۰ |
| سلمان رضؓ اور مقدادؓ کی ایمانی حالت | ۴۵۱ |
| کیا خوب مسلمانی ہے | ۴۵۱ |
| شیعہ سے ایک سوال | ۴۵۲ |
| شیعیانِ علیؓ | ۴۵۳ |
| خطبہ حضرت علی رضؓ شیعوں کی مذمت میں | ۴۵۴ |
| شیعہ کا امام حسن رضؓ سے سلوک | ۴۵۵ |
| امام حسین رضؓ سے سلوک | ۴۵۶ |
| بعد کے شیعہ | ۴۵۷ |
| شیعوں کی تعداد حضرت صادقؒ کے وقت | ۴۵۷ |
| امام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کا سبب | ۴۵۹ |
| امام کے ظہور کا وقت | ۴۵۹ |
| ایک عجیب حکایت | ۴۶۰ |
| فتویٰ تکفیر روافض از حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہٗ از مکتوبات | ۴۶۳ |
| مکتوب ۸۰ | ۴۶۴ |
| فتویٰ تکفیر روافض از حضرت پیر صاحبؒ گولڑوی اور حضرت پیران پیرؒ | ۴۶۷ |
| حضرت امام جعفر صادقؒ کا فتویٰ | |
| قرآن کا معجزہ (کوئی شیعہ حافظ نہیں ہوسکتا) | ۴۷۱ |
| ایک دلچسپ نظم | ۴۷۲ |
| تقریظ کتاب (نظم میں) | ۴۷۳ |
| قصیدہ تاریخیہ | ۴۷۴ |
| طلوع آفتاب ہدایت (نظم) | ۴۷۷ |
| تقریظ از مولانا محمد سرفراز خاں صفدر | ۴۷۹ |
| خاتمہ | ۴۸۰ |

# تجلیاتِ صداقت اور جھوٹ

آفتابِ ہدایت مصنفہ والدی المکرم حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو ستمبر ۱۹۲۵ء میں لکھی گئی تھی اس کا حالیہ ایڈیشن اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس کتاب کا جواب ۴۸ سال کے بعد شیعوں کی طرف سے ایک ماتمی مجتہد مولوی محمد حسین صاحب عرف ڈھکو (فاضل عراق) مقیم سرگودھا نے دسمبر ۱۹۷۳ء میں لکھا ہے جس کا جواب فوری پر بنام "تجلیاتِ صداقت پر ایک اجمالی نظر" شائع کر دیا گیا تھا جو میری ایک ضخیم کتاب بشارت الدارین بجواب فلاح الکونین کے ساتھ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب بھی شروع کر دیا تھا۔ لیکن صحت کی کمزوری اور بعض دوسرے دینی جماعتی مشاغل کی وجہ سے اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ قادر مطلق جلّ شانہ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

"تجلیاتِ صداقت" پر گو مصنف کو اور فرقہ شیعہ کو بڑا ناز ہے لیکن درحقیقت یہ کتاب دجل و فریب اور کذب و افترا کا ایک شاہکار ہے۔ یہاں بطور نمونہ اس کتاب کے ماتمی مصنف ڈھکو صاحب کے تین صریح جھوٹ پیش خدمت ہیں:-

**جھوٹ نمبر (۱)** آفتاب ہدایت میں مشہور شیعہ مفسر علامہ شیخ طبرسی کی تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے سورۃ واللیل کی آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى کے تحت یہ روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں پیش کی گئی ہے کہ "یہ آیت حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے" الخ (ملاحظہ ہو۔ آفتاب ہدایت طبع جدید ص ۱۳۳) اس کے جواب میں مولوی محمد حسین صاحب مجتہد موصوف لکھتے ہیں کہ:-

یہ عبارت جو مجمع البیان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ دروغ بے فروغ ہے اس کا تفسیر مذکور میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ یہ آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى سورۃ واللیل کی آیت ہے اور اس کی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۶۰۴-۶۰۵ طبع ایران قدیم پر مذکور ہے۔ مگر وہاں نہ یہ عبارت ہے نہ ابوبکر کا نام ہے۔" (تجلیاتِ صداقت ص ۱۴۵)

**تحقیق:-** ماتمی مجتہد کا یہ جواب کھلم کھلا جھوٹ ہے کیونکہ آفتاب ہدایت کا یہ حوالہ لفظ بلفظ صحیح ہے اور یہ روایت تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۶ پارہ ۳۰ ص ۱۵۹ پر موجود ہے اور یہ نسخہ مطبوعہ بیروت میرے پاس موجود ہے۔

**جھوٹ نمبر ۲ و ۳** حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان میں آفتاب ہدایت میں شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب فارسی طبع لکھنؤ جلد دوم ص ۲۰۳ کے حوالہ سے ایک روایت درج کی گئی ہے جس میں غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضرب سے چٹان کا تین ٹکڑے ہونا اور فتح مدائن وغیرہ کی پیشگوئی کا تذکرہ ہے (آفتاب ہدایت طبع جدید ص ۱۵۵/۱۵۶) اس کے بعد آفتاب ہدایت میں نمبر ۷ کے تحت حیات القلوب جلد دوم ص ۲۴۸ طبع لکھنؤ کے حوالہ سے ایک روایت درج ہے جس میں صحابی رسول سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنانے کی پیشگوئی مذکور ہے (آفتاب ہدایت طبع جدید ص ۱۵۹) ان دونوں روایتوں کے جواب میں ماتمی مجتہد لکھتے ہیں :- اس روایت کا بنا بر تسلیم۔ کیونکہ ہمارے پاس نولکشور لکھنؤ کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ اس میں سابقہ روایت کی طرح اس روایت کا بھی محولہ بالا صفحات بلکہ اس سے کئی صفحات قبل و بعد بھی کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ الخ (تجلیات صداقت ص ۱۷۸)

**تحقیق** :- ماتمی مجتہد نے مذکورہ دونوں روایتوں کے متعلق بڑی فراخدلی سے کھل کر جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ آفتاب ہدایت میں حیات القلوب طبع نولکشور لکھنؤ کے جس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں لفظ بلفظ مذکورہ دونوں روایتیں منقول ہیں۔

(۲) حیات القلوب فارسی جلد دوم طبع جدید طہران ص ۲۰۹ اور ص ۲۵۵ پر بھی بالترتیب لفظ بلفظ یہ دونوں روایتیں لکھی ہیں (۳) حیات القلوب جلد دوم مترجم اردو ناشر امامیہ کتبخانہ اندرون موچی دروازہ لاہور) ص ۳۴۹ و ص ۴۱۶ پر بھی بالترتیب یہی مذکورہ روایتیں موجود ہیں۔ اور یہ دونوں ایڈیشن بھی میرے پاس ہیں۔ اب قارئین اندازہ لگائیں کہ جس شیعہ مجتہد کی دروغ بافی اور کذب بیانی کا یہ حال ہو۔ کیا اس کی کوئی تصنیف قابل اعتماد ہو سکتی ہے ان کی یہ کتاب تجلیات صداقت نہیں بلکہ ظلمات ضلالت ہے۔

تیری صداقتوں کے نمونے تو کھل گئے
سیکھا ہے تو نے کیا یہ سبق اہل بیت سے ؟

خادم اہلسنت مظہر حسین غفرلہٗ مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد چکوال
ضلع جہلم (امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
۱۷۔ شعبان ۱۴۰۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۸۰ء

# عرض حال (طبع ششم)

"آفتاب ہدایت" کا یہ چھٹا ایڈیشن ہے۔ جو قوم وملت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تمام اردو تصانیف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے اور بلاشبہ اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک بہترین تصنیف ہے، جس میں ان الزامات و مطاعن کا عقلی ونقلی دلائل وشواہد سے تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ جو دشمنان دین نے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اصحاب وخلفاء پر وارد کئے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کی عظمت وشان اور علو مرتبت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے مصنف مرحوم کے قلب میں تحفظِ ناموس صحابہ رض کا ایک غیر معمولی داعیہ پیدا کر دیا تھا جس کی بنا پر آپ نے یہ کتاب تالیف کی اور آپ کے اسی جذبہ وہمت کا ثمرہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اہل دین میں قبولیت عامہ کا شرف حاصل کر چکی ہے اور دن بدن اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلاشک حق تعالیٰ نے اصحاب رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بلند مقام پر سرفراز فرمایا ہے کہ اگر ان کی مقدس زندگیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کی للّٰہیت اور دینی خدمات کا انکار کر دیا جائے تو العیاذ باللہ اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور برتری ہی مشتبہ اور مخدوش ہو جاتی ہے اور تکمیل دین اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قرآنی وعدے محض خواب پریشاں بن کر رہ جاتے ہیں۔ ؎

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

حقیقت الامر یہ ہے کہ اس دار الابتلاء میں حق و باطل ہر زمانہ میں برسرپیکار رہے ہیں توحید الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کے مقابلہ میں شرک و بدعت نے ہمیشہ جنگ آزمائی کی ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز  
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

بعثت محمدیہ سے پہلے کی دنیا پر جب کہ شرک و الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ رحمت خداوندی نے آفتاب رسالت کے ذریعے انوار توحید و سنت سے عالم انسانی کو منور کیا۔ فیضان نبوت سے ہزارہا انسانی نفوس کا تزکیہ ہوا اور ایک لاکھ سے زائد قلوب نے حیات ابدی حاصل کی آفتاب نبوت کے بعد نسل انسانی کے لیے خداوند عالم نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نجوم ہدایت بنایا۔ آسمان علم و حکمت رشد و عمل کے ان درخشندہ ستاروں نے جہان میں ایمان و عمل کی روشنی پھیلائی اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہؓ کی مقدس زندگیاں محبوب خدا ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغانہ و مربیانہ کمالات کا ناقابل انکار نشان ہیں۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شیون و احوال کو صحابہ کرامؓ نے اپنے ظرف و حوصلے کے مطابق اپنے اندر سمو لیا تھا۔ ذوات صحابہؓ دراصل جمال و کمال محمدیؐ کے مختلف مظاہر ہیں۔ اگر مفہوم قرآنی اور مراد ربانی کی تعیین آنحضرتؐ کے ارشاد پر موقوف ہے تو تعامل صحابہؓ سنن نبویؐ کی بقا و حفاظت کا بہت مستحکم ذریعہ ہے۔ خلفائے راشدین کی سیرت اگر اہل علم و صلاح کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے تو ارباب جاہ و حکومت کے لئے اس میں عدل و انصاف کا مکمل نمونہ ملتا ہے۔ چونکہ مخالفین اسلام نے صحابہ کرامؓ کے کمالات و محاسن کو اشاعت و استحکام اسلام کا ایک قوی ترین سبب سمجھ لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بربادیٔ اسلام کے لئے پہلے انہی اساتین دین کو گرانے کی کوشش کی۔ قرون اولیٰ میں اگر اسلام کی برق رفتاری کو روکنے کے لیے اصحاب رسولؐ کو مطعون و مجروح کرنے کی ناپاک تحریک شروع ہوئی تو عصر حاضر میں براہ راست سنت رسولؐ پر حملہ کر کے تجدید اسلام کے مقدس عنوان سے تخریب اسلام کے لیے ایک نامسعود تحریک منظم کی جا رہی ہے۔ حالانکہ دونوں کا منشاء و مقصد ایک ہی ہے۔ ان حالات میں علمائے حق کا فریضہ ہے کہ اپنی عالمانہ بصیرت اور مخلصانہ عمل سے ہر اس فتنہ کے استیصال کی کوشش کریں جو توحید و سنت کے مقابلہ میں رونما ہو۔ واللہ علی نصرھم لقدیر

الاحقر منظور حسین غفرلہٗ

متوطن بھیں، تحصیل چکوال، ضلع جہلم۔ مغربی پاکستان

۲۳ شعبان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۵ء

# آفتابِ ہدایت کا طلوع

از قلم حقیقت رقم

## حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم
## بانی و مرکزی امیر تحریک خدام اہلسنت پاکستان

(ابن مؤلف)

امابعد، برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے سلسلۂ نبوت قائم فرمایا۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کی اصلاح فرمائی منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی قوتیں صرف کر دیں۔ تاآنکہ پیغمبر آخرالزماں سرورِ کون و مکان حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا۔ آفتاب نبوت کی شعاعیں شرق و غرب تک پھیلیں اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں۔ مردہ روحوں نے دوبارہ زندگی حاصل کی۔ انوار نبوت کے فیض سے ان تیرہ دل اور درندہ خصلت انسانوں میں ملکوتی صفات پیدا ہو گئیں۔ ٹوٹے ہوئے دل اپنے خالق سے جا ملے۔ حق تعالےٰ کی محبت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیئس سالہ زمانہ تبلیغ میں ہزارہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی جس کا ہر ہر فرد محبت الٰہی میں سرشار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کے لیے تیار تھا۔ زمانہ جاہلیت کے ان بھٹکے ہوئے انسانوں میں آنا فوری اور زبردست انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ حضور ؐ کے صحابہ کرام ؓ نے اطاعت خدا اور رسول ؐ میں وہ بلند مقام حاصل کیا۔ جس کی نظیر امم عالم میں نہیں مل سکتی۔ ان کا مقصد حیات محض رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ حق تعالےٰ نے قرآن میں ان کے اس کمال کی خبر دے دی يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (فتح) ترجمہ: وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان

کے قلوب جملہ امراض معنویہ سے پاک ہو گئے۔ ارادہ خداوندی کے سامنے ان کے اپنے ارادے فنا ہو گئے۔ ان کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا تھا۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (وہ اللہ کی ذات کے طالب ہیں) وہ اگر زندگی کے خواہاں تھے تو اطاعت حق کے لئے اور موت کی تمنا تھی تو لقائے محبوب کے لئے۔ حق تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی بشارتیں سنا دیں۔ حق تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کے دلوں میں ایمان کی کامل محبت ڈال دی۔ اور کفر و ضلالت سے ان کو طبعی نفرت ہو گئی۔ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی۔ اور کفر و بدعملی اور نافرمانی کی نفرت تم میں پیدا کر دی) جب قدوسیوں کی یہ جماعت ہر طرح کامل و مکمل ہو گئی۔ اور دوبارہ ان کے قلوب صافیہ میں کفر و ضلالت کے عود کرنے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اور منصب نبوت کی تکمیل کے بعد خداوند عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بلا لیا۔ اور امت کی باگ ڈور اکملین صحابہ رض کے حوالے ہوئی۔ تمام صحابہ اور اہل بیت نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فضائل و کمالات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق تسلیم کیا۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان ذوالنورین رض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفۃ المسلمین بنائے گئے۔ اور یہ ترتیب خلافت حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ خلافت[۱] پورا ہوا۔ جس کی قرآن مجید میں پیشگوئی فرمائی گئی تھی۔ اگر نزول قرآن سے اصولاً دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوا۔ تو صحابہ کرام رض کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں اسلام عملاً تمام ادیان پر غالب آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے پیغام حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ توحید و سنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے باجبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں۔ خلافت اسلامیہ کے ذریعے ظلم و عدوان مٹا اور عدل و انصاف کی برکات سے مخلوق خدا نے اپنا دامن بھر لیا۔ یہ سب رحمت عالم صلی

---

[۱] مسئلہ خلافت پر مفصل بحث آفتاب ہدایت میں ملاحظہ فرمائیں

اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کے اثرات تھے اور حق یہ ہے کہ ہر ایک صحابی کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

## انکار صحابہ رضی اللہ عنہم کا فتنہ

حق تعالیٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ نور و ظلمت، کفر و ایمان، جہل و علم، خیر و شر ہدایت و ضلالت، اصلاح و افساد، توحید و شرک وغیرہ سب اضداد میں سے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت بالغہ کے ماتحت ہمیشہ دونوں کا وجود رہا ہے ؎

در کارخانۂ عشق کفر ناگزیر است | آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے جہل نہ ہو تو علم کی قدر دانی کون کرے۔ ع

وَبِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ

داعیان حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفسدین امت موجود رہے ہیں صحابہ کرام اپنے گوناگوں کمالات موہوبہ سے متصف ہو کر کب مفسدین کے شر سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ بہت جلدی امت میں ایک حیرت انگیز فتنہ کا ظہور ہوا کچھ ایسے مدعیان اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف اصحاب رسول ؐ کے فضائل و محاسن کا انکار کیا بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر کفر و نفاق کا الزام لگایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب مہاجرین و انصار مرتد[1] ہو گئے۔ صرف معدودے چند حضرات ایمان پر مستقیم رہے ان لوگوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلا فصل کے مستحق صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے خلافت چھین لی منکرین خلافت نے یہاں تک جسارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک بیبیوں کو بھی صاف طور پر منافق و کافر کہہ دیا جو آخری دم تک حضور صلعم کی زوجیت میں رہیں۔ اور قرآن کریم

---

[1] دیکھو فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۱۵ ترجمہ) امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف یہ تین اصحاب مسلمان رہ گئے۔ مقداد رض۔ سلمان فارسی رض۔ ابوذر رض۔ اس کی تفصیل کتاب میں آئے گی۔

ہیں ان کو صاف طور پر "مومنوں کی مائیں" کہا گیا ہے۔ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ (رسول خدا کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں) صرف اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اصحاب ثلاثہؓ کے خلاف یہ الزام بھی تراشا کہ انہوں نے قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اہل بیت کے فضائل میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو نکال دیا اور اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں۔ العیاذ باللہ۔ ان عقل کے اندھوں نے نہ صرف اصحاب ثلاثہؓ کو مطعون کیا بلکہ حضرت علیؓ جن کی آڑ لے کر یہ فتنہ اٹھایا گیا تھا۔ ان پر بھی یہ اتہام قائم کیا کہ انہوں نے اصلی قرآن کو جمع کر کے اصحاب ثلاثہؓ کے سامنے پیش کیا تھا چونکہ اس میں، اہل بیت کے فضائل کا بیان تھا۔ اور اصحابؓ کے کفر و نفاق پر صریح آیات تھیں اس لئے اصحابؓ نے حضرت علیؓ کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اس اصلی قرآن کو چھپا دیا اور غصہ میں آکر قسم کھائی کہ امام مہدی کے ظہور تک تم اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ یہ حضرت علیؓ پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ کیا حضرت علیؓ خدا کی کلام کو جو ہدایت عالم کے لئے نازل ہوئی پوشیدہ کر سکتے تھے؟ غرض کہ اس گروہ کے مطاعن سے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ محفوظ رہے نہ اہل بیتؓ

خنجر ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس — یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

چونکہ قرآن پاک میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے فضائل و کمالات اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان کا انکار مشکل تھا۔ اس لئے عقیدہ تحریف قرآن وضع کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت علیؓ اور دوسرے حضرات اہل بیتؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ان کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتے رہے اور کبھی ان کے خلاف قتال نہیں کیا۔ ان حقائق کا جھٹلانا آسان نہ تھا۔ اس لئے تقیہ کا عقیدہ ایجاد کیا اور تقیہ (یعنی دین میں جھوٹ بولنے) کو جزو دین سمجھا۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ و ام کلثومؓ کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا اس لئے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ باقی تین کے متعلق حضور صلعم کی صاحبزادیاں ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ غرض کہ انکار صحابہ پر بڑے بڑے عقائد فاسدہ متفرع ہوئے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ دراصل اس فتنہ کی بنیاد انکار قرآن پر رکھی گئی تھی لیکن صراحتاً قرآن کے انکار کی تحریک چونکہ مسلمانوں میں پھیل نہیں سکتی تھی۔ اس لئے اہل بیت کی محبت

کی آڑ لے کر اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت حقہ کو مطاعن کا نشانہ بنایا گیا اور امامت و عصمت آئمہ اور بداءِ خدا کا مجہول جاننا، وغیرہ کے عقائد فاسدہ وضع ہوئے۔ انکار و بغض صحابہؓ کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اصحابِ رسولؐ کو غیر مخلص اور غیر مومن تسلیم کرنے سے بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ فوت ہو جاتا ہے (۲) حضور صلعم کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے (۳) اللہ تعالٰے کا جاہل ہونا لازم آتا ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے فضائل ایمانی بیان فرمائے جو آخر میں کافر و مرتد ہونے والے تھے۔ العیاذ باللہ (۴) قرآن کریم کی پیشگوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں (۵) بالخصوص وعدہ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے) کیونکہ اس میں امن عام ہونے کی پیشگوئی ہے۔ جو باقی علامات موعودہ کے ساتھ صرف اصحاب ثلاثہؓ کے زمانے میں پوری ہوئی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں امن نہیں تھا۔

علاوہ ازیں منکرین صحابہؓ سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ایمان شناس ہو کہ ایک طویل زمانہ اصحاب ثلاثہؓ کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کے کفر و نفاق پر آپؐ مطلع نہیں ہو سکے۔ فراستِ نبوی سے بھی ان کو نہ پہچانا اور ان کے ایمان پر اتنا زبردست اعتماد کیا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بیٹیوں سے خود نکاح کر لیا اور اپنی پیاری پیاری صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کو دے دیں اپنی بیویوں کے ساتھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب روز کا گہرا تعلق رہتا تھا۔ اگر ان میں کفر و نفاق کا کچھ بھی اثر ہوتا تو ان کو حضور صلعم طلاق دے[1] دیتے۔ کیونکہ کافر اور منافق عورتوں سے نکاح ایک عامی مسلمان کا بھی درست نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کر لیں۔ حضورؐ کی ازواج کا تو یہ مرتبہ ہے کہ ان کی علو شان قرآن پاک کی متعدد آیات میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت عائشہ

---

[1] طلاق کے متعلق بھی شیعہ صاحبان نے ایک عجیب و غریب روایت وضع کر لی۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۶۷ مطبوعہ نولکشور میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ازواج کے متعلق طلاق دینے کا اختیار دے دیا تھا۔ اور بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ نے عائشہؓ کو طلاق دے دی۔ یا للعجب ۱۲

صدیقہ رضؓ پر جو تہمت لگائی گئی تھی۔ اس سے برارت کا اعلان خود حق تعالیٰ نے سورۂ نور میں تفصیلاً فرمایا اور آپ کے مخالفین کو سخت زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو حضور اکرم صؐ نے اپنی زندگی میں قائم مقام امام نماز بنایا تھا۔ اور حضرت صدیق رضؓ نے امر نبوی صؐ سے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور حضرت علی رضؓ و حضرت عباس رضؓ وغیرہ سب جلیل القدر اصحاب نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی تھی۔ کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر و منافق کے پیچھے نماز پڑھ سکتے تھے؟ یہ ابوبکر رضؓ کے افضل الامت ہونے کی زبردست دلیل ہے پھر ہم منکرین صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت علیؓ و دیگر اکابر اہل بیت جن کو تم اپنا مقتدا و مطاع سمجھتے ہو۔ بلکہ ان کے معصوم عن الخطار ہونے کے قائل ہو۔ جب انہوں نے اصحاب ثلاثہ رضؓ کی بیعت کر لی اور ان کو برحق خلیفہ سمجھتے ہوئے ان سے کبھی جنگ نہ کی تو اب تم صدیاں گزر جانے کے بعد اصحاب ثلاثہ رضؓ کے خلاف کیوں برسرپیکار ہو اور سب سے زیادہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کا ہدف بناتے ہو۔ حالانکہ حضرت علی رضؓ نے ان کو کافر نہیں کہا۔ طرفین میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ صرف دم عثمان رضؓ پر مبنی تھیں۔ جس کا حضرت علیؓ نے اپنے خطبہ میں اعتراف فرمایا ہے ہاں حضرت معاویہ رضؓ کی اس میں اجتہادی غلطی تھی۔ لیکن اس خطا سے ان کے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہیں آتا جس طرح قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا باہمی نزاع مذکور ہے حالانکہ دونوں مقدس نبی تھے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے غلبہ جوش میں حضرت ہارونؑ کو داڑھی سے پکڑا اور سر کے بالوں کو کھینچا۔ لیکن یہ سب کچھ چونکہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس لئے نہ حضرت ہارونؑ کی علو شان میں کوئی فرق آیا اور نہ حضرت موسیٰؑ سے منجانب اللہ مواخذہ ہوا۔ تو اگر صحابہؓ کے درمیان اجتہادی خطا جو (معصوم نہ تھے) کی بنا پر باہم لڑائی ہو جائے تو ان کے ایمان و اسلام میں کب فرق آ سکتا ہے اور یہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت امام حسن رضؓ نے اپنی خلافت خود حضرت معاویہ رضؓ کے حوالہ کر دی۔ اور ان سے بیعت بھی کر لی اور حضرت حسین رضؓ بھی اس

---

ف۱ ۔ علامہ علی بن عیسیٰ اردبیلی نے امام حسن رضؓ کا سارا خطبہ درج کیا ہے جس میں حضرت امام فرماتے ہیں فرأیت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وقد بایعتہ ورأیت ان حقن الدماء خیر من سفکہا ولم ارد بذلک الا صلاحکم وبقاءکم (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران ص۱۷۰ ج ۲)

مصالحت پر راضی ہے۔ یا امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ کسی کافر و منافق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر سکتے تھے؟ کیا تم امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ سے بھی زیادہ متقی ہو کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ سے اتفاق کر لیا اور تم اب تک ان کو کوستے رہتے ہو۔ بھائیو! یہ اتباع حق نہیں، بلکہ اتباع نفس ہے اگر تم صحیح معنوں میں حضرات اہل بیت رضؓ کی تابعداری کو باعث نجات سمجھتے ہو تو ان کے طرز عمل کو تو مان لو ؎

ترجوا النجاۃ ولم تسلک مسالکہا ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

ترجمہ: تو نجات کا امیدوار ہے۔ حالانکہ نجات کے راستوں پر تو نہیں چلا۔ بلاشک کشتی کبھی خشکی پر نہیں چل سکتی۔

بہرحال انکار صحابہ اور اس پر مبنی تمام عقائد فاسدہ چونکہ براہ راست کتاب و سنت سے ٹکراتے تھے اس لیے علمائے امت نے اس فتنہ کے استیصال کی طرف ہمیشہ توجہ[۱] فرمائی۔ متقدمین و متاخرین علماء نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھیں جن میں حضرات صحابہ پر عائد کردہ الزامات و مطاعن کے نہایت شافی و کافی جوابات دیئے گئے۔ متاخرین اکابر ہند میں سے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بڑی استقامت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور اس موضوع پر محققانہ قلم اٹھایا۔ آپ کے بعد شیخ العالم قدوۃ المحققین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا اور مرجع الکاملین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ لاجواب تصانیف فارسی میں لکھیں جس سے مجتہدین شیعہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بعد ازاں مجاہد جلیل حضرت شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہٗ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے سخت قدم اٹھایا۔ اور روافض کے میل جول سے مسلمانان اہل سنت میں جن رسوم و بدعات کا شیوع

---

؎ ترجمہ: پس میں نے اس کو بہتر سمجھا کہ میں حضرت معاویہ رضؓ سے مصالحت کر لوں۔ اور باہمی جنگ ترک کر دوں چنانچہ میں نے معاویہ رضؓ سے بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون بچانے کو ان کے خون بہانے سے بہتر سمجھا۔ اور میری اس مصالحت سے محض تمام مسلمانوں کی صلاح و بقا ہے خطبہ طویل ہے ہم نے بوجہ عدم گنجائش کے یہاں سارا خطبہ درج نہیں کیا ۱۲

[۱] قطب الاقطاب غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے بھی غنیۃ الطالبین میں روافض کا خوب رد فرمایا ہے اور مسلمانوں کو ان کے اثرات سے محفوظ رہنے کی سخت ہدایت فرمائی ہے۔

ہو گیا تھا۔ ان کا قلع قمع کیا۔ عصر حاضر کے علماء محققین نے بھی بڑی مدلل کتابیں ردِ شیعہ میں تصنیف کیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ نے بھی باوجود دیگر مشاغل کثیرہ کے فدک کے مسئلہ پر ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ کے نام سے تصنیف فرمائی۔ ہندوستانی علماء میں سے اس فتنہ کے انسداد میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کا ہے۔ جنہوں نے ہر موضوع پر نہایت محققانہ لاجواب رسائل تصنیف کئے۔ علمائے شیعہ سے معرکۃ الآرا مناظرے کئے۔ اور آپ کی سرپرستی میں اخبار النجم و آفتاب نے اس معاملہ میں بے نظیر خدمات انجام دیں۔ اور مجتہدین شیعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ پنجاب کے علماء جناب مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ردِ شیعیت میں بہت نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ آپ نے اس فتنہ کے استیصال میں گزار دیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تلبیسات کا ازالہ کیا اور اپنے بعد اس سلسلے میں ایک جامع اور لاجواب تصنیف آفتاب ہدایت بہترین یادگار چھوڑ گئے۔

یہ کتاب آپ نے سلیس اردو زبان میں لکھی ہے۔ صحابہ کرام پر علمائے شیعہ کی طرف سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں ان کا مفصل اور مدلل رد فرمایا ہے قرآن کریم کی بیسیوں آیات سے صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے ہیں۔ بلکہ کتب شیعہ سے بھی اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے کامل الایمان اور خلیفہ برحق ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے اور ساتھ ہی منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کے خود ساختہ مذہب کا آئینہ بھی رکھ دیا ہے۔ تاکہ وہ اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیں ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

حضرت مولانا کرم الدین صاحب مرحوم کی یہ تصنیف اہل اسلام کے ہاں بہت مقبول ہوئی ہے۔ چنانچہ مصنف کی حیات میں دو مرتبہ طبع ہو کر ملک کے دور دراز گوشوں تک اشاعت پذیر ہوئی۔ تیسری دفعہ طبع کرانے کا مصمم ارادہ تھا۔ کتابت کی ابتدا ہو چکی تھی۔ لیکن مولانا کی اچانک موت نے اس کام کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ قوم کو اس کتاب کی بڑی ضرورت

تھی. اطراف ملک سے خطوط آتے رہے لیکن طباعت کا انتظام نہ ہو سکا۔ ۱۹۲۹ء میں راقم الحروف جیل سے رہا ہوا، تو احباب نے اس کتاب کو طبع کرانے کی فرمائش کی خود بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔ کیونکہ عوام میں ان کی جہالت و بےعملی سے فائدہ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کے بارے میں بغض و عناد کے جراثیم پھیلائے جا رہے تھے حق تعالیٰ نے اس بندہ ضعیف کو اس مفید کتاب کی طباعت کی توفیق عطا فرمائی۔ جو اب قوم کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ کتاب کی خوبیاں اس کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوں گی۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

سابقہ ایڈیشن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک مضمون اور شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی سہواً درج نہ ہو سکے تھے۔ اب اس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حسب ضرورت راقم الحروف نے مختصر حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اور وہاں فرق کے لئے اپنا نام بھی ظاہر کر دیا ہے۔ متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی۔ ماشاء اللہ یہ کتاب مناظرین اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ کا حکم رکھتی ہے اس کے ہوتے ہوئے دوسری مبسوط کتابوں کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمادیں جو رفض و تشیع کی ظلمات کے لئے واقعی آفتاب ہدایت ثابت ہو۔ اور مصنف مرحوم کے لئے آخرت میں مغفرت کا وسیلہ بنے آمین آمین۔

شیعہ صاحبان سے عرض ہے کہ وہ تعصب سے ہٹ کر بغور اس کتاب کا مطالعہ کریں ہم آپ کو حضرات اہل بیت کی سچی محبت و اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ اہل بیت، ازواج مطہرات اور دوسرے تمام صحابہ کرام، سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں۔ ان سے محبت کرو۔ اور ان کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سب مقبولان خدا کی محبت و تابعداری نصیب فرمائیں۔ (ھو اللہ الھادی)

# جناب مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی

مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب مرحوم پنجاب کے مشہور فضلاء میں سے ہیں موضع بھیں ایک غیر معروف بستی تھی جو آپ کا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے دور دور تک مشہور ہو گئی۔ آپ کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں رہی۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۵۷ء سے چار پانچ سال پہلے کی ہے۔ ابتدائی درسی کتب آپ نے اپنے وطن میں ہی پڑھیں اور امرتسر اور لاہور کے مختلف مدارس میں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ عربی ادب کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ سے لاہور میں پڑھی ہیں۔ اس کے بعد فن حدیث کی تکمیل کے لیے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سہارنپور چلے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے عمزاد بھائی حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیضی[1]

---

[1] مولانا فیضی مرحوم ادب عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ عربی نظم میں ممتاز تھے اور اکثر بے نقط قصائد عربی میں لکھا کرتے تھے مدرسہ نعمانیہ لاہور میں چند سال تدریس کرتے رہے مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے استیصال میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں ۱۲ فروری سنہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے کہ مولانا ممدوح نے ایک غیر منقوط عربی قصیدہ لکھا اور مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ بھیجے مرزا جی سے کہا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مرزا صاحب اس قصیدہ کو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے۔ لیکن اس کی عبارت بھی نہ سمجھ سکے۔ حالانکہ خوشخط لکھا ہوا تھا۔ پھر اپنے ایک حواری کو دیا۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم کو تو اس کی سمجھ نہیں آتی۔ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وہ قصیدہ تازیانہ عبرت میں چھپا ہوا ہے فیضی صاحب کی زندگی میں تو مرزا غلام احمد بغلیں جھانکتے رہے۔ لیکن جب مولانا مرحوم تقدیر الٰہی سے ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء کو اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ تو مرزا جی نے حسب عادت مرحوم کی وفات کے بعد اپنی صداقت کا ایک نشان بنا لیا چنانچہ

مرحوم بھی تحصیل علم کے لیے گئے تھے لیکن دونوں بھائی بوجہ آب و ہوا کی ناموافقت کے وہاں بیمار ہو گئے۔ اور بہت قلیل مدت رہ کر دونوں واپس چلے آئے اور امرتسر میں بقیہ کتب ختم کیں۔ درسیات سے فارغ ہونے کے بعد مولانا کرم الدین مرحوم اپنے گاؤں میں طلبا کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور چند سال تک کامیاب درس دیا۔

## قادیانی فتنہ

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعاوی باطلہ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اپنے خیال میں بیک وقت کیا سے کیا بن جاتے تھے۔ اس فتنہ کے جراثیم پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ مولانا مرحوم کی حساس طبیعت نے اس شجرہ خبیثہ کے استیصال کی طرف اپنی تمام توجہات مبذول کر دیں۔ جس کی وجہ سے ناچار تدریس کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ان دنوں جہلم میں آپ کے ایک دوست مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم نے ہفتہ وار اخبار "سراج الاخبار" جاری کر رکھا تھا۔ مولانا ابو الفضل مرحوم اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور مرزا قادیانی کے خلاف پر زور مضامین لکھنے شروع کئے۔ آپ کے دلائل میں قوت تھی۔ تقریرات اور تحریرات کے ذریعہ مرزا کے دجل و فریب کے پردوں کو چاک کر دیا۔ اردو فارسی اور عربی نظم و نثر پر آپ کو قدرت حاصل تھی مرزائی علماء آپ کے سامنے عاجز آ گئے۔ حتیٰ کہ متنبی قادیان مرزا غلام احمد مقابلہ کی تاب نہ لا کر گھبرا اٹھا۔ مولانا مرحوم کے دلائل کا جواب تو بن نہ سکا تھا۔ اپنی خفت کو مٹانے کے لئے حسب عادت حکومت کی پناہ لی اور مولانا کی تحریرات کو بہانہ بنا کر آپ کے خلاف مقدمات کی ابتدا کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے ایک حواری حکیم فضل الدین بھیروی کی طرف سے ۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر ہوا۔ حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوئی اور آپ اس مقدمہ میں صاف بری ہو گئے۔ حالانکہ اس مقدمہ کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔ دوسرا فوجداری مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی مذکور نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء

---

۱ حقیقۃ الوحی ۲۲۸ میں نشان ۵ کے تحت لکھا ہے "ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیں والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا"

۲ مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے نشان نمبر ۱۵۳ "مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب "اعجاز احمدی" کے حاشیہ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال نہیں گزرا تھا کہ مر گیا۔" لیکن مرزا کو یہ پیشگوئیاں گلے کا ہار بن گئیں اور مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے صاف انکار کر دیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ ۲

کو مولانا مرحوم کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا. اس میں بھی آپ کامیاب ہوئے اور مرزائیوں کا مقدمہ خارج ہوگیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کی طرف سے مولانا مرحوم اور مولوی فقیر محمد صاحب "مالک سراج الاخبار" دائر ہوا۔ جس میں ہر دو مستغاث علیہا پر صرف ۴۰ روپے جرمانہ ہوا۔ جو ادا کر دیا اور اپیل نہ کی۔ مرزا غلام احمد حسب معمول اپنی پیشگوئیاں شائع کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں ایک مطبوعہ کتاب مواہب الرحمٰن تقسیم کی۔ جس میں مولانا مرحوم کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے۔ مثلاً لکھا کہ ومن ایاتی ما انبانی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم و بہتانہ العظیم۔ ترجمہ:۔ واز جملہ نشان ہائے من اینست کہ مرا در بارہ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے۔

فاذا ظہر قدر اللہ علی عدو مبین اسمہ کرم الدین۔ ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدائے تعالیٰ بر دشمن صریح کہ نام او کرم الدین است۔ چونکہ مرزائیوں کی طرف سے پہلے مقدمات کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اس لئے مولانا مرحوم نے بھی انتقاماً مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا جو بعد میں حق و باطل کے مابین ایک عظیم الشان معرکہ کی صورت اختیار کر گیا اور مرزا قادیانی کے لئے سوہان روح بن گیا. اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلاء پیش ہوتے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی نور الدین بھیروی اور خواجہ کمال الدین لاہوری بھی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مولانا ابو الفضل مرحوم نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ آپ عدالت میں کئی کئی گھنٹے خود اپنی زبردست جرح کرتے تھے کہ مخالفین تلملا اٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ پر آپ کی امداد فرمائی۔ تقریباً دو سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۸ راکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو پانچ سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید محض اور حکیم فضل دین بھیروی کو دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا پھر اپیل میں ایک انگریز وکیل کی مدد سے بمشکل رہائی حاصل کی۔ گورداسپور کے ان مقدمات کے متعلق مرزا جی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۲۱۳ میں متعدد نشانات بیان کئے ہیں۔ مثلاً نشان ۱۸ میں لکھا ہے کہ کرم الدین جہلمی کے مقدمہ میں جو جرمانہ مجھ کو کیا گیا تھا وہ نہیں دیا گیا اور مجھ

الہام ہوا۔ یٹلو نک عن شانک وقل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ۔ نشان نمبر ۷۰ ایں لکھا ہے :" ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رات کے وقت یہ فکر ہو رہی تھی کہ مقدمات کرم الدین کا کیا انجام ہوگا ؟ الہام ہوا۔ ان الذین اتقوا والذین ھم محسنون ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا"، مرزا جی نے جھوٹ بولا کیونکہ آپ کو اس مقدمہ میں پہلے سزا کا فیصلہ سنا گیا تھا بنیر مندرجہ نشانات کے الفاظ خود ہی مرزا جی کی سخت پریشانی کی پردہ کشائی کر رہے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس مقدمہ[1] میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواریوں کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا پیشگوئیاں بھی سب غلط ہوئیں اور مولانا ابوالفضل مرحوم ایسے شیر دل فاضل نے باامداد خداوندی مرزائیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی یحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون۔

## مولانا مرحوم کے کامیاب مناظرے

مخالف کے سامنے دلائل سے حق واضح کرنے کا نام مناظرہ ہے۔ علمائے حق نے مناظرہ کو بھی اشاعت حق کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس زمانہ میں مناظرہ اگرچہ اکثر مجادلہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ تاہم حسب ضرورت علماء مناظرہ کے ذریعہ مخالفین کو ساکت کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ابوالفضل مرحوم نے بھی اس میدان میں نہایت مضبوط قدم رکھا اور اس فن میں خاص شہرت حاصل کی آپ بہت ذکی الطبع تھے اور حاضر جوابی کا اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دلاور بہت تھے۔ آپ بلند قامت اور وجیہہ تھے آواز بھی بلند اور پرصولت تھی۔ حوصلہ وسیع تھا کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف فرقوں کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور غالب رہے۔ مرزائیت اور شیعت کے استیصال میں آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ خرچ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین کے ساتھ مولانا مرحوم کے مناظرے ہوئے اور ان کو ہر مرتبہ شکست فاش دی جب کہ قادیانی مشن کے بانی ہی کو آپ نے پچھاڑ دیا تھا تو اس کے

---

[1] گورداسپور جہلم کے ان تمام مقدمات کی تفصیل مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "تازیانہ عبرت" المعروف بہ متنبی قادیاں قانونی شکنجہ میں بیان کر دی ہے کتاب بہت پسندیدہ و قابل دید ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مرزا کے دوسرے عقائد باطلہ کا بھی لطیف رد ہے۔ قیمت

پیروؤں کی کیا بساط تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ ہمیشہ ذلت کا سامنا نصیب ہوا

شیعہ مذہب کے علماء سے بھی آپ نے کامیاب مناظرے کئے۔ اور جو ایک بار سامنے آیا دوبارہ اس کو میدان میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کندیاں ضلع میانوالی میں ایک دفعہ آپ کا مناظرہ مرزا احمد علی مشہور شیعی مناظر سے ہوا۔ مولانا مرحوم کے دلائل سے اس قدر مرعوب ہوا کہ گھبرا کر اثنائے مناظرے میں یہ کہنے لگا کہ آپ بلند اسٹیج پر کھڑے ہیں اس لئے مجمع پر آپ کی تقریر کا اثر ہو رہا ہے، مولانا نے جواب دیا کہ یہ اسٹیج کی بلندی کا اثر نہیں بلکہ حق کی بلندی کا اثر ہے اگر میں آپ کی جگہ پر کھڑا ہو جاؤں تو پھر بھی میری تقریر کا اثر وہی ہوگا کیونکہ الحق یعلو ولا یُعلی۔ (حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔) اس مناظرے کے بعد مرزا احمد علی صاحب نے پھر کبھی آپ سے مناظرہ کرنے کا نام نہیں لیا جہاں مولانا مرحوم کی آمد کی خبر ہوئی کترا گئے۔ مولانا مرحوم کی مناظرات میں عظیم الشان کامیابیوں کا غلغلہ اتنا بلند ہو گیا تھا کہ پھر شیعہ مرزائی وغیرہ مناظرین کو مقابلہ میں آنے کا حوصلہ ہی نہ پڑتا تھا۔ بسا اوقات آپ کا نام لینا ہی کافی ہو جاتا تھا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاءُ۔ مولانا مرحوم حنفی المذہب تھے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے۔ علماء اہلحدیث کے ساتھ بھی مختلف فیہ مسائل میں آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشہور مناظر اہلحدیث سے تقلید شخصی وغیرہ موضوع پر دو مرتبہ زبردست مناظرہ ہوا۔ پہلا مناظرہ بتاریخ ۳ مئی ۱۹۲۰ء کو سیر پور میں ہوا۔ اور دوسرا ۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء کو چک جادی ضلع گجرات میں ہوا۔ باوجودیکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم بھی فن مناظرہ میں خاص شہرت کے مالک تھے لیکن مولانا مرحوم کے سامنے آپ نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور چک جادی کے مناظرہ کے اختتام پر تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ آئندہ میں مولوی کرم الدین صاحب سے تقریری مناظرہ نہیں کروں گا۔" ان مناظرات کی مختصر روئداد "مناظرات ثلاثہ" میں چھپی ہے۔ اہل قرآن آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی آپ کو مناظرہ کرنے کی نوبت آئی۔ آپ نے ایک دفعہ چکوال میں پادری عبدالحق عیسائی مناظر کو چیلنج دیا تھا لیکن اس کو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ بعض علمائے احناف سے بھی بعض فقہی مسائل میں اختلاف کی بناء

پر آپ کے مناظرے ہوئے۔

## مرکزِ رشد و ہدایت دار العلوم دیوبند کی طرف رجوع

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیوبند کو علمی و روحانی فیوض کا سرچشمہ بنایا ہے۔ اکابر دیوبند جامع الظاہر والباطن تھے۔ تجدید و احیاء دین میں ان بزرگوں نے وہی فرائض انجام دیئے جو ہر زمانہ کے مجددین کا نصب العین رہا ہے۔ مسلمانوں میں عموماً بدعات و رسوم کا رواج تھا۔ عقائد و اعمال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ علمائے دیوبند نے کتاب و سنت کی روشنی میں اہل اسلام کو ان کے صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ اور اظہار حق کے نتیجہ میں ان کو انہی مراحل سے گزرنا پڑا جو بہ تبعیت انبیاء ہمیشہ علمائے ربانیین طے کرتے رہے ہیں۔ قوم کے ناحق شناس طبقہ نے شدید مخالفت کی۔ علمائے دنیا نے ان بزرگوں پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے اور اتنا مکروہ پروپیگنڈا کیا کہ بہت سے نیک لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علمائے دیوبند کی عبارتوں میں کتر و بیونت کر کے قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مصنفین کی مراد سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین مرحوم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور آپ کو اگرچہ حضرات دیوبند کے خلاف غلو نہ تھا لیکن ان کے احوال و کمالات سے ناواقفیت کی بنا پر ان کی صحیح عقیدت و عظمت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ زیادہ تر شیعیت و مرزائیت کی طرف توجہ رہتی تھی۔ اس لئے اکابر دیوبند کی تصانیف مبارکہ کو براہ راست مطالعہ کرنے اور ان کے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقعہ مل سکا۔ ان حضرات کے متعلق آپ کے دل میں کچھ شبہات تھے۔ جن کا منشا زیادہ تر تو مخالفین ہی کی تصانیف تھیں۔ غالباً سنہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ماکان و مایکون کے موضوع پر ایک معرکۃ الآرا مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے۔ اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی۔ اس کے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لئے اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دار العلوم

ل حاشیہ برصفحہ ۲۷ پر

دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دیدی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دیوبند مدظلہٗ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ "میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔" حضرت والا مدظلہٗ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "آپ اپنے لڑکے کو ابتدا شوال میں دیوبند بھیج دیں۔ میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرمائیں گے۔" حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لئے باعث افتخار جانا اور فرمایا کہ "آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے۔ یہ الفاظ آپ نے بڑی عقیدت سے کہے تھے۔ شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہوگیا۔ شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب میں وہاں سے فارغ ہوکر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہٗ کے بعض ارشادات سنائے جو میں نے قلمبند کر لئے تھے۔ تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا کہ آپ ولی اللہ ہیں قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اور امام العالم، حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے حالات سنکر فرط عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت کا گہرا تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کتبخانہ میں آپ کو امام الطریقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقعہ ملا۔ راولپنڈی جیل میں عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اس کی بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت تھانویؒ کے چند مواعظ منگوائے اور مجھ کو جیل میں مطالعہ کے لئے بھیجے۔ غرضیکہ اکابر دیوبند کے متعلق جو پہلے شبہات تھے وہ زائل ہوگئے اور یہ حضرات اکابر کی کرامت ہے۔

---

[1] اس بارہ میں علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ علم ماکان وما یکون یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمیشہ کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی مخلوق کو حق تعالیٰ نے ایسا علم محیط کائنات کلی تفصیلی عطا نہیں فرمایا ہر جگہ حاضر ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی حضور سرور کائنات صلعم کو اولین و آخرین سب سے زیادہ علم بخشا ہے تکوینیات کے متعلق بھی آنحضرت صلعم کو اتنے علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدہ کتاب د

## پیرانہ سالی میں مصائب کا ہجوم

حق تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش، اصلاح کے لیے مصائب میں بھی ڈالتے ہیں۔ ہر تکلیف صورتاً مصیبت ہوتی ہے اور باطناً مومن کے لیے وہ رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم کی عمر غالباً ۹۰ برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ چند سال سے آنکھوں میں موتیا بند ہونے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں معذور رہتے۔ ایک آنکھ میں کچھ بینائی تھی جس سے کچھ چل پھر سکتے تھے۔ بتقاضائے عمر بدنی ضعف بھی بہت ہو گیا تھا۔ اور فتق کا بھی عارضہ تھا کہ یکایک جون ۱۹۴۱ء میں آپ پر حوادث کا نزول ہوا۔ ایک قتل کے سلسلے میں راقم الحروف مع تین رفقاء کے گرفتار ہوا اور برادرم مولوی منظور حسین[1] صاحب شہید مرحوم نے تھانہ ڈومن کے ڈاک بنگلہ میں ایک متعصب ہندو چوہدری کھیم چند ایس ڈی، او چکوال کو رات کے وقت ہلاک کر دیا۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دونوں رفیق وہاں سے بسلامت نکل گئے اور سرحد پشاور عبور کر کے آزاد علاقہ (یاغستان) میں چلے گئے۔ جہاں آپ حضرت بادشاہ گل صاحب خلف مجاہد اعظم حضرت حاجی ترنگزی صاحب کے پاس مقیم ہو گئے۔ حضرت بادشاہ گل صاحب نے آپ کے ساتھ عزیزوں کی طرح نہایت بہتر سلوک فرمایا۔ ادھر والد صاحب اور جملہ اقربا کو پولیس نے اپنی حراست میں لے لیا۔ اور بھائی صاحب کے اس قتل کا سارا بوجھ والد

---

ہے جو سنت پر مبنی ہے۔ اور مولانا مرحوم نے بھی آفتاب ہدایت میں علم ما کان و ما یکون کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ تسلیم کیا ہے۔

[1] برادرم مولوی منظور حسین صاحب مرحوم نے انگریزی تعلیم ایف اے تک باقاعدہ کالج میں حاصل کی تھی۔ کالج کی زندگی میں آپ کو جسمانی قوت بڑھانے کا زیادہ شوق تھا جس میں آپ نے بڑا کمال حاصل کیا۔ موٹر کار کو آپ سامنے سے سینہ سے لگا کر مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور پھر خواہ کتنی سپیڈ سے چلائی جائے روکے رکھتے تھے لوہے کی دو نصف انچ موٹی سلاخوں کو جوڑ کر اپنے بازو پر لپیٹ لیتے تھے اور ایک انچ موٹی سلاخ گردن میں لپیٹ لیتے تھے کھڑے ہو کر ننگی چھاتی پر وزنی ہتھوڑوں کی ضربیں لگواتے تھے۔ ہاتھوں کی دو انگلیوں میں انڈے کو نوک کے بل رکھ کر توڑ ڈالتے تھے اس قسم کے غیر معمولی قوت کے کرشموں کا آپ نے بہت دفعہ مظاہرہ کیا ہے گارڈن کالج راولپنڈی سے فارغ ہونے کے بعد بھی آپ نے پہلوانی کا سلسلہ جاری رکھا لیکن بعد میں قرآن حکیم کی تلاوت اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ نے آپ کے قلب میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ انگریزوں کی تہذیب سے سخت نفرت ہو گئی۔ فرنگی اقتدار کے کسی اثر کو آپ برداشت نہ کرتے تھے۔ اغیار کی غلامی میں رہنا آپ کے لیے حرام

مرحوم کے سر آگیا۔ حالانکہ آپ کو بھائی صاحب نے کسی راز سے مطلع نہیں کیا اور نہ ہی یاغستان جانے کا آپ کو علم تھا۔ مکانات اسباب ضبط کر لئے گئے۔ ادھر راقم الحروف کو تین رفقاء کے ساتھ ۲۰، ۲۰ سال عمر قید کی سزا سنائی گئی اور ہم کو سنٹرل جیل لاہور میں بھیج دیا گیا۔ نیز پولیس نے مولانا مرحوم پر دفعہ ۱۲۴ اے کے ماتحت ایک مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ اس ضعیف العمری میں ہم ایسے حوادث کا نزول بظاہر ناقابل برداشت تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو کچھ ایسا غیر معمولی حوصلہ عطا فرمایا تھا کہ آپ نے بڑی دلیری و استقلال سے ان حوادث کا مقابلہ کیا۔ کبھی ہمت نہیں ہاری نہ رحمت خداوندی سے مایوس ہوئے۔ ہمارے مقدمہ کے لئے بھی تقریباً ہر پیشی پر تشریف لاتے رہے۔ بڑی کوشش سے مقدمہ لڑ کر اپنے مکانات و اسباب واپس لے لئے۔ اور الٹا حکومت کے خلاف ڈگری کرائی اور خرچہ وصول کیا۔ دفعہ ۱۲۴ کے مقدمہ میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے برات عطا فرمائی۔ سب سے زیادہ آپ کو مولوی منظور حسین صاحب مرحوم کی روپوشی کا فکر تھا لیکن بعد میں بہ سلامت یاغستان پہنچنے کی خبر آ گئی۔ تو آپ کو کچھ اطمینان ہو گیا۔

## بھائی صاحب کا رفقاء سمیت شہید ہونا

قضائے الٰہی سب تدبیرات پر غالب آتی ہے۔ مولوی منظور حسین ایک سال یاغستان میں قیام کرنے کے بعد بعض عزائم کے پیش نظر اپنے دیگر جلد

سخت مشکل ہو گیا۔ آپ نے پہلے اپنی اصلاح کی اور شریعت کے سانچے میں ڈھل گئے کالج میں چونکہ عربی پڑھی تھی اس لئے قرآن وحدیث سے استفادہ آسان تھا۔ والد مرحوم سے فقہ و حدیث کی بعض کتابیں پڑھ لیں آپ نے تبلیغ دین بھی شروع کر دی جہاد بالسیف کا جذبہ آپ پر غالب تھا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونا آپکا حال بن گیا تھا۔ آپ انگریز سے جہاد کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اس سلسلے میں ایک جماعت خدام اسلام کے نام سے قائم کی جس میں داخل ہونے کی لئے شریعت کی پابندی اور جانبازی کی شرط ضروری تھی آپ کے عزائم بہت بلند تھے۔ اس زمانہ میں کشمیر کو فتح کرنے کا ارادہ تھا حضرت سید اسمٰعیل شہید صاحب سے خاص عقیدت تھی۔ آپ کی طرح اپنے جسم کو ہر قسم کی جفاکشی کیلئے تیار کرتے تھے بڑے بڑے طویل سفر پیدل طے کرتے تھے اور کچے چنے کھا کر گزارہ کر لیتے تھے۔ جذبہ جہاد کے ساتھ آپ ذکر الٰہی میں اکثر مشغول رہتے تھے آپ کی طبیعت میں سوز تھا اور حضور اکرم صلعم سے خاص محبت تھی ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر خاص توکل رکھتے تھے۔ ظاہری اسباب پر کم نظر رکھتے تھے۔ شجاعت میں واقعی بے نظیر تھے۔ ۳۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور یہی ان کا مقصود اصلی تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

رفقاء کی معیت میں وطن کی طرف واپس لوٹے۔ سرفروش غازیوں کی یہ قلیل جماعت رائفلوں سے مسلح تھی۔ وزیرستانی قبائل سے ہوتے ہوئے آپ نے بنوں کی سرحد کو عبور کیا اور موضع عباسیہ تحصیل لکی مروت کے قریب ایک جگہ آرام کے لیے ٹھہرے ماسٹر عبدالعزیز صاحب[1] اور ایک دوسرے رفیق کو قریب کی بستی سے کھانا لانے کے لیے بھیجا۔ پولیس کو خبر ہو گئی۔ ان دونوں کو وہاں گرفتار کر لیا گیا۔ اور دو سب انسپکٹر پولیس کی سلیح گارڈ اور پبلک کی جمعیت ساتھ لے کر مولوی منظور حسین صاحب کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ پہاڑ کا طویل سفر پیدل طے کرنے کی وجہ سے تھکان غالب تھی۔ گرمی کا موسم تھا آپ ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رفقاء[2] سمیت گہری نیند سو گئے تھے۔ پولیس نے ان کو بیدار ہونے کو موقع ہی نہیں دیا اور بے خبری میں ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور یوں ان مجاہدوں کی سعید روحیں عالم بالا کو پرواز کر گئیں ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ٭ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لکی مروت کے مسلمانوں نے جب ان کی متشرع صورتیں دیکھیں اور ان کے حالات سے آگاہی ہوئی تو بہت غمگین ہوئے۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ ہوئے اور

---

[1] ماسٹر عبدالعزیز صاحب چکوال کے باشندے تھے میٹرک پاس کرنے کے بعد اسکول میں ملازمت اختیار کر لی باہمت اور دلیر نوجوان تھے مولوی منظور حسین صاحب کی رفاقت و صحبت نے آپ کے اندر بھی جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی اور ہمہ تن جہاد کی تیاریوں میں لگ گئے چوہدری بھیم چند کے قتل میں شریک تھے یاغستان میں بھی مولوی منظور حسین صاحب کے ہمراہ رہے گرفتاری کے بعد ماسٹر صاحب موصوف کو چکوال میں لایا گیا اور یہیں ڈی او مذکور کا مقدمہ چلایا گیا اس کے نتیجہ میں آپ کو سزائے موت کا حکم ہوا۔ لاہور سنٹرل جیل میں چند ماہ تک پھانسی کی کوٹھڑیوں میں رہے شب و روز ذکر و شغل میں مصروف رہے آپ کی قلبی تمنا یہی تھی کہ زندہ دنیا میں واپس نہ جاؤں بلکہ اپنے رفقاء شہداء سے جا ملوں۔ پھانسی ہونے سے پہلے روز اپنے اعزہ و اقرباء سے بڑی بشاشت سے ملاقات کرتے رہے ان کو صبر کی تلقین کی صبح کو جب پھانسی کے لیے نکلے تو راستے میں سورہ یٰسین بلند آواز سے نہایت اطمینان سے تلاوت کرتے گئے۔ اور نعرہ تکبیر بلند کر کے تختہ دار پر لٹک گئے ؏

یہ غلامان محمد کی پرانی رسم ہے کودتے ہیں آگ میں چڑھتے ہیں اکثر دار پر

[2] مولوی منظور حسین صاحب کے ساتھ شہید ہونے والوں میں غازی محمد خان ساکن بڈھیال ضلع جہلم بھی تھے۔ جو آپ کے مخلص دوست تھے فوج میں سپاہی تھے وہاں سے چھٹی لے کر آئے تو گھر سے ہوتے ہوئے یاغستان میں آپ کے پاس پہنچ گئے اور آخری دم تک آپ کی رفاقت میں رہے اب لکی مروت میں مدفون

لکی مروت کے قبرستان میں آپ مدفون ہوئے ۔ مولانا مرحوم کے لیئے پہلے صدمات ہی کم نہ تھے پھر ایسے باکمال لخت جگر کا مع رفقاء کے اپنے وطن سے دور یوں مظلومیت کی حالت میں شہید ہونا ایک جانگداز حادثہ تھا لیکن آپ نے اس موقع پر جس غیر معمولی صبر و حوصلہ کا ثبوت دیا ۔ اس زمانہ میں اس کی نظیریں کم ملیں گی ۔ ہماری والدہ ماجدہ بھی ان پیہم صدمات میں اپنے عزیز کی شہادت کے بعد جلد ہی رحلت فرما گئیں لیکن جو صبر دکھایا وہ انہی کا حصہ تھا رحمہا اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم فطری شاعر بھی تھے ۔ اور پنجابی ، اردو ، فارسی اور عربی میں شعر کہنے پر قادر تھے ۔ فی البدیہہ اشعار بھی کہے ہیں لیکن آپ نے شاعری کے فن میں انہماک نہیں کیا حسب ضرورت شعر گوئی کرتے تھے مشاعروں میں بھی شامل ہوتے رہے ہیں اپنے فقید المثال فرزند کی شہادت و فراق سے متاثر ہو کر آپ نے جو اشعار لکھے ہیں وہ بہت درد انگیز ہیں

## حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت

انسان روح و بدن دو چیزوں سے مرکب ہے جسمانی امراض کے علاج کے لیئے جس طرح طبیب کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسی طرح روحانی امراض کا کسی معالج روحانی سے علاج کرانا اشد ضروری ہے ۔ اصلاح نفس اور تصفیہ قلب خود شرع میں مطلوب ہے ۔ علوم و اعمال شرعیہ کی طرح کیفیات روحانی اور کمالات باطنی بھی مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں ۔ جہاں کہیں بھی قرب و معرفت الہٰی کی کوئی شعاع موجود ہے ۔ وہ سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و انوار کا عکس ہے ۔ تصوف کمال شرع ہی کا دوسرا نام ہے ۔ طریقت خود شریعت کی جز ہے شریعت اور طریقت کو آپس میں مخالف سمجھنا جاہلوں اور بے دینوں کا کام ہے ۔ بدوں اتباع شرع کے عند اللہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا  توان یافت جز در پئے مصطفیٰ

ہاں حضرات اہل تحقیق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نسبت باطنی بغیر کسی شیخ کامل سے تعلق رکھنے کے حاصل نہیں ہوتی اور بیعت کی حقیقت یہی ہے کہ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق سلوک الی اللہ کا پر از خطرات راستہ قطع کیا جائے ؎

یار باید راہ را تنہا مرو۔ بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر۔ ہست بس پر آفت و رنج و خطر

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق بعمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

پیر کامل وہی ہے جو حدود و شرع کا سخت پابند ہو اور قرب و ولایت محبت و مشاہدۂ باطنی کی دولت سے مالا مال ہو چکا ہو۔ جو درویش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے خلاف ہو، پیر بنانے کے لائق نہیں۔ اور شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ اس کی صحبت میں دنیا حقیر نظر آئے۔ مال و جاہ کی محبت اٹھ جائے اور توجہ الی اللہ کا غلبہ نصیب ہو۔ اللھم ارزقناہ۔

مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے۔ اور باقاعدہ سلوک الی اللہ کے لیے عملی قدم نہ اٹھا سکے۔ اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا ہجوم ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی۔ اس غرض کے لئے جامع علوم و معارف قدوۃ الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لیے درخواست بھیجی۔ حضرت مدظلہ نے اپنے گرامت نامہ میں ارشاد فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ "آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں۔ میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔" اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنی صاحب سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی دلانا انتقال فرما گئے۔"

## وفات

مولانا مرحوم نے آنکھوں کا آپریشن کرایا۔ جس سے بصارت حاصل ہو گئی اور عینک کے ذریعہ کتاب کا مطالعہ کر لیتے تھے۔ اس کے بعد بندہ کی ملاقات کی غرض سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ مولوی منظور حسین صاحب شہید مرحوم

کی سوانح عمری کا مسودہ خوشنویس سے لکھوانے کے لیے راہ میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے سنٹرل جیل لاہور میں احقر کی طرف خط لکھا کہ پرسوں تمہاری ملاقات کے لیے لاہور پہنچ سکوں گا۔ لیکن حق تعالیٰ کے ہاں کچھ اور مقدر تھا۔ ۱۸ر شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۴۶ء کی رات کو مکان کی چھت پر آرام فرمایا۔ اندھیری رات تھی پیشاب کی حاجت ہوئی۔ بستر سے اٹھے تو غلطی سے گلی کی طرف چلے گئے۔ آگے قدم رکھا تو گلی میں گر پڑے اور چند منٹوں کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ز جام دہر مے کل من علیہا فان

ہمارے بڑے بھائی صوبیدار محمد ضیاء الدین صاحب جو اس سفر میں جناب والد مرحوم کے ہمراہ ہی تھے۔ بذریعہ لاری آپ کی نعش کو واپس گھر لے گئے۔ اور مولانا مرحوم اس قطعہ زمین میں مدفون ہوئے جو آپ نے اپنی زندگی میں ہی قبرستان کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ابو الفضل مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ مولانا مرحوم نے زندگی کے بالکل آخری حصہ میں چونکہ دیوبندی مسلک کے ایک شیخ جلیل حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا اس لیے اگر آپ کو مزید زندگی ملتی تو سنت و بدعت کے متعلق حضرات اکابر دیوبند کے نظریہ پر ہی عمل کرتے۔ لہٰذا جن لوگوں کو مولانا مرحوم سے عقیدت کا تعلق ہے۔ وہ ان کی پہلی زندگی کے اقوال و افعال کو پیش نظر رکھیں۔ بلکہ زمانہ کی رسوم و بدعات سے ہٹ کر ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک کی اتباع کریں۔ کیونکہ سعادت دارین اسی سے وابستہ ہے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

کتبہ العبد الضعیف مظہر حسین غفرلہ، ساکن بھیں تحصیل چکوال جہلم

۲۲ر صفر ۱۳۷۰ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۵۰ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# آفتاب ہدایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ رَبِّنَا وَرَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ ذَوِی الْمَجْدِ وَالْعُلَا وَاَصْحَابِہٖ الْمَهْدِیِّیْنَ نُجُوْمِ الْحَقِّ وَالْاِهْتِدَاءِ ط

اَمَّا بَعْدُ

پس واضح رائے اولی الابصار ہو کہ ہر چند اقتضاء وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام فرقے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں جو اس وقت دین حق اسلام پاک کے مٹانے کے درپے ہو کر ہر طرف سے بر زور حملے کر رہے ہیں۔ کہیں شدھی کی تحریک کی گرما گرمی ہے اور کہیں عیسائیت کے مناد لطائف الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن روافض، مرزائی وغیرہ مسلمانوں کے گمراہ کرنے کے لیے ان سے بڑھ کر جد و جہد کر رہے ہیں اور فرقہ اہل السنۃ والجماعت کی خاموشی سے ناجائزہ اٹھا کر تحریر کے ذریعہ مرزائیت، رفض وغیرہ کی وبا پھیلائی جا رہی ہے اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نیچریت، چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کرے گا (خدا ایسا نہ کرے) اس لیے علماء اہل السنۃ والجماعت کا اولین فرض یہی ہے کہ ان اندرونی دشمنان دین کی شر کا انسداد کریں جو اسلام کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو جادۂ حق صراط مستقیم سے پھسلانے

کی کوشش کر رہے ہیں۔

چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خوفناک ہے اس لیے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہیئے۔ بناء علیہ خاکسار متوکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔

واالسعیُ منّی والاتمامُ من اللہ تعالیٰ۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارے میں تصنیف کر کے شائع کیے ہیں اور خدا کے فضل سے وہ مقبول ہوئے ہیں لیکن بعض احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست حاجی خواجہ غلام لٰسین صاحب تلہ گنگی ہیں۔ دوم برخوردار مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ابن اخی المرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب فیضی ہیں، مدت سے یہ فرمائش تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے دوسری کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ قرآن پاک سے استدلال کے علاوہ کتب مستند مسلمہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کردی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے میری کوشش یہ ہوگی کہ اپنے مدعا کو نصِ صریح آیات قرآن سے ثابت کروں گا۔ بعد خصم کی معتبر اور مسلمہ کتابوں کی عبارت بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں ہرگز درج نہ کی جائے گی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی اور ہر طرح سے تہذیب و متانت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

## رافضی کا لقب

میرے شیعہ بھائی برا نہ منائیں اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جائے کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادق بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا ہے

جیسا فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳ ص ۱۶ میں قول امام ہمام درج ہے لَا وَاللہِ مَا ھُمْ سَمَّوْکُمْ بَلِ اللہُ سَمَّاکُمْ (خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدانے تمہارا نام رافضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہیئے۔ مبارک، مبارک!!

## فتنۂ رفض

میرا یہ کہنا کہ فتنۂ رفض فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے سو ظاہر ہے کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے، جو کچھ بھی بکتا ہے مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کرے گا لیکن خارجی یا رافضی دعویدار اسلام ہو کر جو بات کہے گا ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہوں گا، آریہ، عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن وحدیث رسول (جو عربی میں ہیں) کے مضامین سے ایک اردو داں آریہ یا عیسائی کب واقف ہو سکتا ہے۔ علوم عربیہ سے نابلد ہونے کے باعث لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

## اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطۂ خیال سے

سچ پوچھو تو اسلام کی اصل پاک تصویر جو مذہب اہل السنت والجماعت پیش کرتا ہے کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خدوخال اور حسن وجمال پر کوئی بدنما دھبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ ہادئ اسلام رسول عربی فداہ ابی وامی نے

پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے اصحاب جاہ وجلال اور باجبروت امراء و سلاطین کو چیلنج دے کر توحید الٰہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں، ٹھاکروں اور بتوں کی الوہیت کی دلائل قاہرہ سے تردید اور تذلیل کی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لے کر ھَلْ مِنْ مُبَارِز کی صدا بلند کی چونکہ خدائے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جبابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا اور آپ کی وہ جادو بھری آواز (کلمہ توحید) ذن بدن دلوں کو فتح کرتی گئی تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ عثمانؓ حیدر کرارؓ جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خدا داد قوت وشجاعت اور جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک پھیلا دیا اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ نبایا کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیاء افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے بت کدے توڑے اور فارس کے آتش کدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان سلاطین کا قلع قمع کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ انہی کے طفیل خدائے قدوس کی وہ کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر زماں پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالت مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جری پہلوان اگرچہ بحکم اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ مخالفین اسلام پر نہایت چیرہ دست تھے مگر وہ بحکم رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر و شکر تھے رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلاء کلمۃ الحق میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بے وطن ہوئے لیکن اپنے پیارے رسولؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ ہادیٔ اسلام رسول پاکؐ نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ غازیان اسلام لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کے لئے انتخاب

کیا۔ سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے آگے سر جھکایا حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الہٰی ان چاروں بزرگوں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

## اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں جو روافض پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادی اسلام رسول عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہؓ علیؓ حسنینؓ اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس ابوذرؓ، سلیمانؓ پیدا کئے تھے جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے۔ جو رسول عربی کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے[1] اور طرفہ یہ کہ رسولؐ کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بھائی علی اور ان کی اولاد کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے اور ان کو سخت تکلیف پہنچائیں گے۔ ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے ان کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں بلکہ بقول روافض خدا نے جبریلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ پیغام[2] بھیجا کہ علی کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں مگر رسول کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ خدا نے ڈانٹ بتا کر کہا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (اے نبی ہم نے جو ولایت علیؓ کی

---

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۱۵ میں ہے عَنْ اَبِی جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِلَّا ثَلَاثَةٌ قَالَ مِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْذَرٍ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ وَبَرَکَاتُهٗ۔ (ترجمہ) امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے مقداد، ابوذر، سلمان فارسی [2] جلاء العیون اردو جلد ا ص۵۸ میں ہے پس فرمایا علی تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور تم پر سبقت کریں اور ابوبکر تم کو بیعت کے لئے بلائے اور جب تم انکار کرو تو تمہارا گریبان پکڑ لیں اور مانند وہ ناک و مہموم بے یار دیا اور تم کو ابوبکر کے پاس لے

بقیہ ص۳۹

کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے وہ ظاہر کر دیجیے۔ ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرت کو علانیہ طور پر ولائت علی اور اپنے بعد ان کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

ترجمہ:۔ جس کا میں دوست علی بھی اس کا دوست ہوگا۔ اے خدا علی کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن، اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علی رضؓ سے دوستی رکھنا چاہیے۔ دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں ولائت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول روافض بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ علی رضؓ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں مگر وہ وقت بھی عمر رضؓ نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہہ کر ٹال دیا۔ عمر رضؓ تو دشمن ہی تھے۔ اہل بیت جن میں علی المرتضےٰ بھی تھے، یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لاکر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے اور یوں پیغمبر خدا نے آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک ضروری حکم وصیت خلافت علی رضؓ عمر رضؓ کے خوف سے چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے، علی رضؓ کے ساتھ سوائے معدودے چند مقداد رضؓ، ابوذر رضؓ

---

جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہ رضؓ کو رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیر نے فرمایا۔ یا حضرت اگر یاور نہ ملیں گے تو صبر کر دوں گا۔ لیکن ان سے بیعت نہ کروں گا۔ مگر جب یاور ملیں گے ان سے قتال کروں گا نیز حیات القلوب جلد ۲ صہ۱۶۵ میں ہے۔ پس بر پا داری محمد علی را علمی درمیان مخلوق دیگر بر ایشاں بیعت را تازہ گرداں عہد و پیماں را کہ بیشتر از ایشاں گرفتہ و دوم بدرستی کہ من ترا قبض مے کنم سوئے خود و ترا بجوار رحمت خود مے طلبم پس حضرت رسول ترسید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند و بجاہلیت و کفر خود برگردند زیرا کہ حضرت مے دانست کہ عداوت ایشاں با علی بن ابی طالب در چہ مرتبہ است و کینہ او در سینہ ایشاں جا کردہ است۔ پس سوال کرد از جبرئیل کہ از خداوند عالمیان سوال نماید کہ او را از کید منافقاں حفظ کند و انتظار مے برد کہ جبرئیل از جانب خداوند عالمیان خبر محافظت او را از شر منافقاں بیاورد۔ پس تبلیغ رسالت را تاخیر نمود تا بمسجد خیف پس در مسجد خیف جبرائیل بر آنحضرت نازل شد و امر کرد آنحضرت را کہ عہد ولائت را با ایشاں برساند و او را قائم مقام خود گرداند و وعدۂ محافظت از شر اعادی را برائے آں چہ حضرت طلب نمودہ بود نیاورد۔ پس باز جبرئیل نازل

بقیہ صہ۴۰

سلمان رضؓ وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کرکے ابوبکر رضؓ کو تخت خلافت پر بٹھا ہی دیا۔ علی المرتضیٰؓ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہوگئے۔ خالدؓ بن ولید اور عمر رضؓ نے دروازہ آ کھٹکھٹایا۔ شیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے خاتون جنت کو بھیجا انہوں نے عمر رضؓ کو ڈانٹ بتائی کہ ہمیں کیوں چھیڑتے ہو۔ عمر رضؓ نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا۔ یا بقول روافض (نعوذباللہ) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا (محسن کو شہید کر دیا) علی المرتضیٰؓ پرلے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا ساتوں آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا ان کی بہادری کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار بھی غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو مرحب جیسے کوہ پیکر پہلوان کافر کو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ شیر خدا نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر بایں ہمہ اپنی زوجہ محترمہ کی یوں بے عزتی دیکھ کر نہ ذوالفقار نیام سے نکالی نہ اپنی خداداد شجاعت کے کچھ جوہر دکھلائے بلکہ عمر رضؓ اور خالد رضؓ نے شیر خدا کی گردن میں (معاذاللہ) رسی ڈال لی اور گھسیٹتے ہوئے ابوبکر کے پاس لے گئے اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابوبکر رضؓ میں شیر خدا تقیہ سے کام لیتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں

---

شد در امر ولایت تاکید نمود و ثبت عصمت را بیاورد پس حضرت فرمود کہ اے جبرئیل من از قوم خود مے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول مرا در حق علی قبول نکنند از آنجا باز گردید پس چوں بغدیر خم رسید کہ بقدر سہ میل پیش از جحفہ است جبرئیل نزد آنحضرت صلعم آمد در وقتیکہ پنج ساعت از روز گزشتہ بود۔ تا نہایت زجر و تہدید و مبالغہ نمود۔ باضامن شدن عصمت از شر اعادی پس گفت یا محمد خداوند عزیز و جلیل ترا سلام مے رساند و مے گوید کہ اے پیغمبر بزرگوار تبلیغ کن آنچہ سوئے تو فرستادہ شدہ است درباب علیؓ واگر نکنی نہ رسانیدہ خواہی بود ہیچ یک از رسالت الٰہی را خدا ترا نگہدار۔ از شر مردم و اول قافلہ نزدیک رسیدہ بود پس جبرئیل آں حضرت را امر کرد الخ۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علی رضؓ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپ اس کے اظہار کے لئے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے اور جبریل کا رسول اور خدا کے درمیان آمد و رفت کا ایک مدت تک تانتا بندھا رہا حتےٰ کہ دربار الٰہی سے زجر و توبیخ ہوئی اور خدا نے شر دشمناں سے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا۔ تب بمشکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کرکے حضرت نے من کنت مولاہ الخ کے گول مول الفاظ فرمائے ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے رسول پاک کی شان تبلیغ رسالت کی کس طرح

بقیہ صہ ۴۱

پڑھیں اور ہر ایک کام میں ان کے مشیر کار بنے رہے۔ ایسا ہی ایام خلافت عمرؓ و عثمانؓ میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادتِ عثمانؓ کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہؓ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا نہ فدک ورثاء فاطمہ کو واپس دے سکے۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے، نہ بدعت عمر تراویح کو موقوف فرما سکے غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے درماں تھی کہ جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا اور طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہؓ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ سترہ ہزار آیت کا قرآن جبریلؑ رسول پاکؐ کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیات رہنے دیں۔ باقی سب نکال دیں۔ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پیش کیا انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھائی کہ اب اس قرآن کو ظہور مہدی سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ اسلام جو اہل السنت پیش کرتے ہیں۔ اس کے متعلق کسی قسم کا طعن کرنے کا کوئی موقع مل سکتا ہے (ہرگز نہیں) لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض

---

توہین ہوتی ہے (استغفراللہ) ؎ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۸۲ میں ہے۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہوگیا۔ اور سوج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیا کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا شہید کیا (نعوذ باللہ) اصحاب رسول کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسد اللہ الغالب اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا کیا عقل مان سکتی ہے کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔ ؎ ایں خیال است و محال است و جنوں

کھینچ کر دکھاتے ہیں۔ یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول پاک نبی آخر الزماں نے اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے وہ ایسے کامل مکمل تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدۂ اسلام سے ان کو متزلزل نہ کرسکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول پاک پر قربان کرچکے تھے ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطن مالوف کو خیرباد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ (فداہ ابی وامی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان جوکھوں کے وقت صدیق اکبر نے خدا کے حبیب حضرت رسولؐ پاک کو اپنے کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کرکے غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرض خطر میں ڈالی غار کے اندر جاکر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسول پاک صلعم کو اندر داخل ہونے دیا تاکہ حضور گزند مور و مار سے محفوظ رہیں حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھ کر سلا دیا اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق اکبرؓ) کو جب کہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں سے شدت درد سے آنسو تو گرے لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی تاکہ پیارے رسول کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کرینگے)۔ حضورؐ کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ آپ کے یاران غار نے بعد وفات رسولؐ بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں اور انہی کی برکت سے اسلام دنیا میں پھیلا اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کی طفیل اب تک ہم میں موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسےٰ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح کی جان پر آبنی تھی، کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ یہودا نے تیس روپے لے کر ان کو گرفتار کرا دیا۔ (متی باب ۲۶ درس ۱۵) شمعون پترس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا اور قسمیں کھائی ہیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ درس ۷۰ تا ۷۴)۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو جہاد کے لئے بلایا گیا تو صاف کہہ دیا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ؕ۔ (یعنی تم اور تمہارا رب مل کر دشمن کا مقابلہ کرو ہم تو الگ بیٹھ کر تماشا

دیکھیں گے لیکن روافض کا اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادیٔ اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے جن کی تعلیم پر آپ نے سارا زور خرچ کیا اور ان کو عمر بھر اپنی صحبت سے مستفید فرمایا اور سفر وحضر میں وہ آپ کے رفیق شام وصباح اور ہمدم رہے۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کر دیں، ان کی اپنی زوجیت میں لے لیں۔ ان کا اسلام ہی منافقانہ تھا۔ وہ زبانی مسلمان تھے اور دل میں رسول اور اس کی اولاد کے دشمن تھے۔ ہادیٔ اسلام کے رخصت ہونے دفوت ہونے کی دیر تھی کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمانی، صرف تین یا چار اشخاص اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اب تبلایئے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور ہادیٔ اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی اور مسلمان صداقت اسلام کے لئے کونسی دلیل پیش کر سکے گا۔ علاوہ ازیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔

# شیعہ قرآن کو نہیں مانتے

اسلام کا مایۂ ناز اسلام کا زندہ معجزا خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے کہ یہ ایک کامل مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ، ایک حرف، ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور سابق لیفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ لائف آف محمدؐ میں رقمطراز ہے۔ "یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا۔" ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ایک ایک آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو ون ہیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد صلعم کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔"

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ باوجود مدعی اسلام ہونے کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی نے کی ہے اس کو قرآن نہیں ملتے

بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا اور اصحاب ثلاثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو حضرت علیؓ نے اس کو ایسا غائب کیا کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۲ھ ص ۳۹ میں یوں لکھا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَمَا حَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ اِلَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ (ترجمہ) جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علیؓ اور ائمہ بعد کے کسی نے جمع نہیں کیا۔"

نتیجہ صاف ہے کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؓ نہیں ہے بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے اس لیے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنیے۔ شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبع جعفری لکھنؤ کے ص ۲۰۷ میں یوں درج ہے کہ "ابو بکرؓ نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لیے بلایا۔ جناب امیر نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردماں جب میں دفن پیغمبر آخر الزماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو جمع کیا ہے اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے۔"

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حسب اعتقاد شیعہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی رضؓ نے جمع کر کے اصحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔

اسی طرح اصول کافی ص۶۷۱ حدیث بروایت امام صادق اسی مضمون کی درج ہے جس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا تَرَوْنَہٗ بَعْدَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اَبَدًا (حضرت علی رضؓ نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی نہ دیکھو گے) اور لیجئے اصول کافی ص۶۷۱ میں ہے۔

عَنْ ھِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ سَبْعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَۃٍ۔ (ہشام ابن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرائیل رسول پاکؐ کے پاس لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیت کا ہے)

اس حدیث نے تو شیعہ کے مزعومہ قرآن کی آیتیں بھی گن دیں اور صاف بتا دیا کہ جو اصلی قرآن جبرائیل نے نبی کریمؐ کو پہنچایا تھا وہ ۱۷ ہزار آیۃ کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن ۱۷ ہزار آیت کا نہیں بلکہ ۶۶۶۶ آیتوں کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہے۔ اب کہا جائے گا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہو گا آج کل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفر رضؓ کی اس حدیث کو جھٹلا سکے۔ نیز قول امیر مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے اس میں کلام نہیں کہ آج کل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے۔ جو بخیال ان کے حضرت علی رضؓ نے جمع کیا تھا۔ اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانۂ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے، تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخالف کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لو سنو! آج کل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد و مسلّم پیشوا جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری ہیں۔ ان کے نفس ناطقہ مرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو موسومہ "الانصاف فی الاستخلاف" تصنیف کر کے شائع کیا ہے۔ اس کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے۔ جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۵۴ میں مرزا موصوف نے قرآن موجودہ کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

" حضرت عثمانؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علیؓ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقرا سب سے اول نازل ہوئی لیکن قرآن ترتیب میں اس کو آخر پارہ میں جگہ دی گئی ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آخر میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے دیکھئے اس آیت کو چھٹے پارہ سورہ مائدہ میں یوں درج کیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پارہ ٦ سورہ مائدہ رکوع ٦)

ترجمہ:" حرام کئے گئے تم پر مردار، خون، گوشت سور اور جو بانگ دیا جائے واسطے

غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہو یا مار سے مرا ہوا، اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شاخ سے مرا ہو۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے۔ مگر جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر بتوں کے۔ اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے ہی ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے۔ پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں۔ لیکن اس گناہ کے اعادہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

ہر ایک عاقل بصیر پر ادنیٰ تدبر سے واضح ہوگا کہ ان دونوں اَلْیَوْمَ کو اصل آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافر ناامید نہیں ہو جاتے اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہیے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہوتا، حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے پھر یہ حکم مکمل دین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور دیکھئے پارہ ۴ سورۂ نساء میں ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً الخ یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی۔

فرمائیے۔ کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعدد ازواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامیٰ تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے تو اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً کی قید بے فائدہ۔ یہ تو نمونہ مشتے از خروار ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے اِنَّ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ یعنی بہ تحقیق یہ راستہ ہے اوپر میرے سیدھا۔ مہربانی کر کے اس عَلَیَّ کو ذرا سمجھا دیجئے۔ خدا کے اوپر کونسی راہ سیدھی ہے یہ علی یا فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے عَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں۔ پھر یہ عَلَیَّ ہے کیا چیز؟ اور

لیجیۓ ان ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ موجودہ صرف ونحو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسیح نے حقیقۃ الوحی صـ۲۰۴ میں لکھا ہے کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانا متروک محاورہ ہے لیکن اس پر یہ سوال ہے کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے اگر متروک محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو پرانے محاورات کو شامل ہو۔ اور وہ معجزہ ہوگا پس حضور یہی آپ کے حضرت عثمان رضؓ کی کاروائی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہے۔

(دیکھو ص۶۷ تفسیر نورالدین صاحب)

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علی رضؓ کا جمع کردہ قرآن اصلی تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں۔ بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا راز ناش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علی اس قرآن کو سراسر غلط سمجھتا ہے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے ایک غلطی یہ کہ سورۂ اقرا پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجود میں آخری پارہ میں درج ہے دوسری یہ کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ (آیہ) آخر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تیسری آیتہ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کے ساتھ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ الخ بے معنی ہے

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صرف ونحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ آیتہ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ دوسری آیت اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ بھی قاعدہ نحو کی رو سے غلط ہے۔ اِنَّ ھٰذَیْنِ چاہیئے تھا۔ سوم۔ یہ قرآن جس کی نسبت مشہور ہے کہ من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا کلرک بھی بنا سکتا ہے کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا وہی حشر ہوتا جو نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہہ لو ؎

کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو ۔۔۔ سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرنا ہوگا۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا

سلوک کیا۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام شیعیان ہند و پاک کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار حائری نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے اب ہم احمد علی کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں۔ مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

# اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بے چارہ کی کیا بساط ہے۔ قرآن اس وقت نازل ہوا جب عرب میں دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سینکڑوں فصحا و بلغا اپنے اپنے مثل قصائد پر ناز کر رہے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ کا چیلنج دیا۔ کسی کو سورت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ تعجب ہے کہ عجمی جاہل جس کی علمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے کہ مباحثہ کندیاں میں بجائے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ، اَلَا تَنْصُرُوْهُ پڑھا تھا، قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہتے ہیں ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ خود احمد علی ان اعتراضات کا موجد نہیں ہے بلکہ ایک زندیق کا فضلہ خور ہے۔ جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب طبرسی مطبوعہ ایران صـ ۱۱۹ لغایت صـ ۱۲۲ میں ہے کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے اور آپ سے کوئی جواب نہ بن آیا کہ قرآن میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورہ اِقْرَاْ پہلے نازل ہوئی اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ اخیر میں، اِقْرَاْ کو آخری پارہ اور الیوم اکملت کو پارہ ۶ میں جگہ ملی سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو اب تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے۔ بلکہ موافق تلاوت رسولؐ خدا اور تعلیم جبرائیلؑ ہے۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں۔ تَرْتِيْبُ السُّوَرِ هٰكَذَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ وَعَلَيْهِ فِي يَعْرِضُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ كُلَّ سَنَةٍ مَا كَانَ يَجْتَمِعُ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَعَرَضَ عَلَيْهِ فِي السَّنَةِ الَّتِي

تُوفِّيَ فِيهَا مَرَّتَيْنِ (سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرائیل کو سنایا کرتے تھے اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا دوبار سنایا)

دوسری جگہ میں لکھا ہے امام ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا ثُمَّ فَرَّقَہٗ فِیْ بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً وَکَانَتِ السُّوْرَۃُ تَنْزِلُ لِاَمْرٍ یَحْدُثُ وَالْاٰیَۃُ جَوَابًا لِّمُسْتَخْبِرٍ وَیُوْقِفُ جِبْرَائِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَوْضَعِ الْاٰیَۃِ وَالسُّوْرَۃِ فَاتِّسَاقُ السُّوَرِ کَاتِّسَاقِ الْاٰیَاتِ وَالْحُرُوْفِ کُلِّہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ قَدَّمَ سُوْرَۃً اَوْ اَخَّرَہَا فَقَدْ اَفْسَدَ نَظْمَ الْقُرْاٰنِ (اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن آسمان دنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرت پر ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی اور جبرائیل آپ کو اس کا موقع بتلا دیا کرتے تھے پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے جیسا کہ آیات و حروف کا اور سب آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے پھر جو کوئی سورۃ مقدم یا مؤخر کرتا ہے وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے۔)

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ۔ جب جبرائیل کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ جلدی مت کریں۔ پھر کوئی شخص قرآن کی جمع و ترتیب کے خلاف تغیر و تبدل کس طرح کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ۲۳ سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بے شک سُوَر و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی، اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی کتابت کرا کر قرآن پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا اعتراض اول خدا تعالیٰ پر ہے، پھر رسول پاک

پھر جبرائیل پر ہے۔ نہ حضرت عثمان پر کاش ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد ... حیف گر پس امروز بود فردائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کے متعلق ہے۔ یہ اعتراض بھی معترض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، یوں ہے۔

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں۔ ان کے مال کے لالچ سے نکاح کر لیتے تھے اور چونکہ یتیم لڑکی کا کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا مہر کم مقرر کرتے اور ان کے مال کو دبا لیتے اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ یتامیٰ (صغیرہ لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے ہو اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے بتلائیے اب کونسا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے۔ البتہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۳) اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ کے متعلق کہتا ہے کہ عَلَيَّ یا فوق کے لیے آتا ہے یا نقصان کے معنے دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لیے آیت میں عَلِيٌّ صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں مذکور ہے کہ بعض جگہ عَلٰی بمعنی اِلٰی بھی ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ تفسیر خازن میں ہے۔ قَالَ الْحَسَنُ مَعْنَاهُ هٰذَا صِرَاطٌ اِلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اور تفسیر حسینی میں ہے۔ گویند علی بمعنی الی است یعنی اخلاص راہ راست بسوی من۔ سو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے۔ اس میں کون سی غلطی ہے؟ یہ عَلَيَّ کی جگہ علی صحیح سمجھ کر اس کو بھی علی رضؓ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صِرَاطٌ عَلَيَّ کو علی رضؓ کا راستہ قرار دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کی اضافت یا تو حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ جیسا اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ہے۔ یا عام مقربین حق

کی طرف جیسا صراط الذین انعمت علیہم کا سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبی یا ولی کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صراط علیّ علی کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستے سے الگ تھا کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی ہو۔ جو اور غور کرو نیز قرآن کی ایک اور آیت ہے علی اللہ قصد السبیل یعنی سیدھا راستہ خدا کی طرف ہے (پ ۱۴۔ سورۃ النحل ع ۱) یہاں تو علیٰ کا معنی الٰہی کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا شیعہ صاحبان یہاں بھی کہیں گے کہ علیٌّ اللہ ہے یعنی علی خدا ہے (ع ۱۔

برین فہم و ادراک باید گریست

۱۴ چوتھا اعتراض اِنَّ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ پر ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اِنّ کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَیْنِ چاہیئے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ حضرات کی علمیت کا سارا پردہ فاش کر دیا ہے۔ شیعہ اس اعتراض اور ہیچ قسم کے دیگر اعتراض کو ایسا لاینحل کہتے ہیں کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علی سے بھی معاذ اللہ نہ بن سکا۔ ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبدالرسول وغیرہ ہی پڑھی ہو جانتا ہے کہ اِنْ مخففہ اکثر اوقات ملغی (بے عمل) ہو جاتا ہے اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے۔ نحو کی مستند کتاب شرح ملّا جامی بحث حروف مشبہ بالفعل (ص ۲۶۹) میں ہے۔ وَتُخَفَّفُ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃُ لِثِقَلِ التَّشْدِیْدِ وَکَثْرَۃِ الْاِسْتِعْمَالِ فَیَلْزَمُھَا بَعْدَ التَّخْفِیْفِ اللَّامُ وَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُھَا اَیْ اِبْطَالُ عَمَلِھَا وَھُوَ الْغَالِبُ لِفَوَاتِ بَعْضِ وُجُوْہِ مُشَابَھَتِھَا مَعَ الْفِعْلِ کَفَتْحِ الْاٰخِرِ وَکَوْنِھَا عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَحْرُفٍ (ان مکسورہ مخفف (اِنْ) بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الآخر ہونا یا تین حروف کا ہونا معدوم ہو جاتی ہیں۔)

چونکہ آیت میں اِنْ مخفف ہے اس لئے قاعدہ نحو کی رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے ھٰذٰن کو اس نے عمل نہیں دیا۔ افسوس اس مسئلے سے ایک ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے لیکن شیعہ کے علامہ حائری اور ان کے ملمیعی ادعوعی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جانے مگر یہ مسئلہ تو ماتہ عامل۔ عبدالرسول میں بھی درج ہے

اس علمی بضاعت پر جرات یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ط

# ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علیؓ نے جمع کیا۔ اصول کافی ص۶۷۱ میں ہے۔ عَنْ سَالِمِ ابْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مَا يَقْرَؤُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ السَّلَامُ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اقْرَأْ كَمَا يَقْرَءُ النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَءَ كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى حَدِّهِ أَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِي كَتَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ أَخْرَجَهُ عَلِيٌّ عليه السلام على الناس حِينَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا أَنْزَلَهُ اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعْتُهُ مِنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوا هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ أَمَا وَاللهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِينَ جَمَعْتُهُ لِتَقْرَؤُوهُ ط

سالم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؒ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو بلکہ یہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں۔ جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو۔ جب وہ تشریف لائیں گے۔ وہ دوسرا قرآن پڑھیں گے

امام جعفرؒ نے حضرت علیؓ کا لکھا ہوا قرآن نکالا اور فرمایا ۔ یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اس کو ہر دو لوح سے جمع کر دیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے، تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، بخدا تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔" اب اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ شیعوں کا قرآن و جمع کردہ

علیؓ کہیں موجود ہے جو کسی نے امام جعفر صادق کے پاس پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہے گا۔ جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائیں گے۔ امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس کامل مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ پس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے اور فرمانے لگے۔ آج کے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ نافع ۲ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور، کہیں ہو آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے"

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں، وہ تو امام غائب کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے تو فرمائیے آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں۔ سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے (نامکمل سہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن خواب میں بھی نہیں دیکھا تو اس قرآن کا وجود عدم تو تمہارے لیے یکساں ہے۔ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔" کب امام غائب آئیں۔ قرآن لا کر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے۔ جو مر گئے ان کے لیے ان کی آمد کا کیا فائدہ؟ ؎

جب مر چکے تو آئے ہمارے مزار پر  پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

# امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آ کر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے۔ قرآن تو

تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آپ آئیں تو شیعے جا کے بھی قرآن کی شکل دیکھیں گے لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصے ؎

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی نہیں قسم ہے
کہیں ایسے غائب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۲ میں ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ کَانَ وَقَّتَ ہٰذَا الْاَمْرَ فِي السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی اَہْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَہٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَمِائَۃٍ فَحَدَّثْنَاکُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَکَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ ؕ

(خدا نے اس کام ظہور مہدی عم کا وقت سنہ ۷۰ھ مقرر کیا تھا مگر جب امام حسینؓ شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا اور اس لئے اس کام کو سنہ ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی اور پردہ فاش کر دیا خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا۔)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔ تب ہی تو امام مہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ پہلے سنہ ۷۰ھ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کی سزا ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سو سال اور رک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہل بیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی خدا کا غصہ اور تیز ہو گیا امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی کہ پھر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

# غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ آگیا کہ لوگوں نے کہہ دیا ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا غصہ میں آکر اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) کی وقعت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الٹا یہ ہوا کہ بیگانے تو بیگانے اپنے شیعہ سے بھی قرآن چھپا دیا گیا جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ہوئے دیمک نہ کھا گئی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر توقف ڈال دیا کہ سن ۲۶۰ھ تو کجا اب ۱۳۴۳ھ ہو گیا ہے ابھی تک امام والا مقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے امام تو آنے سے رہے کہیں قرآن ہی بھیج دیتے تب بھی شیعہ کی سرخروئی ہو جاتی مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہرحال بقول شخصے ؎

ہر بلائے کز آسماں خیزد  خانۂ انوری تلاش کند

غصہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے شیعہ ہی کے خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور بیکار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے پاک بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ غصہ میں آکر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خلق کے لیے ہو اتنی تکلیف برداشت کر کے کئی روز کا چلّہ کاٹ کر تیار کریں اور پھر اس کو کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لیے چھپا دیں۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

# خدا کا غصہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آخر بشر تھے مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے غصہ میں آکر قرآن کو

کہیں گم کر دیا ہو لیکن یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو غصہ قاتلان حسینؓ پر ہو اور اس کا نزول حضرت امام منتظر پر گرے کہ وہ اس کی سزا میں دائم الحبس کر دیئے جائیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات ہیں جو یار لوگوں نے افترا کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علیؓ پڑھتے تھے اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ورد زبان تھا۔ اور یہی ہمیشہ رہے گا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

# حائری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کے مقتدا و پیشوا علامہ حائری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے چنانچہ غایۃ المقصود مصنفہ علامہ حائری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور سنہ ۱۳۲۱ھ صفحہ ۲۱۲ میں ہے۔

"اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام دریں زمان آنست کہ آنحضرت ہم مثل آبار طاہرینؑ علم انساب میداند۔ ازاں معلوم است آنحضرت علیہ السلام راکہ ہنوز لکھو کھا کفار چنیں موجود اند کہ در پشت آنہا نطفہائے مومنین امت امانت و دیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل نکنند بلکہ سکوت اختیار نماید دریں صورت تخلف وعدۂ مذکور خدا ثابت می شود"

(ترجمہ) "امام مہدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے کہ آپ اپنے آباء کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں اور ان کو خوب معلوم ہے کہ ابھی لکھو کھا کفار ایسے موجود ہیں جن کی پشت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی اختیار کریں تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لا سکتے جب تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق خدا میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے

ہیں اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ ہیں۔ باقی سنی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔
اس لئے امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں۔

"دیگر آنکہ سلاطین جبار وقہار آباء طاہرین وے را از علی گذشتہ تا امام حسن عسکری علیہم السلام کسے را بزہر وکسے را بہ تیغ کشتند وحال آنکہ امامت آنہا خارج سلطنت آنہا نبود۔ لیکن ہرگاہ یکے را می کشتند امام وحجت دیگر موجود بود کہ بجائے وے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار پرحذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آنہا را یقین خواہد شد کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست وے خواہد شد کے ممکن است کہ در وقت سطوت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارند ولطف آنکہ بعد از آنحضرت امام وحجت دیگرے نیست کہ بجائے وے قرار گیرد واں مخالف حدیث وَلَا یَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ حُجَّۃِ اللّٰہِ اِمَّا ظَاہِرٌ مَکْشُوْفٌ اَوْ خَائِفٌ اَوْ مَسْتُوْرٌ می باشد این برہان واجب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد۔ باوجود آنحضرت ہر وقت منتظر این است کہ ظہور فرماید"

ترجمہ:۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گزشتہ سلاطین نے جوان کے آباؤ اجداد کہ حضرت علی رضؓ سے لے کر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے دوسرا امام موجود ہوتا جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ برخلاف اس کے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہوگا کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہیے خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپا ہوا ہو اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہیے گو آپ ہر وقت اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں۔

اس دوسری وجہ نے بالکل مطلع صاف کر دیا کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا

نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائیں گے اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محجوب رہنا ہی مناسب ہے تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غور کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے کہ باعث ہدایت خلق ہو تو یہ بات تب ہی ہو سکتی ہے کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کرے۔ ورنہ ایسے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام اسی دل گردہ کے انسان ہیں کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں تو قتل نہ ہو جائیں۔ تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کریں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے کہ پردہ "ڈھکا رہے"

افسوس کہ حائری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہلا کر ایسے بودے خیال کرنے لگے ہیں۔ بندہ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے اور اس قوت و نصرت الہٰی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب ہادیٔ اسلامؐ (فداہ ابی و امی) مبعوث ہوئے ان کے ساتھ کونسی فوج تھی انہوں نے تن تنہا دنیا کے سامنے کلمۂ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدائے قدوس نے آپ کی نصرت کی اور آپ کا بال بیکا نہ ہو سکا بلکہ تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے مظہر اتم ہونگے وہی طاقت لے کر دنیا میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھے گی۔ خلق خدا سب کی سب ان کے قدموں پر جا گرے گی۔ اور لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ کیا علم انساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جنگ چھیڑ دی اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابلد تھے کہ تلوار اٹھائی اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

## موت امام کے اختیار میں

یہ بات علامہ حائری صاحب کے قلم سے نکلنا چاہیئے تھی کیونکہ آپ کے اعتقاد

میں تو موت وحیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صہ۱۵۸ پر ایک باب اس مضمون کا باندھا گیا ہے کہ اِنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاِخْتِیَارٍ مِّنْھُمْ یعنی "ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور اپنی موت پران کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔" پھر علامہ حائری نے یہ کیوں لکھا ہے کہ وہ اس لئے ظاہر نہیں ہوتے کہ ان کو جان تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے جب مرنا جینا کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ افسوس شیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانہ باتیں کہہ کر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں۔

# شیعہ کے متعدد قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑ دیں کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سنیوں کے پاس چھوٹا سا قرآن ہے تو بات ہی کیا ہے۔ شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں تو ہوش بھول جائیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے

# ستر گز کا قرآن

اصول کافی صفحہ ۱۴۶ میں ہے۔ قَالَ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَۃَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا الْجَامِعَۃُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ وَمَا الْجَامِعَۃُ قَالَ صَحِیْفَۃٌ طُوْلُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا...... امام جعفر نے فرمایا۔ اے ابو محمد! ہمارے پاس ایک جامعہ ہے ان کو کیا معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان۔ فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔؟

خوب، ستر گز لمبا قرآن! وہ کاہے کو بھلا اتنے لمبے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چل کر دوسرے تک جائے اور پھر واپس لوٹ آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہے گا۔ پڑھنے والے کی جان عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار بمشکل دو سطریں

ختم ہوسکیں گی۔ علاوہ ازیں اتنا لمبا قرآن اٹھائے تو کیوں کر اونٹ ہاتھی بھی ستر لمبے نہیں ہوتے جو قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ قرآن کہاں رکھا جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے لائیں [۱]۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ خدا دین کے بارے میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے۔ تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں۔

## مصحفِ فاطمہ رض

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحف فاطمہ رض بھی ہے چنانچہ اصول کافی ص۱۴۶ میں ہے۔ وَاِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَیْہَا السَّلَامُ اَدْرٰیہِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِیْہِ مِثْلُ قُرْاٰنِکُمْ ھٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰہِ مَا فِیْہِ مِنْ قُرْاٰنِکُمْ حَرْفٌ وَاحِدٌ۔ ترجمہ (امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک مصحفِ فاطمہ بھی ہے، اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادہ ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا حرف بھی نہیں ہے،

پھر تعجب ہے کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی، فارسی ہوتب تو یہی حروف تہجی اس میں پائے جائیں جو اس قرآن میں ہیں غالباً سنسکرت میں ہو یا جنوں کی زبان میں، یا جاپانی، انگریزی وغیرہ میں، بہرحال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آسکتی۔

---

[۱] یہ بھی معلوم ہو کہ یہ ستر گز لمبا قرآن ضخامت میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر موٹا بھی ہے جیسا کہ اصول کافی ص۱۴۶ میں اس کی تشریح کی گئی ہے پھر کوئی انسان اتنے لمبے موٹے قرآن کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

# جفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے جیسا کہ اصول کافی ص۱۴۶ میں ہے۔

قَالَ عِنْدَنَا الْجَفْرُ وَمَا يُدْرِيهِمْ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وِعَاءٌ مِنْ أُدُمٍ فِيهِ عِلْمُ النَّبِيِّينَ وَالْوَصِيِّينَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ مَضَوْا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

ترجمہ (امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جفر کیا ہے کیا۔ وہ ایک چمڑے کا تھیلہ ہے جس میں انبیاء واوصیا کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)

## یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے اور لمبے لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستان خیال یا چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں شیعہ کا اعتقاد درست رکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ تاکہ یہ قرآن تو سنیوں کا ہے، ان کا قرآن ندار دگھبرا نہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں کہ سنیوں کا ایک مختصر سا قرآن ہے تو کیا ہوا ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے لمبے قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں نکلیں گے۔ تعجب ہے کہ آج کل اس روشنی کے زمانے میں ان طفل تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں سے مطالبہ کریں کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائے گا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے تاکہ ہم سنیوں کے قرآن سے معارضہ کر سکیں۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مر جائیں گے اور قرآن کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی

## تحریف آیاتِ قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان

نہیں ہے اور وہ اس کو محرف سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلی کے لیے ہم ذیل میں چند آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اصل آیۃ یوں تھی اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے

(۱) اصول کافی ص۲۶۱ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰہُ سَمَّاہُ وَھٰکَذَا اُنْزِلَ فِیْ کِتَابِہٖ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ ترجمہ:۔ جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ دی جس میں اَنَّ مُحَمَّدًا الخ کا اضافہ کیا گیا اور کہا کہ یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ۔ (اصول کافی ص۲۶۲)

ترجمہ:۔ ابو بصیر امام جعفر صادق سے راوی ہے کہ آپ نے آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ الخ میں عبارت وِلَایَۃِ عَلِیٍّ کا اضافہ کر کے کہا ہے کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ وَلَقَدْ عَھِدْنَا اِلٰٓی آدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ ذُرِّیَّتِھِمْ فَنَسِیَ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اصول کافی ص۲۶۳) عبداللہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت وَلَقَدْ عَھِدْنَا میں فِیْ مُحَمَّدٍ الخ ازاد کر کے کہا کہ بخدا آیت رسول اللہ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِہٖ اَنْفُسَھُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْیًا۔ اصول کافی ص۲۶۲ (جابر نے امام محمد باقر

سے روایت کی ہے کہ آپ نے آیت بئسما اشتروا بہ میں فی علی کی ایزادی کر کے کہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی

(۵) اصول کافی ص۲۶۴ میں ہے عن جابر قال نزل جبریل بھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ جابر راوی ہے کہ آیت ان کنتم فی ریب الخ میں بھی فی علی کی ایزادی ہے اور جبرائیل نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کی۔

(۶) عن منخل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام نزل جبرائیل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ الآیۃ ھکذا۔ یا ایھا الذین اوتوا الکتاب امنوا بما نزلنا فی علی نورا مبینا۔ (اصول کافی ص۲۶۴) منخل امام جعفر سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت یا ایھا الذین اوتوا الکتاب میں بھی نورا مبینا سے پہلے فی علی ہے اور ایسا ہی جبرائیل نے آیت نبی علیہ السلام پر نازل کی۔

(۷) عن جابر عن جعفر علیہ السلام ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ فی علی لکان خیرا لھم (اصول کافی ص۲۶۴) جابر کہتا ہے امام محمد باقر نے آیت ولو انھم فعلوا الخ میں لکان خیرا لھم سے پہلے فی علی ایزاد فرمایا۔

(۸) عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ فستعلمون من ھو فی ضلال مبین یا معشر المکذبین حیث انبأتکم رسالۃ ربی فی ولایۃ علی علیہ السلام والائمۃ من بعدہ من ھو فی ضلال مبین کذا انزلت (اصول کافی ص۲۶۶) ابو بصیر راوی ہے کہ امام جعفر نے آیت فستعلمون میں من ولایۃ علی کا اضافہ کر کے کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے

(۹) عن ابی بصیر علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ سأل سائل بعذاب واقع للکافرین فی ولایۃ علی لیس لہ من دافع ثم ھکذا

وَاللّٰهِ نَزَلَ بِهَا جِبْرَائِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

(اصول کافی صـ۲۶۶) ابو بصیر امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے آیت سَالَ سَائِلٌ میں بھی وَلَایَةِ عَلِیٍّ کی ایزادی کی ہے اور کہا ہے کہ خدا کی قسم جبرائیل یہ آیت اسی طرح رسول پر لایا ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِهٰذَا الْاٰیَةِ هٰکَذَا فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَةِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا (اصول کافی صـ۲۶۸) امام جعفر علیہ السلام آیت فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ الخ کے بعد بِوَلَایَةِ عَلِیٍّ کا لفظ جبرائیل لے کر آیا۔

(۱۱) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ نَصْرٍ قَالَ دَفَعَ اِلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَقَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْهِ فَفَتَحْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِیْهِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَجَدْتُ فِیْهَا اسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَیَّ ابْعَثْ اِلَیَّ بِالْمُصْحَفِ (اصول کافی باب فضل القرآن صـ۶۷۰) احمد بن محمد بن نصر سے روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا۔ پس میں نے جو اس میں سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ پڑھی تو اس میں ستر شخصوں کے نام بقید ولدیت پائے۔ راوی نے کہا کہ امام نے مجھے کہلا بھیجا ہے کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو

(۱۲) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَرْبَعَةَ اَرْبَاعٍ رُبُعٌ فِیْنَا وَرُبُعٌ فِیْ عَدُوِّنَا وَرُبُعٌ سُنَنٌ وَاَمْثَالٌ وَرُبُعٌ فَرَائِضُ وَاَحْکَامٌ (اصول کافی صـ۶۶۹) امام محمد باقر نے فرمایا۔ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔ ایک چوتھائی ہمارے فضائل میں نازل ہوا اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں۔ اور ایک چوتھائی سنن اور امثال میں اور ایک چوتھائی فرائض و احکام ہیں۔[ه]

---

ه ایساہی ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد سوم صـ۴۳ میں لکھا ہے کہ در احادیث وارد شدہ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشان (اہلبیت) است ثلثے در مثالب دشمناں ایشاں در بعضے از روایات وارد شدہ ۱۲

اگرچہ اور بھی بہت سی آیات اصول کافی میں لکھی ہیں جن میں تحریف صریح ہے لیکن ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے بارہ آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادہر تو آئمہ اہلبیت امام محمد باقر و امام جعفر صادق حلفاً بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آیت بنی علیہ السلام پر یوں لایا۔

اور کہ سورہ لم یکن میں قرآن جمع کردہ علیؓ میں ستر قریش کے نام تھے اور یہ کہ اس قرآن کے چار حصے تھے۔ ایک چوتھائی میں اہلبیت کے فضائل اور دوسری چوتھائی ان کے دشمنوں کے معائب بیان کئے گئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

ادہر ناظرین قرآن کریم کو کھول کر دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں یا یہ ایجاد بندہ ہے اور کہ قرآن موجود میں ستر قریش کے نام ہیں یا نہ اور اہلبیت کے فضائل اور ان کے دشمنوں کے معائب پائے جاتے ہیں یا نہ۔ جب ایسا نہیں ہے تو اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شیعہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں اور قرآن موجود پر ان کا ایمان نہیں ہے [1]

---

[1] بلکہ مولوی سید الفت حسین شیعی شکار پوری نے اس قرآن جمع کردہ علیؓ کی طباعت کا بھی ذکر کر دیا۔ چنانچہ اپنے رسالہ منع تبرا مطبوعہ مطبع یوسفی واقع کوچہ فولاد خاں لاہور کے صفحہ پر لکھا ہے۔ کیا سورۃ علی و ولایت سورۃ فاطمی بعض مطبوع و بعض قلمی خالی شیعوں کے گھر میں نہیں۔ کیا لکھنؤ میں حاجی حسن علی نے یہ سورتیں نہیں چھاپیں مگر ایک دو ہی سورتیں چھپنی پائی تھیں کہ تنبیہ کی گئی۔ باقی غیر مطبوع رہیں

علاوہ ازیں تفسیر صافی میں تو بالکل تصریح کر دی گئی ہے کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے نامکمل اور ناقص ہے عبارت یوں ہے۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهِ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ اَنَّهٗ قَدْ حُذِفَ عَنْهُ اَشْيَاءُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اِسْمُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَاَنَّهٗ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ وَبِهٖ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (تفسیر صافی ۱۳)

# جواب شیعہ

ان تمام احادیث اور روایات کو سنکر علمائے شیعہ مبہوت ہوجاتے ہیں اور ان سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ کیونکہ روایات اصول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں۔ جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے حدیث کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ٹائیٹل پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قَالَ اِمَامُ الْعَصْرِ حُجَّةُ اللّٰهِ الْمُنْتَظَرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْأَكْبَرُ فِي حَقِّهِ هٰذَا كَافٍ لِشِيْعَتِنَا۔ ترجمہ: امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں، کچھ ایسی ویسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں لیکن بحث کی خاطر تقیۃً کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اس پر حلفیں اٹھانے پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تقیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب العقائد پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ اسی قرآن کو ہم مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص، غلط غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں۔ جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں (۱) ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی مصنف اصول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی الکلینی (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی (۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ لے کر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے تحریف کے منکر ہوئے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد متوفی سنہ ۳۸۱ھ (۲) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی سنہ ۴۳۶ھ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تبیان متوفی سنہ ۴۶۰ھ (۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی سنہ ۵۴۸ھ)۔

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض "تقیہ" ایسا کہدیا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔ شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ تہران ص۲۴ میں لکھتا ہے۔

الصَّدُوقُ فِي عَقَائِدِهٖ مُرْسَلاً اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَلَمَّا جَاءَ بِهٖ فَقَالَ هٰذَا كِتَابُ رَبِّكُمْ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّكُمْ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ حَرْفٌ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَانْصَرَفَ وَهُوَ يَقُوْلُ فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔

ترجمہ: شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقائد میں مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لائے اور کہا یہ قرآن ہے کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیر واپس چلے گئے یہ پڑھتے ہوئے فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ تو جب شیخ صدوق کو بھی اس سے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے لوگوں کو پیش کیا تھا اور انہوں نے نہ مانا تو جناب خفا ہو کر چل دیئے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہر داری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھدیا ہے اس کا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنے دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کی ہیں جیسا کہ اوپر بحث

ہو چکی ہے ۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے ۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے ۔ پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے ۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعویٰ کے متعلق ایک دو نہیں بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنے کا مدعی ہے ۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص۲۲۷ میں یوں لکھا ہے ۔ وَهِيَ كَثِيْرَةٌ جِدًّا حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَتُ اللهِ الْجَزَائِرِيُّ فِيْ بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهٖ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ اَنَّ الْاَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفَيْ حَدِيْثٍ وَادَّعٰى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضًا صَرَّحَ فِي التِّبْيَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعٰى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ يَاْتِيْ ذِكْرُهُمْ ۔

ترجمہ : احادیث جو قرآن موجود کو محرف ٹھہراتی ہیں ۔ بہت زیادہ ہیں ۔ حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں ۔ اور ان کے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوے کیا ہے ۔ جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں ۔ بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے ۔ بلکہ ایک جماعت نے ۔ جن کا ذکر آگے آئے گا ۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زائد احادیث پھر متواتر ہونے کا ثبوت پیش کریں اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن کے دعویٰ کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو ۔ ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں ؟ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں ۔ پس سنی مناظر کو چاہیئے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے) کے مقابلے میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب پیش کرے تو اس کو چیلنج دینا چاہیئے کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے تو اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کرو ۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے ۔

# عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد کے رو سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے، یہ سب شیعہ مانتے ہیں کہ یہ قرآن جمع کردہ علیؓ نہیں ہے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے شیعہ ان ہر دو اصحاب کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ معاذ اللہ کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک غیر مسلم شخص جس کو خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں ہے اور بقول شیعہ ان کو رسولؐ سے اس قدر دشمنی تھی کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ ان کے چچا زاد بھائی داماد اور وصی سے خلافت غصب کر لی۔ رسول کی بیٹی خاتون جنت کا ورثہ (فدک) دبا لیا۔ ان کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیٹ پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ وصی رسول علی کے گلے میں رسی ڈال کر[1] گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابو بکر پر مجبور کیا (یہ سب کچھ شیعہ کی مستند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے متدین بن جائیں کہ اس میں ایک حرف بھی کمی بیشی نہ کریں۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں ایسے آگئے ہیں کہ ان کی زوجہ محترمہ کی اس قدر بے ادبی ہوتی ہے۔ ان کو گھسیٹ کر لے جایا جاتا ہے مگر مارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگیں ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا تو وہ قرآن کی آیات حسب منشا خود (جن میں ان کی توصیف اور مخالفین کی ہتک ہو) گھڑ کر داخل کر دیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو ان کی منشا کے مخالف ہو۔ بیچ میں سے نکال ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعلسازی کر کے تغیر و تبدیل کر دیا جائے۔ وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابل اعتبار نہ ہو وہ یقیناً پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے۔ پھر جب تک یہ نہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ اکمل الایمان

---

[1] حملہ حیدری میں ہے۔ بدست عمرؓ بود یک ریسماں دوم در کف خالد پہلواں
فگندند در گردن شیر نر کشیدند در بر ابو بکرؓ

خائف من اللہ اپنے نبیؐ کے سچے عاشق آپ کے اہلبیت کے محب صادق اور قرآن پاک پر جان نثار تھے اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر وزبر یا شد و مد کا بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل مکمل ہونے پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ شیعہ بغض اصحاب ثلاثہؓ میں اس قدر غلو کر گئے کہ ان کو بدنام کرنے کے لیے "اسداللہ الغالب" حضرت علیؓ) اور جگر گوشۂ رسولؐ (فاطمۃ الزہراؓ) کی سخت توہین و ہتک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی منکر ہو کر ستر گز طویل صحیفہ قرآن سے سہ چند بڑا "مصحف فاطمہؓ" ۱۷ ہزار آیات کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں۔ جب اس پر بحث میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کج بحثی کی راہ اختیار کر کے الٹے اہلسنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں کہ سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

## الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سنی لوگ جو صدیقؓ و فاروقؓ و ذوالنورینؓ کو اپنے پیشوا النجوم الاہتدا مانتے ہیں، یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انھوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ بلا و حاشا کسی سنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کو امام مہدی علیہ السلام غار سُر من رای میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہو۔

شیعہ کہتے ہیں۔ دُر منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیات کی تھی۔ اب اتنی ہے یا فلاں آیت یوں تھی اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان دُر منثور پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں محققین نے جیسا کہ مقدمہ

تفسیر حقانی ص۸۰ پر ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب یابس صحیح وسقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں اتقان یا در منثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوت کی ہے۔ جو پہلے نازل تو ہوئیں لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہوگئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبوی ؐ کا ہے نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالشکور صاحبؒ نے اپنے رسالہ النجم میں اور مولوی نور بخش صاحب ایم اے توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں کر دی ہے۔ اس لئے اس موقع پر اس بحث کو ہم دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو تحدی سے کہتے ہیں کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی سنی ثقہ عالم محدث یا مفسر تحریف قرآن کا قائل ہے۔ تو ہم آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ مگر خوب سمجھ رکھیں کہ نسخ اور چیز ہے اور تحریف اور ہے۔ شیعہ اگر اس دعوے میں سچے ہیں تو سامنے آئیں۔ ایک ہزار روپے کی بازی جیتیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؕ

جناب من! علامہ جلال الدین سیوطی مصنف درمنثور واتقان نے اپنا عقیدہ دربارۂ ترتیب آیات عبارت ذیل میں واضح کر دیا ہے۔ اَلْاِجْمَاعُ وَالنُّصُوْصُ الْمُتَرَادِفَةُ عَلٰى اَنَّ تَرْتِيْبَ الْاٰيَاتِ فِىْ سُوَرِهَا بِتَوْقِيْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرِهٖ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِىْ هٰذَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اتقان)

ترجمہ: "نصوص متواترہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے۔ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوئی۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں!" مصنف اتقان نے اس دعویٰ کے اثبات میں بخاری، مسلم، سنن اربعہ کی احادیث صحیح نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح بغوی شرح السنۃ میں لکھتے ہیں۔ اَلصَّحَابَةُ جَمَعُوْا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْاٰنَ الَّذِىْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ زَادُوْا اَوْ نَقَصُوْا مِنْهُ شَيْئًا فَكَتَبُوْهُ كَمَا سَمِعُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اَنْ قَدَّمُوْا شَيْئًا

اَوْ اَخَّرَهٗ وَاُولٰئِكَ بِعَقُولِهٖ تَرْتِيْبًا وَ كَمَا يَاْخُذُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط

ترجمہ :۔ یعنی صحابہؓ نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسا کہ رسول خداؐ پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہو بس جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو جس کو حضور علیہ السلام سے انہوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولانا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ ع "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بنتا ہے۔

ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں جو حسب ذیل عقائد رکھتے ہیں یا ان کی مستند کتابوں میں احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) اصلی قرآن جو جبرائیلؑ نے رسول خداؐ پر نازل کیا سترہ ہزار آیت کا تھا[لہ] (۲) اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے صحابہ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا (۳) اصلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں جو گزشتہ صفحات میں درج کی گئی ہیں (۴) اصلی قرآن حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے جب آئیں گے تو شیعہ کو دکھائیں گے (۵) شیعہ کا ایک قرآن ستر گز لمبا ہے (۶) ایک اور قرآن مصحف فاطمہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے۔ اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا۔ (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا تھیلا ہے۔ جس میں اولین و آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اب انصاف تو یہ ہے کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب صحاح ستہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے اور ایک ہزار انعام پایا جائے۔

---

لہ یہاں پر علمائے شیعہ مبہوت ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت سے مراد جملہ ہے حالانکہ یہ ان کی تلبیس ہے کیونکہ کافی کے شارح ملا خلیل قزوینی اس حدیث کی شرح میں آیت سے مراد آیت متعارف لے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں مراد ایں است کہ بسیاری از قرآن ساقط شدہ در مصاحف مشہور

بقیہ بر ص

کیا کوئی ہے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکلے۔ میں تو کہوں گا ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

# دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پڑتال کے لیے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے۔ سو اس بارہ میں فریقین کا تعامل دیکھنا چاہیئے کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ سنی قرآن کو حرز جاں سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن ان کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیوں میں ملیں گے۔ لیکن بمقابلہ اس کے چراغ لے کر ڈھونڈو اور
کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی طرف سے انعامی اشتہارات چھپتے رہتے ہیں لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں مدت سے ہمارے دوست حاجی غلام یٰسین صاحب تلہ گنگی نے ایک انعامی اشتہار شائع کر کے شیعان پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لیے "درِ نجف" سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا جس میں حاجی صاحب موصوف کو مغلظ گالیاں دے کر اپنے

---

نیست زیرا کہ مجموع قرآنی از مصاحف مشہورہ است عدد آیات آں نزد قراء اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان ست۔ عدد آیات ہر سورۃ را اول آں سورۃ شش ہزار و دو صد و سی و شش آیت است و بالجملہ اگر مذہب دیگراں را اعتبار کنیم اندکے بیشتر یا کمتر میشود بر ہر تقدیر بہفدہ ہزار نمی رسد و اگر مراد ایں می بود کہ عدد آیات ہمیں قرآن کہ در مصاحف مشہورہ است در قرات جبرائیل علیہ السلام ہفدہ ہزار است میگفت اِنَّ عَدَدَ الْاٰیَاتِ الَّتِیْ جَآءَ بِھَا جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ تا آخر۔ واحادیث صحاح در طریق خاصہ و در طریق عامہ کہ دال است بر اسقاط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرات است و حکایت احراق عثمان مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود را مشہور

بقیہ بر صـ۷۵

عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے اِذَا اَیِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُہٗ کَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ یَصُوْلُ عَلَی الْکَلْبِ۔ ترجمہ: جب آدمی مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے جیسا کہ مغلوب بلی کھسیانی ہو کر کتے کے منہ پڑانے لگ جاتی ہے۔

## لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ چکوال میں شیعہ سنی کے بالمقابل جلسے ہوئے تھے۔ اس جلسے میں ایک مولوی کفایت حسین پشاور سے تشریف لائے تھے جن کے نام کے ساتھ حافظ کی دم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا۔ کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظ قرآن ہے تو کل ہمارے حافظ کے مقابلے میں سر اجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سنا دے تو سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہ اعلان سنکر شیعہ پارٹی میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعوں نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا "یہ مہلت بھی منظور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپ کو پانچ حافظ پیش کرنے ہونگے اور ہم ان کے مقابلے میں پچاس حافظ پیش کریں گے"۔ شیعہ جھنجھلا کر بولے: "ہم ایک بھی بمشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں" ہم نے کہا "آپ پنج تنی کہلاتے ہیں۔ اس لئے آپ پانچ حافظ ضرور پیش کریں"۔ شیعہ یہ سنکر متحیر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہموطن شیعہ سید حیدر شاہ صاحب جو ان کہنے لگے "نہیں! میں موحد ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہیئے"! آخر ایک کی شرط بھی منظور کر لی گئی۔ لیکن میعاد گزر گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا نہ شیعہ بچارے میدان میں نکلے۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ فدا حسین شیعی ساکن چونیاں گنج الجن تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ایک

---

است و باوجود این باوجود اختلاف قرأت کہ مذکور شد در حدیث دوازدہم و سیزدہم این باب دعوی اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکالے نیست و استدلال بریں باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد از اطلاع بر عمل ابی بکر و عمر و عثمان الخ (صافی شرح اصول کافی جزو ششم کتاب فضل القرآن ص۷۵) مندرجہ بالا عبارت میں شارح اصول کافی علامہ خلیل قزوینی شیعی نے صراحتاً یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن موجود ناقص ہے اور اصلی قرآن منزل میں سے زیادہ حصہ انسانی ہاتھوں سے ساقط

بقیہ برصفحہ ۷۶

سنی صوبیدار سے معاہدہ کرکے یہ قرارداد کی کہ فلاں تاریخ کو ہر دو فریق اپنے اپنے حافظ جو ہا گنج البحر میں لائیں۔ اہلسنّت کی طرف سے لاتعداد حافظ قاری آگئے لیکن شیعہ کی طرف سے ایک بناوٹی حافظ لائے گئے۔ اہلسنّت حفاظ دن بھر میدان میں للکارتے رہے لیکن بناوٹی شیعہ حافظ کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فدا حسین چالاک آدمی تھا۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے "صوبیدار پر پانچ سو روپے جرمانہ کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ بڑے معرکے کا ہوا۔ شیعوں نے اس پر زرِ کثیر خرچ کیا۔ لکھنؤ تک سے گواہ لائے گئے۔ نتیجہ اہلسنّت کے حق میں ہوا شیعہ مدعی کا دعویٰ خارج ہوگیا اس مقدمہ میں ملا کفایت حسین کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ اس کو قرآن سے ایک رکوع پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ صرف آدھ رکوع میں بیس غلطیاں کیں۔ حافظیت کا پردہ چاک ہوگیا۔ کفایت حسین مع جماعت شیعہ سخت شرمسار ہوکر کچہری سے نکلے۔ یہ خبر اسلامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

یہ فیکٹ امر واقعہ ہے کہ شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو وہ دل میں گھر نہیں کر سکتی۔ چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے اور وہ اس سے دل سے متنفر ہیں۔ اس لئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

رکھے گا بغض صحابہؓ سے جو کوئی انساں ہمارا دعویٰ ہے ہوگا نہ حافظ قرآن

---

کیا گیا ہے۔ کیا ان تصریحات کے بعد بھی شیعوں کا مسلمہ عقیدہ تحریف فی القرآن تاویلات فاسدہ کے پردوں میں چھپایا جاسکتا ہے ؏ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ (احقر منظور حسین غفرلہٗ)۔

[1] حجۃ الاسلام قطب العالم قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ اپنی کتاب مستطاب ہدیۃ الشیعہ میں شیعہ کے حافظ نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں "وجہ اس یاد نہ ہونے کی حالانکہ مقتضائے طعن اہل سنت یہ تھا کہ کلام اللہ چھوڑ شیعی تفسیر کبیر یاد کر لیتے یہی بات ہے کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے۔ ان کو میسر نہیں آتا اور باعث اس کا واللہ اعلم یا تو یہ ہے کہ طبائع انسانی اور حیوانی باعتبار غذا کے جیسی مختلف ہیں کسی کو میٹھا بھاتا ہے کسی کو نمکین کسی کو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے کسی کو نفرت انگریزوں کو عطر نفیس سے تنفر اور کھیلی کے اچار سے جیسے سونگھ بھی لیجئے تو دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں رغبت، پاخانہ کے کیڑے گندگی میں خرم و شاد و عیش و آرام سے رہیں۔ اور خوشبو سونگھیں تو مر جائیں۔ ایسے ہی باعتبار مورد دین کے جو غذا ارواح ہیں۔ ارواح بنی آدم مختلف ہیں

لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ اہل السنت والجماعت کو ہی نصیب ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ اس لیے پاکیزہ عقائد کے مسلمان جو رسولؐ اور رسولؐ کے اصحاب و ازواج و اہلبیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الٰہی کے حافظ ہو سکتے ہیں اور یہی فرقہ بشہادت قرآنی مومن کامل ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ترجمہ: جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی مومن بالقرآن ہیں اور جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ خائب و خاسر ہیں۔"

ہر چند شیعہ کوشش بھی کرتے ہیں کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ اس نعمت سے محروم ہیں اور رہیں گے۔

اب شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی اور خدا کے فضل سے براہین قاہرہ نقلی و عقلی سے ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے۔ جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک معرکۃ الآراء مسئلہ فضائل اصحاب ثلاثہؓ کو شروع کرتا ہوں پہلے قرآنی ادلہ پیش کی جائیں گی اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

---

ہیں۔ کسی کو رغبت ہے کسی کو نفرت ہے کسی کو لذت آتی ہے کسی کی جان نکل جاتی ہے۔ سو حضرات شیعہ کو بھی کلام اللہ میں محنت کرتے موت نظر آتی ہے۔ اور یہ بات ہے کہ جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے۔ عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو البتہ ہم اور زیادہ دینگے تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہونا چاہیے۔ ادھر حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ (یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکریہ نہ کرے گا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر چند منعم حقیقی خداوند کریم ہے۔ پر دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہ ہیں جن میں سے اول اور ثالث کو تو بوجہ تالیف مصنف مجازی کہیے تو بجا ہے۔ پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمیٰ عطا ہو تو کیونکر ہو۔ الخ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

# فضائل اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار (جن میں سے اصحاب رضی اللہ عنہم ثلاثہ کا نمبر اوّل ہے) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقعہ پر ایسی آیات پیش کرینگے جن سے اصحاب رضی اللہ عنہم ثلاثہ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۵)

ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا۔ اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لئے غفران اور اعلیٰ نیفب بہشت ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب رضی اللہ عنہم ثلاثہ کے ایمان حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم ثلاثہ بے شک وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے پورے طور پر مصداق ہیں اور آنحضرت صلعم کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اولین مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف حمیدہ کے باعث ان کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذاللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے بعد حقًا کی تاکید اور اس کے بعد لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست شہادت الٰہی ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل پر بغض و عناد کا قفل نہ لگ گیا ہو تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ط

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے۔ اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔

باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباع رسول ؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عمدہ نشان بتلا دیا ہے وہ یہ کہ ان کی قابل قدر یہ جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً یعنی دنیا میں ان کو مسند جلیل خلافت عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو انکا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب اس بیّن نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا اعتبار کر سکتے ہیں۔ کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشینگوئی اور وعدہ الٰہی پورا ہوا۔ وہ خاص مقبول درگاہ ایزدی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ یہ پیشینگوئی اصحاب ؓ ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑے گا کہ پوری ہوئی اور بڑی صفائی سے۔ اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے کہ اصحاب ؓ ثلاثہ آنحضرت ؐ کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزین ہوئے خلافت رسول ؐ کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب ؓ نے ان کو سچا خلیفہ مان کر اطاعت کی اور بڑی عزت سے احکام خداوندی کو نافذ فرماتے رہے۔ تمام اعدائے دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافۃ الانام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک ہو گئے اور تمام کبرا زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً کا وعدہ الٰہی تو پورا ہو گیا۔ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں پورا ہوگا۔ کیونکہ خدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتلائیں کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مشکوک الایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں یا اس کے سچے مخلصین عباد صالحین ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں؟ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط (پ ۱۷،
سورہ حج ع ۱۳)

ترجمہ: "جو لوگ اپنے دیار سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب
ایک خدا ہے۔"

اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کے
مصداق وہی لوگ ہیں جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ کیا کوئی
کہہ سکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جرم میں اپنے وطن سے نکال دیئے گئے تھے یا کسی
اور بات پر اپنے دیار کو چھوڑ کر بھاگتے تھے ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعویٰ رَبُّنَا اللّٰهُ کے بدلے جو مخالفین
اسلام کو ناگوار گزرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا
میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ ط یعنی خدائے قدیر ان کا معاون و مددگار
ہے، دیکھو! یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا۔ آخر کار یہی منصور جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے
آگے انہیں لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی
الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکین (اقتدار) حاصل ہو جائے تو پھر بھی نمازیں پڑھتے
زکوٰۃ دیتے، بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، دیکھو یہ نشان ان نفوس مقدسہ میں کیسا
چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ مَكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت)
پر ممتاز ہو کر بھی مُقِیْمُوا الصَّلٰوةِ مُؤْتُوا الزَّكٰوةِ کے مصداق بنے رہے اور امر معروف اور
نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے۔ افسوس! شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی
کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت دے رہا ہے۔

(۴) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پارہ
۲۸ سورہ حشر رکوع ۱)

ترجمہ: واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل

اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کی نصرت کرتے ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں ) اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے ان فقراء مہاجرین کو صادق و مصدوق ٹھہرایا ہے جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کی طلب میں جلا وطن ہو گئے اور يَنصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ کے مصداق تھے۔ شیعہ بتائیں کہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و املاک چھوڑ کر تہی دست ہو کر صرف خدا و رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں نہیں جا بسے تھے؟ کیا رسول پاکؐ کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی مل سکتا ہے؟ اللہ اللہ! خدا کا یہ عطیہ (صادق و صدیق) کا مبارک لقب زبان زد خاص و عام سنکر رافضی بیچارے جل بھن جاتے ہیں۔ اور جلے دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لقب کوئی خدا اور رسولؐ کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو اور غور کرو (اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ) کہنے والا کون ہے؟ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس نعرہ پاک کے اثر سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ یعنی (صدیق) شہرت پذیر ہوا۔ خدائے کریم کے عطیہ لقب صادقین کے خطاب مشتہرہ سے ہر ایک شخص نے اپنے نصیب اور رتبہ کے مطابق حصہ لینا تھا اور جیسا کہ ہجرت کرنے والوں میں سے ابوبکرؓ رسولؐ پاک کی نصرت میں سب سے اول نمبر رہے آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق غار ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روز انوار و برکات کا جنہوں نے تمام دنیا کو منور و مستفیض کرنا تھا تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ کے ہمرکاب مدینہ میں شدائد سفر برداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہ حضور رب العالمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابوبکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہیئے تھا جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیق لقب خلیفہ اول کے لئے عطیہ ایزدی ماننا پڑے گا۔

(۵) اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

فِيهَا أَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ط (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ۔ رکوع ۲)

ترجمہ: اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ عیش کریں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں صحابہؓ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین، پھر انصار، بعدہٗ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرما دیا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہتی ہے کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسول ہے۔ جانتے ہو وہ کون شخص ہے؟ وہ ابوبکر صدیقؓ ہے۔ جو بحکم اس آیت کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا اس کو اسبق فی الہجرۃ مع الرسول کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ مسلم الطرفین ہے کہ وہ شخص ابوبکر صدیقؓ ہی تھا جو مکہ سے رسول پاکؐ کا پہلا قدم اٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپؐ کے تابع اور ہمقدم رہا۔ جس نے یہ مبارک اور پسندیدۂ خدا سفر ہجرۃ اس سردار دو جہاں محبوب عالمیان کے ساتھ قدم بقدم طے کیا۔ زہے نصیب ابوبکرؓ زہے شان ابوبکرؓ جس کو سفر میں ایسا خیر رفیق جس کے لقا کے لئے ترساں عالم ملکوت بھی ترستے ہیں، نصیب ہوا۔

چہ خوش باشد سفر آندم کہ یارے ہمسفر باشد ؛ چناں یارے کہ زیبا طلعتش رشک قمر باشد

سوار ناقہ احمدؐ سرور جن و بشر باشد ؛ عنانش در کف صدیقؓ پیر نامور باشد

(۶) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط (پارہ ۲۷ سورہ حدید رکوع ۱)

ترجمہ: ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے لڑے یہ لوگ بہت اعلیٰ درجہ والے ہیں۔ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال

خرچ کئے اور دشمن سے لڑے اور سب کے لئے وعدہ بہشت اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہے)

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرمادیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے یاران رسول صلعم جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں، بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کرسکتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ پہلے گروہ میں داخل ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے اپنی جان و مال کو آقائے نامدار رسول پاک پر نثار کئے ہوئے تھے اور کفار نابکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی رو سے بھی ابو بکرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لاکر پیش کر دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ لیا۔ پھر ابو بکرؓ صدیق ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غار ثور میں سید انس و جان (فداہ ابی و امی) کا نان و نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی شخص نہیں جو اس یار غار کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(۷) هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ:۔ (اس خدا نے اے رسول تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن)

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو تسلی بخش الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہر چند کفار تجھ سے بکر لڑائی تیرا بال بینکا نہیں کرسکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جبکہ آپ کی حامی اور موید ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ الٰہی فوج ہے۔ جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت و جبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور

سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم:۔ اس بیڑے کے جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ جماعت رسول میں تو ایک خالص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الٰہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الٰہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے ہیں اور اس لقب خداداد (مومنین کا تمغہ) ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ایک ملازم تک اس الٰہی تمغہ (ایمان سے لیس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلیٰ افسران کا جو رتبہ حضور الٰہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت رسول حزب اللہ (الٰہی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرداران) کے حالات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۲)

ترجمہ محمدؐ خاص خدا کا رسول ہے (اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے رکوع و سجود کرنے والے خدا کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں۔)

اس آیت میں حق سبحانہٗ تعالیٰ ان صاحبان بارگاہ احمدی کے اوصاف حمیدہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ ہمت اور جواں مردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیرکٹر (نیک چلن) اطاعت الٰہی کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہی کی کمانڈ ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ کے مضمون

اور رحمیت کے معنی پر خوب غور فرمایئے۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ دشمن کی فوج پر غیظ و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے دشمن پر ان کی شدت قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے صحابہ کرام کے باہمی اتفاق کو ظاہر کرنے کے لئے رُحَمَآءُ کا لفظ کس قدر موزوں ہے۔ وصف رحمیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا بلکہ وہ سچے رُحَمَآءُ تھے اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ پر ان کو غالب اور فتحیاب کر دیا بھلا معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو جس پر ہزارہا اتفاق قربان ہیں۔ افسوس اس رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی رُکَّعًا یعنی سر نیاز خم کئے ہوئے سُجَّدًا بلکہ سر عجز زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا گا یہ خدائی پلٹن کے افسر کسی دنیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہاں نہیں ہیں اور اپنی ان سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان سرداروں کی شناخت کے لئے وردی کے ساتھ بلے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان کی شناخت کے لئے ان کے ماتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرت سجود کے باعث تاباں و درخشاں ہیں جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں کہ اس تعریف الٰہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے واہی تباہی خیالات کئے جاتے ہیں کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخُرَافَاتِ۔

---

# انتباہ

دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت والفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا جو کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیاداروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی عطا شدہ صادق قلبیہ مودت تھی جس کا نقش لوح دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت ومحبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا تو زمین و مافیہا کے مخفی خزانے بھی اس کے سامنے ہیچ تھے یہ تو الٰہی شہادت ہے لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں، کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص الخاص اصحاب واحباب کے دل بھی صاف وشفاف نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ وحسد دل میں رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اصحاب ثلاثہ کو حضرت علیؓ سے بیر تھا اور علی المرتضیٰ کو ان سے خصومت تھی قارئین کرام خود ہی انصاف کریں کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قول خدا پر ایمان لائیں۔ بہرحال قول خدا سچا ہوگا اور شیعہ جو ان کے خلاف بہتان باندھتے ہیں۔ بشہادت قرآن غلط اور جھوٹ ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۔

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۳)

ترجمہ۔ نہ پائے گا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر کہ دوستی کریں۔ ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور رسولؐ کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

گی۔ سدا رہیں ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہ الٰہی جماعت فلاح والی ہوتی ہے۔

اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعداءِ خدا اور رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اگرچہ کیسے ہی ان کے اقربا کیوں نہ ہوں۔ اب ہم اصحابِؓ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اس کسوٹی پر رکھ کر پرکھ سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ۔ انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے کہ دوست دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام کے معاملے میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ جنگ بدر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھ سے عاص بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار تھا اور آپ کا حقیقی ماموں تھا قتل ہوا۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہہ دیا تھا کہ اسلام کے معاملہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے۔ اس طور پر کہ علی عقیل کو قتل کر دیں اور حمزہ عباس کو اور میں اپنے فلاں عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے مار دوں۔ دیکھو تاریخ طبری ص۱۳۰۔ اس سے بڑھ کر اس امر کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد کے اجرا میں لحاظ نہیں فرمایا تھا اور اس کو دُرّے لگائے تھے سبحان اللہ وبحمدہٖ انہی کارگزاریوں اور دین حق کی سچی تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبول درگاہ ایزدی ہو کر دنیوی اور اخروی اعزاز کے مستحق ہو گئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں ان لوگوں کے دلوں پر قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ بھی عمر بھر میں ایک دفعہ مستولی ہوا تھا۔ کسی دشمن خدا و رسول کے ساتھ انہوں نے یارانے گانٹھ لئے ہوئے تھے، کبھی بھی نہیں پیش کر سکیں گے۔ پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی نسبت الٰہی شہادت دیکھو کہ ان کے دل میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے۔ جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح الغیب سے ان کو مدد ملی اور قیامت میں بہشت کی نعمت جلیلہ حاصل کریں گے۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ

عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

## شیعہ غور کریں!

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ دشمن خدا و رسولؐ سے اعلانیہ دشمنی کرتے خواہ باپ بیٹا یا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہؓ (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے لیکن جناب امیر علیہ السلام ان سے یارانہ گانٹھے رہے ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے۔ مال غنائم میں حصہ دار بنے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمرؓ کے رہین منت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزدجرد شاہ ایران کی دختر شہربانو جو غنیمت میں تھی، ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے کہ تزویج فاطمہؓ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیقؓ و فاروقؓ نے ہی کی تھی۔ (جلاء العیون اردو صفحہ ۱۱۸ و صفحہ ۱۱۹) حضرت علیؓ ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کیا۔ مخلص دوستوں کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے پھر شیعہ بتلائیں کہ امیر علیہ السلام آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔؟

(۱۰) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا، اپنی جانی و مالی

خدمات سے دریغ نہ کیا۔ خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت خوشنودی کی بشارت دیتا ہے اور بہشتوں کی جن میں ابدی عیش حاصل کریں گے۔"

ان آیات میں مہاجرین مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان فرمایا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے۔ کونسا وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرتؐ کے ساتھ بلا طمع دنیا کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپؐ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ جہاد فی سبیل کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف ہیں تو خدا تعالیٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے کہ ان کا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے اور فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔ اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لیے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کی شان والا میں گستاخی کرے وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ شیعہ حضرات قرآن پاک میں رسولؐ پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۱) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۲)

ترجمہ: "خدا نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال (کہ اس کی راہ میں خرچ کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے) خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور قتل ہوتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے)، اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی مناؤ اے ایمان والو اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا (یعنی فانی چیز دے کر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے یہ (مسلمان) توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بجا لانے والے (نعمت اسلام پر) بے لگام رہنے

والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع وسجود کرنے والے۔ بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اوران کو مبارک باد دیجئے (کہ ایسے القاب حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے)۔"

دیکھو، اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کئے مؤکد وعدہ بہشت عطا کرنے کا دے دیا اور فرمادیا کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کے لئے ہے۔ نہ صرف قرآن میں بلکہ انجیل و تورات میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ پکا ہے (کیوں نہ ہو وہ کریم ہے اور اَلْكَرِيْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰى) اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مومنین مخلصین کی خداوند عالی نے اوصاف حمیدہ بھی بیان فرمادیں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سے یہ سودا کرنے والے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا اور اس کے عوض ان کے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا۔ پھر ان کی شان والا میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زرثمن (مالی وجانی خدمات) خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لے کر بیع مذکورہ کا اقالہ کر دیا ہے؟ حاشا وکلا یہ تو پکی بیع قطعی ہو چکی جو کبھی فسخ نہیں ہو سکتی اور یہ اوصاف جو خداوند عالم نے اپنی پاک کلام میں بیان فرمائے ہیں سب سے بڑھ کر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارک باد دی کے ساتھ وعدہ دے اور ان کی تعریف کرے اور شیعہ اس کے خلاف کچھ اُلٹا ہی راگ گائیں۔

(۱۲) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

(پارہ ۱۷، سورہ حج رکوع ۱۰)۔

ترجمہ! اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو خدا نے پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے

ہی سے رکھا ہوا ہے (یعنی اگلی کتابوں میں) تاکہ رسول صلعم تمہارا گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔"

دیکھو اس آیت میں مومنین مجاہدین کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادت الٰہی موجود ہے کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی مسلمان لکھا ہوا ہے کیا خلفائے کرام سے بڑھ کر کوئی شخص وَجَاهِدُوا فِي اللّٰہ الخ کا عامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ انہوں نے اس حکم پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی، پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مٹا سکتے ہیں۔ تو مٹائیں۔ سبحان اللہ! جن بزرگان دین کی اوصاف حسنہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی سے درج ہو چکی ہوں، اگر کوئی حق ناشناس ان کے خلاف یاوہ گوئی کرے تو کیا مضائقہ ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۱۳) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ط (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ "بالتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا۔ جب کہ وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر رحمت اتاری اور ان کو فتح قریب عطا کی اور بہت سا مال غنیمت انہوں نے حاصل کیا خدا غالب حکمت والا ہے"

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا فرمائی اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح اور حصول مغانم کی مبارکباد دی ہے شیعہ بتلائیں، کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے ان کو منشور رضائے الٰہی عطا ہو چکا اور الٰہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جائے گا۔ یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ اصحاب ثلاثہ رض میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان رض رسالت مآب کی

تعمیل حکم کے لیے مکہ مکرمہ میں سفیر بن کر گئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے سے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت ہار کر لشکر اسلامیاں کا ساتھ نہ چھوڑے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ مان کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ بتایا جس سے بیعت عثمانؓ کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔ کتب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے۔ چنانچہ فروع کافی (روضہ) جلد ۳ صہ ۱۵۱ میں ہے۔

فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ فَتَأَخَّرَ عَنِ السَّرْجِ فَتَحَمَّلَ عُثْمَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَأَعْلَمَهُمْ وَكَانَتِ الْمُنَاوَشَةُ فَجَلَسَ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولُ اللهِ الْمُسْلِمِينَ وَضَرَبَ صلعم بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُثْمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَحَلَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُولُ اللهِ أَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللهِ لَمْ يَطُفْ بِهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْقِصَّةَ وَمَا كَانَ فِيهَا ط

ترجمہ: پس جب چلا عثمانؓ ملا ابان بن سعیدؓ کو پس پیچھے ہوا زین سے پس عثمانؓ اس کے پاس آ بیٹھا اور عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو آگاہ کیا پس سہیل بن عمرو (سفیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس آ بیٹھا اور عثمانؓ لشکر مشرکین میں محبوس ہوا۔ رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمان کے لیے مارا۔ مسلمان کہنے لگے خوشحال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا اور صفا و مروہ میں

سعی کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ عثمانؓ ہمارے بغیر طواف کرے بس جس وقت عثمانؓ آیا حضرت نے فرمایا کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا؟ عرض کی کہ میں بغیر حضورؐ کے کس طرح سے طواف کرتا)

یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۲۰ میں درج ہے۔ ایسا ہی حملۂ حیدری میں درج ہے ؎

طلب کر دپس اشرف انبیاء — زاصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باو ہم ہماں گفت خیر البشرؐ — کہ زاں پیشتر گفتہ بد با عمرؓ
بہ سید عثمانؓ زین و زماں — بہ مقصد رواں شد چو تیر از کماں
چو او رفت اصحاب روز دگر — بگفتند چندیں بہ خیر البشرؐ
خوشا حال عثمانؓ با احترام — کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن — بپاسخ چنیں گفت با انجمن
ز عثمان نداریم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طوف آں آستاں

# فضیلتِ عثمانؓ

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی، حیات القلوب حملہ حیدری سے ملتی ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے اس خاص مہم کے لئے انتخاب کرنا۔

(۲) بیعت الرضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمان قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا۔

(۳) جملہ مومنین اصحابؓ کرام کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا رشک کرتے ہوئے ان کو مبارکباد کہنا۔

(۴) حضور علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کی خاص محبت و عشق رسولی پر ایسا وثوق ہونا کہ فرما دیا۔ ناممکن ہے کہ اپنے محبوب آقائے نامدار کے بغیر وہ عاشق صادق تنہا حج بیت الحرام کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آیندہ عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔

پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پا کر پھر شیعہ حضرت عثمانؓ کے کمالات کی نسبت شک و شبہ کریں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ۔

# ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۶ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیِّ الْحَلَبِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِی الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَآءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ وَکَیْفَ النِّدَاءُ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ وَشِیْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِیْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

ترجمہ :۔ "امام جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی امر یقینی ہوگا۔ راوی نے پوچھا کہ ندا کیونکر ہوتا ہے امام نے کہا کہ ابتدا صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔" اور آخر دن ندا ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا سمجھے ؎

آں را کہ بقرآن و خبر زو نرہی ‏ ‏ ‏ آنست جوابش کہ جوابش ندہی

**سوال شیعہ :۔** بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں

نے بیعت کو توڑ دیا اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ اجد بن قیس وغیرہ۔

جواب :- ایسا شاذ و نادر وجود (اجد بن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ۔ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر اپنا نام اخص الخواص فریق کی فہرست سے خارج کرا یا جس کی تشہیر ہوگئی اور کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ رض کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے جو مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ بھی بیعت شکن ہوتے تو مسند خلافت نبوی ص پر ان کو بیٹھنا کس طرح نصیب ہوتا اور حضرت علی المرتضٰے رض شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمان رض جن کو خاندان رسالت میں دو دفعہ دامادی کا فخر حاصل ہوا جو عشق و محبت رسول ص کے امتحان میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پاس ہو چکے اور جن کے فائز المرام ہونے کی نسبت بشہادت صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا مثل علی المرتضیٰ ہوتی ہے۔ ایسے ویسے پر کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں۔ شیعہ ہوش کرو۔ انصاف انصاف !!

(۱۴) لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴)

ترجمہ :- خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اس کے پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے۔ جنہوں نے ساعۃ العسرۃ (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کی اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ رض شریک نہ تھے ؟ بلکہ جناب امیر عثمان رض نے تو اس مہم میں ایک قابل قدر نمایاں خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ مع سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۵) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۳)

ترجمہ: "اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ درآں حالانکہ تم کمزور تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرو تاکہ شکریہ ... جب کہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے۔"

اس آیت میں شرکار جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور شیخین معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکار جنگ بدر وہ مقبولان بارگاہ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے اور یہ لوگ آخرکار بامداد الٰہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۶) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۳)

ترجمہ: "اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا سننے والا جاننے والا ہے۔"

یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کے ایمان پر تنصیص ہے اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ رض شامل تھے۔

## طعن شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ رض جنگ احد میں رسول ص کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

## جواب

اصحاب ثلاثہ رض کی نسبت یہ الزام کہ وہ معرکہ احد میں رسول ص پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ایک ایسا بیہودہ بہتان و افترا ہے جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے

سکتے اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے بیٹھ پھر جانے کا ذکر لکھا ہے جیسا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ط (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع)

ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لالچ) کے باعث لغزش دی اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک خدا بخشنے والا حلیم ہے۔

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضیٰ یا ان کے پیرو تھے یا ثلاثہؓ یا ان کے اتباع۔ فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عائد کریں یہ ان کی ضد اور ناش غلطی ہے پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا تو پھر اس کے معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ کو پڑھیے اور غور کیجیے۔

# خیالِ شیعہ

شیعہ کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگ احد کے معرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علیؓ اور ابودجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۴۹ میں درج ہے:۔ اِنْھَزَمَ النَّاسُ یَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا عَلِیٌّ وَاَبُوْ دَجَانَۃَ الْاَنْصَارِیُّ (احد کے دن بغیر علیؓ اور ابودجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے۔)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام ناقابل عفو جرم ٹھہرایا جائے تو علیؓ کے علاوہ صرف ابودجانہؓ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلمہ خالص مومنین مقدادؓ ابوذرؓ سلمانؓ عمارؓ وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولؐ کے بعد بقول شیعہ صرف یہی معدودے چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے

باقی سب مرتد ہوگئے تھے اور اس سے ابو دجانۃ الانصاری بھی مستثنے نہیں رکھے گئے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ؕ

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ اُحد میں اصحاب ثلاثہ رض حضرت علی رض کی طرح ثابت قدم رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ غلطی کے لغزش کھا گئے تھے اور رِٹیائر ہو گئے تھے وہ بھی دوبارہ جم گئے اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے اور اس وجہ سے ان کی غلطی معاف ہوگئی اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا۔

(۱۷) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۲۸ سورہ حشر۔ رکوع ۴)

ترجمہ "خدا نے ان (یہود) کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے"

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاک کے حکم سے یہود کے گھروں کو برباد کیا تھا، خدا ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ رض ان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سردار تھے اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے افسوس کہ قرآن جابجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی مہر لگ گئی ہے کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۸) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؁ (پارہ ۴ سورہ آل عمران، رکوع ۱)

ترجمہ: "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو داعی الی الخیر اور آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو، یہ لوگ نجات پانے والے ہیں"

اب بتاؤ کہ کیا اصحاب ثلاثہ رض میں یہ اوصاف نہ تھیں؟ جب کہ انہوں نے اپنی زندگی

ہی اس کام میں وقف کر دی اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی تو وہ بمنطوق اس آیت کے مظلوں ماننے پڑیں گے۔

(۱۹) فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ
لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۶
سورہ مائدہ، رکوع ۴)

ترجمہ:۔ "خدا ایسی قوم لائے گا جن کو اللہ دوست رکھے گا اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان، کفار پر سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے"

بتاؤ! یہ قوم کون تھی۔ جو نبی کریمؐ کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا ثلاثہؓ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحاب رسولؐ اور یاران غاران کا نام دنیا میں یونہی مشہور ہوگیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۲۰) وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
(پارہ ۹ سورہ انفعال رکوع ۴)

ترجمہ:۔ اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں

بتایئے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے متقی ہونے کی الٰہی شہادت مل رہی ہے۔ مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبویؐ وہی آپؐ کے خلفائے راشدین تھے جن کو شیعہ ناحق سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزت ان کو متقون کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد کے متولی رہے اور خدا کے گھر (کعبہ شریف) کی کنجیاں بھی انہی کے ہاتھ میں رہیں اور بشہادت الٰہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہوسکتے

ہیں۔ وَلٰکِنَّ الشِّیْعَۃَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط

(۲۱) وَ مِنْھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَ یَقُوْلُوْنَ ھُوَ اُذُنٌ ط قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ رَحْمَۃٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ ط

ترجمہ:۔ منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک کان ہے۔ (یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہہ دے کہ کان (سننے والا) تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں۔)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے صاف بتلا دیا ہے کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین پر ہوتی تھی اور یہ مسلمہ بات ہے کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرتؐ کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ط جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے اور خدائے کریم فرماتا ہے کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سن کر ان کی تصدیق کریں چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا مصاحب گردانیں اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ رض پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا، کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے ناطے لیے اور اپنے گھر سے دیئے اور آیت سے ثابت ہے کہ یہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے ترابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۲۲) وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۲)

ترجمہ: اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ (دوزخ)

کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دی۔"

اس آیت میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی دوستی نے بالکل مٹا دیا اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔

مندرجہ بالا آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی واخوت پیدا ہو گئی تھی کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں کہ اسلام لا کر بھی ان میں عداوت بدستور رہی اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعومات فاسدہ کو۔ صاحبان اگر قرآن سچا ہے اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا پڑے گا کہ اصحاب ثلاثہؓ اور علی المرتضیٰ باہم بھائی بھائی اور شیر وشکر تھے۔ ایک دوسرے کے مفاد پر جان قربان کرتے اور باہم مل کر اسلام کی خدمات بجالاتے اور کفار سے قتال وجدال کرتے تھے۔ نیز آیت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو وفات نبویؐ کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد کافر ہو گئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فَاَنْقَذَكُمْ کا مضمون غلط ہو گیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی۔

(۲۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ط (پارہ ۴ سورہ آل عمران۔ رکوع ۷)

ترجمہ:۔ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم کی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک وصاف ہو گئے تھے اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا کہ پھر ظلمت کفر ان کے قلوب پاک میں عود کر آئی۔ اور واقعی نبی آخر الزماں کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبی کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا کہ تھوڑی سی مدت میں شرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے دنیا سے بت پرستی کا نام ونشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہ جو آپ کی کونسل کے اعلیٰ ممبران آپ کے صبح و شام کے مشیر باتدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل سے پھر گئے اور کفر و نفاق اختیار کر لیا تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی۔ کیا بعثت نبی علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص تھی۔ ؟ اور نبی علیہ السلام آخر الزماں کی قوت کی اعجاز کا یہی کرشمہ تھا کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو کس قدر اسلام اور ہادئ اسلام پر دھبہ آتا ہے اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقع ملتا ہے اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ بیہودہ گوئی اور لغویات ہیں جو کسی یہودی کے بہکانے پر روافض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادئ اسلام کی تعلیم پاک میں یہ قوت اعجاز تھی کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو سبق توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوہام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعث رفع ظلمات کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(۱۴) وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۳)

ترجمہ: مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے تو تمہیں تکلیف ہو۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر و شرک و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں اور ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے!

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہو گئی ہے اور کفر و فسق سے ان کی ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریمؐ کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیئے کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے۔ عبرت، عبرت، عبرت!!!

(۲۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱)

ترجمہ: پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی اور وہ اس انعام کے مستحق تھے اور خدا ہر شے کا علم رکھتا ہے۔"

یہ سورہ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے ان کو تسکین و تسلی دی گئی ہے اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے اصحاب حدیبیہ

پر سکینہ نازل ہوا اور صفت تقویٰ ان کے لیے ایسی وصف لازم ہو گئی جو کبھی منفک نہیں ہو سکتی

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ سچے جاں نثاران رسول فی الواقع اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کے لیے وصف تقویٰ لازم کی گئی ہو۔ کیا وہ منافق ہو سکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۲۶) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو (تو کیا مضائقہ) خدا اس کا ناصر ہے (جس نے اس وقت اس کو نصرت دی، جب کفار نے اس کو مکہ سے نکالدیا۔ وہ دوسرا تھا۔ دو میں سے جبکہ وہ دونوں (دو دوست) غار میں تھے اور جب کہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے)۔

# فضائل صدیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر بنظر انصاف غور کرنے سے فضائل صدیقی ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ (۱) ایسے ہولناک وقت میں امام الہٰی ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایسے خطرناک موقع پر اپنے اخلاص و عقیدت میں آپکا پکا نکلنا۔ بڑی بہادری سے اس پر خطر خدمت کا بصدق دل منظور کرنا اور دشمن کی تلواروں کے سایہ تلے سے اپنے پیارے آقا کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کرکے غار ثور میں لے جانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے۔

(۲) خدا کے حضور سے ثانی اثنین اور لصاحبہٖ ثانی رسول اور صاحب نبی، دو عظیم الشان خطابوں کا عطا ہونا۔ رسول خدا کا لَا تَحْزَنْ ایک تسلی بخش اور تسکین دہ فقرہ بھی۔ اس عاشق صادق کے لیے کچھ کم فخر نہیں ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ عاشق

ذات احمدی صلعم اگر اس سردار دوجہاں کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ بھی سن لیا کرتے تھے۔ تو مدت العمر اس کا لازمی ورد رکھتے تھے اور اس کو طرۂ امتیاز سمجھ کر اپنے مضمونوں میں اس پر اظہار فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر وہ فقرہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہی پاک منہ سے نکل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ علی رض المرتضیٰ جب کہ گھر سے کچھ مبغض ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور رسول اکرم صلعم ڈھونڈتے ہوئے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ صلعم نے فرمایا۔ قُم یا ابا تراب وہ فقرہ ابوتراب جناب علی رض المرتضیٰ کو ایسا پیارا ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ اب تک آپ کی یہ کنیت زبان زدِ عوام ہے۔ ایسا ہی ایک صحابی کو بلیوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو ابوہریرہ کہہ دیا تھا۔ انہوں نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی۔ ایک دفعہ ابوذر غفاری رض نے بار بار اعادہ سوال کیا۔ آپ صلعم نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ عَلیٰ رَغمِ انفِ ابی ذرٍ خفگی سے فرما دیا وہ عاشق ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا اور وہ عَلیٰ رَغمِ انفِ ابی ذرٍ فخر سے دوہرایا کرتا تھا۔ اب خیال فرمائیے کہ آنجناب صلعم کا اس خلوت کی مجلس میں ابوبکر صدیق رض جیسے عاشق صادق جاں نثار کو لَا تَحزَن کا دلاسا دینا اور پھر اس پیارے راحت بخش فقرہ کا رب العزۃ کے حضور میں منظوری کا شرف حاصل کر کے کلام الٰہی میں درج ہو جانا یہ فخر صدیق اکبر رض کے حصہ میں تھا۔ کون ہے جو صدیقی رتبہ کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے اور کون مردود ازلی ہے جو صدیقی فضائل سے انکار کر سکتا ہے۔

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ جو لَا تَحزَن کے بعد جو صدیق اکبر رض نے اس زبان حق ترجمان سے سنا۔ اِنَّ اللہَ مَعَنَا کا تعظیمی فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبر رض کی عظمت پر روشن دلیل ہے جانتے ہو۔ معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے؟ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اِنَّ اللہَ مَعَ الَّذِینَ اتَّقَوا وَّالَّذِینَ ھُم مُّحسِنُونَ ط خدا کی معیت متقین اور محسنین کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر جب معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبر رض کے لئے منصوص ہو گئی تو پھر ان کا متقی اور محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ اللہ اکبر معیت ایزدی اور کونسی معیت، وہی جو رسول صلعم پاک سے معیت ایزدی تھی۔ صدیق اکبر رض کے نصیب ہوئی

مَعَنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو مَعِی یا مَعَکَ نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعَنَا فرمایا یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبرؓ ایسے خاص وقت میں حبیب کبریا رسول الٰہی کی سچی محبت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و اجلال درگاہ رحمانی سے میسر ہو سکتا ایسی سچی خدمت گذاری کا صلہ ہے کہ رسول اکرمؐ سے اس خاص تعلق حضوری کی وجہ الٰہی سے حصہ لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

(۴) پھر قول الٰہی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ ط پر غور فرمایئے۔ یعنی خداوند کریم نے سَکِیْنَتَہٗ (رحمت اپنی) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمتِ الٰہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے بڑا مبارک ہے وہ شخص جس پر رب العالمین رحمت بھیجنے کی خبر قرآن کریم میں دے چکا ہے

(۵) قول باری تعالیٰ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ (کافروں نے رسولؐ کو اس حالت میں گھر سے نکالا کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا) اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے تھی۔ اسی قدر ابو بکرؓ صدیق سے بھی تھی۔ اور ہر دو کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جناب رسولؐ کی ہر مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیص و تعیین کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ کا صاحب رسول ثَانِیَ اثْنَیْنِ ہونا۔ اور دیگر فضائل کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر بالتصریح اس طرح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔

## واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق مصاحبت صدیق اکبرؓ با رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی اس لئے شیعہ مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں گو تاویلات رکیکہ سے دریغ نہیں کی مگر اصل واقعہ کو چھپانا مشکل ہوا۔ تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِیَّ الْاَعْلٰی یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ لَکَ اِنَّ اَبَا جَہْلٍ وَالْمَلَاءَ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ دَبَّرُوْا

يُرِيدُونَ قَتْلَكَ إِلَى أَنْ قَالَ وَأُمِرْتَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ آنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَآزَرَكَ وَثَبَتَ عَلَى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ وَإِلَى أَنْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيتَ أَنْ تَكُونَ مَعِي يَا أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي تَحْمِلُنِي عَلَى مَا أَدَّعِيهِ فَتَحْمِلُ عَنِّي أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَّا أَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ الدُّنْيَا أُعَذَّبُ فِي جَمِيعِهَا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيحٌ وَلَا فَرَحٌ مُبِيحٌ وَكَانَ ذَالِكَ فِي مَحَبَّتِكَ كَانَ ذَالِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَتَنَعَّمَ فِيهَا وَأَنَا مَالِكٌ لِجَمِيعِ مَمَالِكِ مُلُوكِهَا فِي مُخَالَفَتِكَ مَا أَصْلِي وَوَلَدِي إِلَّا فِدَاءُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا جَرَمَ أَنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلِيٍّ الَّذِي هُوَ كَذَالِكَ۔ انتهى ملخصًا۔

ترجمہ: خلاصہ کلام امام علیہ السلام کا یہ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام رسولؐ پر وحی لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل کر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت اور موانست اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابابکرؓ تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں۔ ویسے تیرے قتل کے لئے درپے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہو کہ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں۔ نہ مروں اور نہ آرام پاؤں تو میرے

نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہوں۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سن کر رسول اللہ وسلم نے فرمایا بتحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے)۔

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت امام حسن عسکری کی ہے۔ تو وہ امام والامقام کی روایت پڑھ کر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی کسقدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیق رضؓ کی رفاقت رسول ؐ سفر ہجرت میں اللہ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیق رضؓ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے رسول ؐ پاک کو اطلاع دے دی کہ اگر صدیق اکبر رضؓ نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا تو جنت میں بھی رفاقت رسول ؐ نصیب ہوگی۔ چونکہ یار غار نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا اسلئے حسب وعدہ الٰہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسول ؐ کے مستحق قرار پائے۔

(۳) رسول پاک صلعم کا یہ فرمانا کہ ابوبکر رضؓ تجھے پسند ہے کہ کفار تیرے اور میرے درپے آزار یکساں ہوں۔؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورے سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکر رضؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ ابوبکر رضؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر میں کفار کے نزدیک رسول پاک ؐ کے دست و بازو تھے۔ اور ان کو صدیق رضؓ سے وہی عداوت تھی، جو رسول پاک ؐ سے تھی۔

(۴) باوجودیکہ شدائد تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کرکے یقین دلایا تھا کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ یعنی عاشق صادق کا اس کو قبول کرکے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں اگرچہ

میری جان قیامت تک عذاب میں پھنسی رہے اور یہ کہ تکلیف حضورؐ کی رفاقت میں جاں نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخصے ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت ... اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

صدیق اکبرؓ کے جذبات محبت اور عشق رسول کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ اللہ علیم و خبیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا کہ تو میرے سمع و بصر کی بجا ہے اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر فضائل صدیقی کا ثبوت جو شیعہ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہیئے۔ لیکن افسوس ضد بری بلا ہے۔ شیعہ ایسی واضح اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر محمول کردیں گے۔ اللہ رے تقیہ؟ تو شیعہ کے ہاتھ میں کیسی سپر ہے؟ کہ کیسی ہی زد پڑتی نظر آئے تیرے حصن حصین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہلبیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان ہے کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعہ بات کہہ دیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

## دوسری شہادت

واقعہ غار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی بڑی مستند کتاب حملہ حیدری سے پیش کیا جاتا ہے۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ... جو سالم بحفظ جہاں آفریں
زنزدیک آں قوم پر مکر رفت ... بسوئے سرائے ابوبکرؓ رفت
بے ہجرت آں نیز استادہ بود ... کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبیؐ بود در خانہ اش چوں رسید ... بگوشش ندائے سفر در رسید
چو بوبکرؓ زاں حال آگاہ شد ... زخانہ بروں رفت و ہمراہ شد
چو رفتند چندے بداماں دشت ... قدم ملک سائے مجروح گشت
ابوبکرؓ آنجا بدوشش گرفت ... دریں جا حدیث است جائے شگفت

که در کس چناں قوت آمد پدید | که بار نبوت تواند کشید
برفتند القصه چندے دگر | چو گردید پیدا نشان سحر
بدیدند غارے دراں تیره شب | که خوانند عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جا | ولے پیش بوبکرؓ بنهاد پائے
بهر جا که سوراخ یا رخنه دید | قبا را بدرید آں رخنه چید
بدیں گونه تا شد تمام آں قبا | یکے رخنه نگرفته ماند از قضا
براں رخنه مانده آں یار غار | کف پائے خود را نمود استوار
نیامد جدا دیں شگرف از کسے | که دور از خرد می نماید بسے
نیامد چنیں کارے از غیر او | بدنبال چو پرداخت از رفت او
درآمد رسولؐ خدا هم بغار | نشستند یکجا بهم هر دو یار
چوں شد کار پرداخته هم چناں | رسیدند کافر بیابے برآں
درآمد بکف پائے آں یار غار | که بر روئے سوراخ بود استوار
رسیدش ز دنداں مارے گزند | درآں درد افغان او شد بلند
پیغمبرؐ باو گفت آهسته باش | رسیدند اعداء مکن راز فاش
مکن غم گراں صدا را بلند | که از زخم افعی نیابی گزند
بماندند اندروں تا سه روز و سه شب | بسر برد آں شاه بفرمان رب
شدے پور بوبکرؓ هنگام شام | به بردے دراں غار آب و طعام
نمودے هم از حال اصحاب شر | حبیب خدائے جهاں را خبر
نبیؐ گفت پس پور بوبکرؓ را | که اے چوں پدر اهل صدق و صفا
دو جمازه باید کنوں راهوار | که ما را رساند به یثرب دیار
هم از اهل دیں آمد یکے جلددار | بروں کرد راز نبی آشکار
از و جمله داریں سخن چوں شنود | دو جمازه در دم مهیّا نمود
تهی شد از آں قوم آں کوه و دشت | رسولؐ خدا عازم راه گشت

| | |
|---|---|
| بہ صبح چہارم بر آمد ز غار | دو جمازہ آوردہ بد جملہ دار |
| نشست از بر اشتر آں شاہِ دین | ابوبکرؓ را کرد باخود قرین |

ترجمہ: راوی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ صحیح سالم بحفظِ خدا اس نابکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے تو ہجرت کے لئے وہ تیار کھڑے تھے۔ کیونکہ آنحضرتؐ پہلے خبر دے چکے تھے۔ نبی علیہ السلام جب اس کے گھر پہنچے اور سفرِ ہجرت کی۔ ابوبکرؓ نے ندا سنی۔ ابوبکرؓ واقفِ حال ہو کر حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہو گئے۔ جب تھوڑا سا سفر صحرا طے کیا۔ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ تب ابوبکرؓ نے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور یہ امر واقعی عجیب ہے کہ اس جاں نثار کو کیسی قوت حاصل ہو گئی کہ بارِ نبوت کا متحمل ہو گیا۔ الحاصل چلدیئے تاکہ وقت سحر ہو گیا۔ ایک غار نظر آئی جسے عرب غارِ ثور کہتے ہیں۔ اس غار میں جا گزیں ہوئے۔ جس میں پہلا قدم ابوبکرؓ نے رکھا جہاں کہیں سوراخ پایا۔ کرتہ پھاڑ کر سوراخ بند کئے حتی کہ کرتے کے چیتھڑے ختم ہو گئے اور ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس باقیماندہ سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ لیا۔ یہ عجیب فعل بغیر ایسے جانثار کے مشکل اور عقلاً محال نظر آتا ہے۔ رسولِ خداؐ غار میں داخل ہوئے اور دونوں دوست یکجا بیٹھ گئے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی۔ یکلخت کافر آ گئے۔ اس وقت اس نے پاؤں کو سوراخ میں رکھا ہوا تھا۔ سانپ نے ڈسا اور مارے درد کے چیخ نکل گئی پیغمبرؐ نے کہا خاموش رہو۔ راز فاش نہ ہو جائے غم مت کرو اور آواز نہ نکالو۔ گزندِ مار تکلیف نہ دے گا۔ تین دن رات تک امرِ الٰہی سے اس غار میں وقت گزارا۔ ابوبکرؓ کا فرزند شام کے وقت غار میں کھانا پہنچاتا تھا اور کفار کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام نے پسرِ ابوبکرؓ کو کہا کہ اے شخص جو اپنے باپ کی طرح صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ چاہئیں۔ جو مدینہ طیبہ تک ہم کو پہنچا دیں۔ ایک دیندار چرواہا بھی پسرِ ابوبکرؓ کا ہمراز تھا۔ چرواہے نے یہ خبر سنکر دو اونٹ مہیا کر دیئے۔ کفار سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔ تو حضور علیہ السلام عازمِ راہ ہو گئے چوتھے روز آپ غار سے نکلے اور اونٹ حاضر کئے گئے۔ ایک پر شہنشاہِ دوجہاں سوار ہوئے اور اپنے پیچھے اپنے وزیر باتدبیر کو سوار کیا اور دوسرے اونٹ پر چرواہا سوار ہو گیا۔

اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شعر ۲۰ و ۲۱ میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک دکھائی ہے تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کر کے داد انصاف دیا ہے اس قصہ سے جو شیعی فاضل مصنف حملہ حیدری نے بیان کیا ہے۔ حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو صدیق اکبرؓ کے عشق رسول کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سفر ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبرؓ کو بتا دیا تھا اور کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر حضورؐ سیدھے اپنے صادق الوداد دوست ابو بکر صدیقؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔

(۲) صدیق رضؓ حضورؐ کا جان نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا کہ کس وقت سرور دوجہاں اپنے جانباز عاشق کی جھونپڑی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ جونہی آہٹ سنی۔ فوراً قدمبوس ہوگیا۔

(۳) ابو بکر رضؓ نے اپنے محبوب سردار دوجہاں کی پیادہ روی کی تکلیف کو محسوس کر کے باوجود پیرانہ سالی حضورؐ والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہ دوجہاں کے قدموں کی خاک مبنے۔

(۴) عاشق صادق کو خدا نے فوق الفطرت طاقت بخشی کہ وہ گرانبار نبوت کا متحمل ہوگیا جس کا متحمل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔

(۵) جب تیرہ غار میں داخلہ کا وقت ہوا۔ تو حضور علیہ السلام کو نہ داخل ہونے دیا جب تک کہ مار و مور موذیات کے تمام سوراخ اپنا کرتہ چاک کر کے بند نہ کئے۔ جب کوئی چیتھڑا باقی نہ رہا تو باقی ماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر دیا۔ کہ کوئی موذی کاٹے تو عاشق کو۔ اور محبوب دوجہاں کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخر کار گزندافعی کی تکلیف برداشت کی اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتاب عالمتاب کے انوار تاباں تمنا حاصل کئے۔ جنہوں نے دوجہاں کو روشن کر ناتھا۔ اس دوران میں کیا کچھ اسرار قدرت اس خوش نصیب مرید نے مشاہدہ کئے ہونگے۔ جو اپنے مرشد ہادی دوجہاں سے خلوت گزیں ہو رہا تھا۔

زہے نصیب ابوبکرؓ زہے نصیب طالع ابوبکرؓ۔

(۸) حضور سرورِ کائنات اپنے مخلص دوست ابوبکرؓ کے متواتر تین دن رات مہمان رہے۔ چنانچہ ہر سہ روز کھانا ابوبکرؓ کے گھر سے جاتا تھا جس کو حضورؐ تناول فرماتے تھے۔ دکیا رسولؐ کا زود شناق کے گھر کا کھانا ایسے نازک وقت میں منظور کرسکتا ہے؟

(۹) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السّلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے یارِ غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفرِ ہجرت اس کی ہمراہی میں طے فرمایا۔ پھر تعجب ہے کہ اس قدر فضائل صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیعہ صدیقؓ کو برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

# تیسری شہادت

واقعہ غار کے متعلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی ص۵۱ میں یوں پائی جاتی ہے۔

قولہٗ۔ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ط فَاِنَّہٗ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِہٖ رَفَعَہٗ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی سَفِیْنَۃِ جَعْفَرَ وَاَصْحَابِہٖ تَقُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَی الْاَنْصَارِ مُحْتَبِئِیْنَ فِیْ اَفْنِیَتِھِمْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ تَرَاھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِیْھِمْ فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَرَاٰھُمْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ۔

ترجمہ۔ قولہٗ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ راوی کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے

حدیث بیان کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادق تک روایت پہنچائی۔ امام نے فرمایا جب کہ تھے رسول پاکؐ غار میں ابو بکرؓ کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابو بکرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ابو بکرؓ نے کہا مجھے بھی دکھایئے حضورؐ نے ابو بکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیقؓ ہے۔"

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابو بکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ بیشک تو صدیقؓ ہے۔ جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابو بکرؓ کے چہرے کو منور فرمایا اور کشف اسرار غیبیہ ہوا تو پھر اس چہرہ کو نار دوزخ سے کیا خطرہ جب کہ ایک رومال دست مال جو انسؓ کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ شفاف وصاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی بلکہ اور جلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابو بکرؓ کو حاصل ہو گیا پھر یہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا بے شک صدیقؓ اکبر کو کلید اسرار غیبی بصلہ رفاقت غار عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابو بکرؓ کو بصلہ خدمات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیقؓ بارگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحتہ دے رہی ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

این سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی جلد ۳ (روضہ) صفحہ ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ میں درج ہے۔ اگرچہ ان میں مصنفین نے حسب عادت کسی قدر نیش زنی کی ہے۔ لیکن روایت جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

# اعتراضات شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح متغر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے لیکن بقول شخصے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے جن کا دفعیہ ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے درج کر کے پھر جواب لکھا جائیگا

اعتراض شیعہ:۔ آیت میں لِصَاحِبِہٖ سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسفؑ کا ذکر بھی ہے۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ حالانکہ وہ کافر تھے۔

جواب:۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صَاحِبَیْ یُوسُفْ نہیں بلکہ صَاحِبَیِ السِّجْنِ مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجن (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے۔ صاحبی مضاف اور سجن مضاف الیہ۔ صاحبی کی یا ضمیر متکلم نہیں ہے بلکہ اصل میں صَاحِبَیْنِ (تثنیہ) تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو کر صَاحِبَیِ السِّجْنِ کہا گیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لِصَاحِبِہٖ میں صاحب کی اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسول خدا کی طرف راجع ہے۔ غرض صَاحِبُ الرَّسُوْل کہلانا اور چیز ہے اور صَاحِبُ السِّجْنِ اور شے ہے۔ پھر جیل میں رہنے والے یوسفؑ کے ساتھی پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق صادق کے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ایسا ہی قَالَ لِصَاحِبِہٖ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسول ص) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت و وضاحت سے وہ ولایت علی رض تو کجا قرآن سے علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ط

غور کرو کہ اگر الٰہ العالمین کو ابو بکر صدیق رض کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا تو واقعہ غار میں صرف رسول ص پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابو بکر رض کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی اور ذکر بھی ثَانِیَ اثْنَیْنِ اور لِصَاحِبِہٖ کے ساتھ کرنا نہایت ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔

اعتراض شیعہ :- رسول ص کا ساتھی ہونا فضیلت کی بات نہیں کیونکہ نوح و لوط علیہ السلام کی عورتیں رسول کی ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب :- اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی تو ان عورتوں پر صدیق رض کو قیاس نہ کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ، کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا ہے کہ (پلید عورتیں پلید مردوں کے لئے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں) لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثناء فرما کر قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۵

لیکن معاذ اللہ کیا خدیجۃ الکبریٰ رض اور عائشۃ الصدیقہ رض کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے، کلا و حاشا اسی طرح صدیق اکبر رض ایسے جانباز کی صحبت رسول ص کو امراۃ لوط ع و نوح ع پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جب کہ ان کے کفر کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں

تصریح کر دی ہے اور ادھر ابو بکر صدیقؓ کو سند خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرما دیا ہے۔

اگر ابو بکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کافر و منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خوف تھا؟ غرض آیت کے جملہ الفاظ پر غور کرو۔ پھر دیکھو کہ کس قدر تعریف ابو بکرؓ کی ثابت ہے۔

اعتراض:۔ شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لَا تَحْزَنْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل معصیت ہے۔ اگر یہ حزن کرنا نیکی ہوتی تو اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور یہ صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب:۔ شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیت پر بھی نظر ڈال لیا کریں تو ایسی خرافات لکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ کیا شیعہ معترض کو معلوم نہیں ہے کہ اس قسم کے کلمات پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں۔

جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا۔ تو آپ بمقتضائے بشریت ڈر کر بھاگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۵ (پارہ ۱۹ رکوع ۱۶)

ترجمہ: اے موسیٰؑ مت ڈر۔ میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

(۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائیں۔ اس وقت بھی حضرت موسےٰؑ خائف ہو گئے۔ اللہ العالمین نے فرمایا۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (پارہ ۱۶ رکوع ۱۳) ترجمہ: "ڈر نہیں تو ہی غالب ہوگا۔"

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا تو ڈر گئے۔ پھر جب بھونا ہوا گوشت ان کے روبرو رکھا اور فرشتوں نے نہ کھایا۔ از بس خائف ہو گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ط

ترجمہ: "فرشتوں نے کہا ڈر مت ہم تو قوم لوط کو عذاب دینے آئے ہیں۔"

(۴) لوطؑ کے پاس جب فرشتے آئے وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی:۔

قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ (پارہ ۲ رکوع ۳)

ترجمہ. فرشتوں نے کہا خوف اور غم مت کیجئے۔ ہم تجھے اور تیرے عیال کو بچائیں گے۔ سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۲)

ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجئے اور کفار کے مکر کی پرواہ نہ کریں۔

(۶) مومنین سے خطاب ہے. لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۸)

ترجمہ: خوف اور غم مت کرو اور بہشت موعودہ کی بشارت۔ الخ

اب شیعہ بتلائیں۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں جو اولی العزم مرسلین کے خطاب ہیں ہیں اور بالخصوص ہمارے رسول اکرمؐ اور مومنین کے خطاب ہیں وہی کلمہ "لاتحزن" استعمال ہوا ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف وحزن کو جو مقتضائے بشریت ان پر طاری ہوا۔ داخل معصیت سمجھو گے اور "لا تخف ولا تحزن" کے خطاب کو ان کی عظمت شان اور شفقت الٰہی پر محمول کرو گے یا ان کی توہین وہتک قرار دو گے؟ پھر اسی کلمہ لاتحزن کا استعمال جب ابوبکرؓ کی تسکین خاطر کے لیے استعمال ہوا۔ اس کے متعلق شیعہ کا اعتراض کہاں تک بجا ہو سکتا ہے؟

اعتراض:۔ شیعہ کہتے ہیں جب کفار آئے، ابوبکرؓ رونے لگے۔ تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں، حقیقت میں کفار سے ملے ہوئے تھے۔

جواب:۔ اس سے بڑھ کر بیہودہ اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے کیا علیم وخبیر کو بھی خبر نہ تھی کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکرؓ دیا گیا۔ اور رسول بھی اس بارے ناآشنا تھے کہ ابوبکرؓ اندر سے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور پھر جب

رسول علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دی ہوئی تھی۔ اور وہ رات بھر منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا کہ تم لوگ گھات لگا کر راستہ میں بیٹھو میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھایا تو بجائے اس کے غار ثور کی طرف لے جاتا، ابوجہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار غار پر آگئے۔ رو کر سنانے کی بجائے ان کو پکار کر کیوں نہ کہہ دیا کہ آؤ۔ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے جب بزعم شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے تو اس اکیلے دشمن (رسول پاک صلعم) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ اگر سچ ہے کہ اس وقت ابوبکرؓ نے رونا چلانا شروع کر دیا تھا تو کافر آواز سنکر اندر داخل کیوں نہ ہو گئے۔؟ شیعو! کچھ غور کرو بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دنیا اندھی نہیں ہے!

حقیقت یہ ہے کہ ابوبکرؓ نہ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہوگئی کہ محبوب دوجہاں خدا کے پیارے رسول کو کانٹا تکلیف نہ پہنچائیں حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہجر یوسف علیہ السلام کا تھا جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم ہجر یوسفؑ سے سفید ہو گئیں) حضور علیہ السلام نے اپنے لخت جگر ابراہیمؑ کی ذات پر فرمایا۔ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ (ہم اے ابراہیم! تیرے فراق سے غمناک ہیں)

غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے کے لئے ہو اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ پروانہ شمع محمدیؐ کو اپنی جان کی ذرہ پرواہ نہ تھی۔ بلکہ وہ نقد جان محبوب دوجہاں پر نثار کر چکا تھا۔ اور کہہ دیا تھا کہ آپ کی محبت میں جس قدر تکلیف دیکھوں میرے لئے عین راحت ہے ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت    اماں چاہتاں کرد کہ موجود ہمیں است

بلکہ اس عاشق صادق کو غم تھا تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سردار دوجہاں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراض :۔ اَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ عَلَیہِ ط میں علیہ کی ضمیر رسول ﷺ کی طرف راجع ہے نہ کہ ابو بکرؓ کی طرف جیسا کہ آیت اِلَّا تَنصُرُوہُ الخ میں باقی ضمائر کے مرجع بھی رسول کریم ﷺ ہیں۔ پھر اس سے رحمت الٰہی کا مورد ابو بکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔

جواب :۔ جب شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ گھبراہٹ رسول پاک کو نہیں بلکہ ابو بکر صدیقؓ کو تھی اور اسی لیے لَا تَحزَن محض ان کی تسکین کے لیے فرمایا گیا تو پھر سکینہ جس کا معنیٰ ہی تسکین ہے رسول ﷺ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ پہلے سے ہی مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہرحال تسکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا اور یہ بات کہ اور ضمائر کا مرجع رسول ﷺ ہیں۔ اس لیے علیہ کا رجوع بھی ادھر ہی چاہیے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ جیسا کہ تُعَزِّرُوہُ وَتُوَقِّرُوہُ ط وَتُسَبِّحُوہُ بُکرَۃً وَّاَصِیلاً ط میں پہلی ضمیریں رسول علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہیں اور آخری کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیہِ یَجُرُّہٗ اِلَیہِ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن درمیانی یَجُرُّہٗ کی ضمیر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اعتراض :۔ ابو بکرؓ کا آنحضرت ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیت الحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؓ) نے درخواست کی تھی کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم گرانبار نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر ابو بکرؓ کو اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس گرانبار کو اٹھا لیا۔

جواب :۔ یہ مشیت ایزدی ہے کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ فَاَبَینَ اَن یَّحمِلنَہَا واشفقن منہا وحملہا الاِنسَانُ میں حق تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ گرانبار امانت کو برداشت کرنے کی طاقت آسمان و زمین کو باوجود اس عظمت و جسامت کے نہ ہو سکا لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے

قبول کر لیا ۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے ۔ صدیق اکبرؓ کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے تو اس کو کون روک سکتا ہے ؟ وہی خدا ہے جس نے ایک زمانہ میں ابابیل جیسے حقیر پرندے کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی ۔ اور ان کی چونچ میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی قوت عطا فرما دی تھی ۔

امراُدرا ۔ یَفعَلُ اللّٰہ مَا یَشَآءُ

پھر تو یہ تم بھی جانتے ہو کہ حضور علیہ السلام اُونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے اور اونٹ گرانبار نبوت کا حامل ہو گیا لیکن شیرِ خدا جن میں سینکڑوں شیروں کی طاقت تسلیم کی جاتی ہے اُن کے برداشت کی قوت نہ رکھ سکے ۔

**اعتراض** :۔ اندھیری رات اور تاریک غار میں ابو بکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے جن کو بند کرتا پھرا ۔ یہ قصہ بھی غلط ہے ۔

**جواب** :۔ یہ ضروری نہیں کہ چند میل مسافت کے بعد غار ثور تک پہنچنے کے وتت بھی تاریکیٔ شب موجود تھی ۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وتت ضرور ہو گیا ہو گا جیسے صاحب حملہ حیدری بھی نشان سحر کی نمودار کا قائل ہے پھر روشنیٔ صبح میں سوراخ کا نظر آجانا محال نہیں ہے نیز اگر شیعہ معترض کو اس بات کا بھی اعتقاد ہو کہ چہرۂ انور رسولِ اکرمؐ وہ سراج منیر تھا کہ اس کی نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ہیچ ہے جیسا کہ حضرت انسؓ خادم رسولؐ کی روایت ہے کہ ایک دن چودھویں چاندرات میں حضور انورؐ بیٹھے ہوئے تھے ۔ میں چاند کی طرف بھی نظر دوڑاتا اور پھر چہرہ پرنور حضورؐ کو دیکھتا تو مجھے حضورؐ کے طلعتِ زیبا کے سامنے چودھویں؎ رات کا چاند ماند نظر معلوم ہوتا یہ بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ حسن یوسف علیہ السلام میں یہ کمال تھا کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں

---

؎ ایسے واقعات بطور خرقِ عادت احیانًا پیش آتے تھے نہ دوامًا ۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ تاریک رات ہوتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی اور ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں اٹھی تو حضور اکرم کو بستر مبارک پر نہ پایا ۔ تاریکی میں میں نے ادھر ادھر ہاتھوں سے تلاش کیا تو حضورؐ کے پاؤں مبارک سے میرا ہاتھ لگا ۔ اس وقت حضور صلعم سجدے میں پڑے تھے ۔ ۱۲ (احقر منظر حسین غفرلہٗ)

میں پہرتے تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ چہرہ تاباں کی روشنی ہوتی۔ پھر اس ماہ مدنی ﷺ کے چہرہ تاباں کے نور سے کیوں انکار ہے ؟ کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکر رضؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے کہ اس شمع نور (ذات احمدی) کا یہ اثر تھا کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفر کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر آرہی تھی۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ کور باطن کو اس بات پر تعجب ہے کہ اندھیری رات میں ابوبکر رضؓ کو غار کے سوراخ کس کس طرح نظر آگئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی آخر اندھا بھی تو ٹٹول کر معلوم کر لیتا ہے۔

کیا ہاتھ سے ٹٹول کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے ؟ امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہو گی اس لیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت اِلَّا تَنْصُرُوْہُ الخ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع قمع ہو چکا ہے اب ہم استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۷) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۳)

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال کیے وعدہ کر لیا ہے کہ بالضرور ان کو زمین کا جانشین اور خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لیے پسند کیا ہے متمکن (مضبوط) کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکے کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرما دیا اگر کوئی دل نور ہدایت سے منور ہو تو اس کو مسئلہ معہودہ کی نسبت اس فیصلہ ربانی کے مان لینے میں تامل نہ ہوگا۔ دیکھو ارب العباد نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس خاص الخواص جماعت مومنین کو حتمی وعدہ دے دیا ہے کہ ان کو خلافت کی سند ضرور عطا کی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے سچے پیرووں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ اس وقت دین پر ہر طرح کی خوب استقامت ہوگی اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائے گا یہ جماعت ایسے مخلص عباد صالحون کی ہوگی کہ باوجود اس اقتدار و عہدہ خلافت کے حاصل کرنے کے بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ الٰہی اصحاب ثلثہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں اگر ہوا تو کیا وہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے یا نہ؟ اگر نہیں تھے تو کیوں اس انعام الٰہی وعطیہ خلافت معہودہ سے مشرف ہو گئے؟ اس کے مستحق تو وہی لوگ تھے جو اٰمَنُوْا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پایا کرتے ہیں؟ خصوصاً جب انعام بخشنے والا علام الغیوب اور علیم بذات الصدور ہو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام کا اطلاع نامہ تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے اور تقسیم انعام کے وقت وہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پا جائے۔ ایسا کیوں ہوا کہ بوقت تقسیم انعام انعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکا ہوا۔ یا انعام والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کرکے دوسروں کو انعام دیدیا اور پہلوں سے وعدہ خلافی کر بیٹھا۔ یا جماعت غیر مستحقین زبردست تھی اول نے دوسری سے زبردستی چھین کر وہ انعام اڑا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ اس ذات علیم وخبیر کے آگے اعزاز کے ساتھ مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر وتبدل کرتا ہے اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہے۔ جو اس کے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے اور اس کی دی ہوئی نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَيَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

کی وصف سے موصوف ہے وہ اپنے ارادوں کو پورا کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس کی صفت لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اس کے ارادہ و مشیت میں یہی تھا کہ بعد وفات سرورِ کائنات آپ کی خلافت کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لیے ان کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہوا جس کی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں۔ جس نے ہادیٔ اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعدائے دین سے مقابلہ کیا۔ جس نے اپنی وجاہت اور دنیوی اقتدار نظر انداز کر کے دین رسول کی سچی تابعداری سب سے اول اختیار کی ہے۔ جس نے عمر بھر اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نباہا ہے۔ جو اس کا نہایت ہولناک اور پرخطر موقعہ میں ہمدم اور یارِ غار رہا ہے۔ جس پر اس پاک رسول صلعم کی نظر شفقت بلحاظ اس کے کہ ؎

قدیمان خود را بیفزا قدر

سب سے زیادہ تھی۔ جس کو اس پاک رسول صلعم نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنے مصلے پر کھڑا کرنے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے ثم فثم۔ منطوق آیت صاف پکار رہا ہے کہ خلفاء اربعہ نے نہ اپنے اختیار اور کوشش سے اور نہ کسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی بلکہ محض خدائے پاک کے ارادے سے اس کے حتمی وعدے کے بموجب ان کو اعزازات ملے اور اسی ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی کہ ارادۂ ایزدی پر غالب آسکتا۔ اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا یا وقت سے پہلے اس اعزاز کا حصہ لے سکتا۔ تقدیر اور مشیت ایزدی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی اور نہ ارادۂ الٰہی کا مقابلہ انسانی منصوبے سے ہو سکتا ہے پھر یہ کہنا سخت

بے ایمانی ہے کہ وعدۂ الٰہی تو علی المرتضیٰ کے لیے تھا اور وہی سب سے زیادہ مستحق تھے لیکن ثلاثہ نے زبردستی سے ان کا حق چھین کر خود خلافت لے لی۔ بھلا کچھ تو عقل کیجیے۔ یہ تو مان بھی لیں کہ اسد اللہ الغالبؓ پر ثلاثہ کی قوت غالب ہو جائے اور ان کے مقابلہ میں شیر خدا خیبر شکن بے بس ہو کر دم بخود رہ جائیں۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہے کہ ثلاثہ رضہ خدائے قدیر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعود اور دی ہوئی نعمت شیر خدا سے چھین لیں۔ نعوذ باللہ من فاسد الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر ہے کہ وعدۂ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لیے تھا نہ فرد واحد کے لیے کیونکہ آیت میں موعود لہم جماعت مومنین ہے۔ نہ ایک شخص اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا کا صیغہ ہائے جمع پر غور کرو اور جو نشان ان موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہؓ سے فائق تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے ہیں اور یہ امر مسلّم ہے کہ خلفائے اربعہ دیگر صحابہؓ کرام سے اوصاف میں فاضل تھے، وہی اس امر جلیل کے مستحق تھے اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ملنا مقدر تھا۔ ادھر زمانۂ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسول برحق نے اَلْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ فرما کر اس کی میعاد تیس سال بیان فرمادی تھی۔ تو پھر فرمائیے کہ سوائے اس ترتیب کے جو سلسلہ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کون سی تھی؟ کہ یہ چاروں بزرگوار اس عطیۂ الٰہی سے اس میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضیٰؓ کو سب سے پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحابؓ اس نعمت موعودہ سے محروم رہ جاتے کیونکہ ان کا زمانۂ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا تو کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہ جاتے۔ سبحان اللہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

اس آیۂ کریمہ نے مسئلہ ایمان صحابہؓ کے ساتھ مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ فرمادیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے خلافت ملنے کے بعد بھی یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کے پورے مصداق رہیں گے ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر پیدا

ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے مسکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست اور توحید میں سرشار رہیں گے۔

صاحبان! محور کیجئے یہ آیت خلفاءِ ثلثہؓ کے ابدی ایمان پر شاہد عادل ہے نیز خداوند کریم نے ان کے ایمان ابدی کی شہادت دے کر پھر یہ بھی فرما دیا کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا اور ان کے احسانِ عام کا کفران کرے گا۔ تو سمجھ لو وہ گمراہ بدبخت ناشی ہے معنیٰ آیت فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ مفسرین نے یہ کیا ہے۔ اَمَّا مَنْ اَنْكَرَ عَنْ اِحْسَانِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ شیعہ صاحبان! ذرا انصاف کی عینک لگا کر پڑھیں۔ بتائیں تو سہی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۞ کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں کہ وہ زمانہ تو سخت پُر آشوب تھا۔ ہمارا ایک ہمعصر شیعہ اپنے رسالہ سجادیہ کے صہ۴۸ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

"حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بوجہ بغاوت بی بی عائشہ صدیقہؓ وغیرہ غایت درجہ پرشور رہا۔ اور عرب میں گویا ۱۸۵۷ء کا سا حال ہو رہا تھا۔"

پھر ایسا پرشور زمانہ تو اس پیشگوئی" وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ الخ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ خلفاءِ ثلثہؓ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفات رسول مقبولؐ کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا۔ مسیلمہ اور اسود عنسی جیسے جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا اور صدیق اکبرؓ نے توفیق ایزدی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب الٰہی وعدے ان منافقوں کے حق میں پورے ہوئے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ آیت استخلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ جب کہ کتب شیعہ سے استدلال کیا جائے گا۔

(۲۸) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (پارہ ۱۷، رکوع ۷)

(ترجمہ: ہم نے ذکر (تورات) کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہونگے۔

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشنگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ پیشنگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند علیم وخبیر خبر دیتا ہے کہ توراۃ[1] اور زبور میں پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ اَلْاَرْضُ ارض مقدسہ (زمین کنعان) کے وارث میرے پاک بندے ہونگے۔ اب بتائیے۔ کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت فاروق اعظم رضؓ کے ہاتھ پر فتح ہوئی اور (اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحون میں سے ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں؟ سچ کہیے کہ اس سے زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے کہ ایک عظیم الشان پیشنگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی ہیں۔ وہ پیشنگوئی آنحضرت صؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے سچے خادم فاروق اعظم رضؓ کے عہد میں پوری ہوئی ہے اور پھر طرفہ یہ کہ اس زمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان ہی رہے ہیں شیعہ پر ہماری حجت ہے کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحون میں شمار نہیں ہیں اگر ہیں تو کیوں ارض مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں۔

بعض مفسرین نے ارض[2] سے مراد حرمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہرحال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین۔ اس کی وراثت ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تا قیامت رہے

---

[1] تورات میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے "میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ پیدائش باب ۱۷ آیت ۸۔ اور زبور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن وہ حلیم ہیں۔ زمین کے وارث ہونگے۔ ۳۷۔ آیت ۱۱ صادق زمین کے وارث ہونگے ۳۷ زبور آیتہ ۲۹ جن پر اس کی برکت ہو۔ زمین کے وارث ہونگے: اور جن پر لعنت ہو کٹ جائیں گے (زبور ۳۷ آیت ۲۲) [2] بعض محققین کا ارشاد ہے کہ اس

گی۔ اور وہ بشہادت الٰہی عباد صالحون ہیں۔

سوال ۱:۔ اس موقع پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس زمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ بوساطت شریف حسین نصاریٰ کا بھی عمل دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ پھر تو بتہ سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے۔؟

جواب:۔ یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مخالف کو قرآن میں تدبر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی اسے جرات نہ ہو۔ آیت میں یرثُ کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بدمذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے دھکا کر نکال دیا جائے تو وہ یرثُ کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ کتنی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخیل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا وہابی پہلے بھی کچھ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا اب جو وہاں انہوں نے دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دیئے جائیں گے وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہلسنت والجماعت کا رہا ہے اور رہے گا۔ کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کا وعدہ میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا اس پاک سرزمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہو گی۔

---

آیۃ میں الارض سے مراد ارض جنت ہے اور سیاق قرآنی سے یہ معنی زیادہ مناسبت رکھتا ہے (منظور حسین)

# عقلی دلیل

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانان اہلسنت والجماعت مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں۔ لہٰذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے جو تمام کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانان اہلسنت ہی ہیں جو تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اس کے یہود کے دلوں میں حضرت عیسیٰؑ اور محمد عربیؐ کی عزت نہیں ہے۔ نصاریٰ بھی رسول آخر الزماں کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضیٔ مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔

پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاکؐ کے روضہ اطہر ہیں۔ آپؐ کے دو خادم صدیقؓ و فاروقؓ پہلو بہ پہلو سوئے ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحابؓ کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضۂ نبویؐ کا بھی احترام نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ: هٰذَا صَنَمٌ اَكْبَرُ وَلَوْ اَقْدِرُ عَلَيْهِ لَهَدَمْتُهٗ (یہ بڑا بت ہے کہ مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں)۔ علاوہ ازیں باقی مزارات مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم، کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر نے اپنے تمام نوشتوں میں یہ حتمی وعدہ لکھ دیا ہے کہ ان اراضیٔ مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم اپنے عباد صالحون ہی کے سپرد کریں گے تاکہ مقامات مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آسکے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ ط

---

ؔلہ بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان حجاز ابن سعود سے جب تقلید ائمہ کی نسبت دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ صحیح حدیث مل جائے تو ہم کسی امام کا قول نہیں لیتے اور اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث نہ ملے تو ہم امام احمد بن حنبل کا قول اختیار کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

احقر منظر حسین غفر

# فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہو چکے ہیں۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا کامل الایمان ہونا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کا شیر و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور مشیر کار ہونا نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابعدار ہونا مقبول بارگاہ الٰہی ہونا بشہادت ائمہ اہلبیت کتب معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب ثلاثہ سے غیظ و غضب اور بغض و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتابیں اہلسنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب سنی فضلاء شیعہ کی معتبر کتابوں سے ان کو الزام دے سکتے ہیں۔

## ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعات غار کے متعلق تفسیر عسکری قمی اور حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں۔ جن سے فضائل صدیق رضی اللہ عنہ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اول ۱۔ فروع کافی جلد دوم ص۴۲ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہیے تاکہ خود ملوم و محسور نہ بن جائے۔ آگے لکھا ہے۔

هٰذِهٖ اَحَادِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَدِّقُهَا الْكُتُبُ وَالْكِتَابُ يُصَدِّقُهٗ اَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ حَيْثُ قِيْلَ لَهٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِيْ بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَّهٗ اَوْصٰى بِهٖ

ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهُ فِي فَضْلِهِ وَزُهْدِهِ سَلْمَانُ
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَبُوذَرٍ رَحِمَهُ اللهُ فَأَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ
إِذَا أَخَذَ عَطَاءَهُ رَفَعَ مِنْهُ قُوتَهُ لِسَنَتِهِ حَتَّى يَحْضُرَ عَطَاءُهُ
مِنْ قَابِلٍ فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ أَنْتَ فِي زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا
وَأَنْتَ لَا تَدْرِي لَعَلَّكَ تَمُوتُ الْيَوْمَ فَكَانَ جَوَابُهُ أَنْ قَالَ مَا
لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ عَلَيَّ الْفَنَاءَ أَمَا عَلِمْتُمْ
يَا جَهَلَةُ أَنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلَى صَاحِبِهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ
مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَقِدُ عَلَيْهِ وَإِذَا هِيَ أَحْرَزَتْ مَعِيشَتَهَا اطْمَأَنَّتْ.

وَأَمَّا أَبُوذَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ لَهُ نُوَيْقَاتٌ وَشُوَيْهَاتٌ
يَحْلُبُهَا فَيَذْبَحُ مِنْهَا إِذَا اشْتَهَى أَهْلُهُ اللَّحْمَ أَوْ نَزَلَ بِهِ ضَيْفٌ
أَوْ رَأَى بِأَهْلِهِ الَّذِي مَعَهُ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُورَ أَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلَى
قَدْرِ مَا يَذْهَبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَيَأْخُذُ هُوَ نَصِيبَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ
لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَمَنْ أَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيهِمْ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ۔

ترجمہ:۔ یہ احادیث رسول پاکؐ ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے.
اور کتاب اللہ کی تصدیق اپنے عمل سے مومنین کرتے ہیں۔ جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل
ہوں۔ ابو بکرؓ نے بوقت وفات جب اس کو وصیت کے لیے کہا گیا فرمایا کہ میں پانچویں
حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ پانچویں حصہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدا نے تیسرے
حصہ کی اسے اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ تیسرے حصہ کی وصیت میں زیادہ
ثواب ہے تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابو بکرؓ کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور
ابو ذرؓ کو سمجھتے ہو۔ پس سلمانؓ کو کوئی عطیہ دیتا۔ پورے سال کی خوراک ذخیرہ
کر لیتا حتیٰ کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ حاصل ہو۔ لوگوں نے کہا آپ باوجود زاہد ہونے کے
ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا۔ تمہیں میرے

زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟ جبکہ میرے مر جانے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو۔ تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے۔ جب تک کہ اسے قدر معیشت نہ مل جائے۔ جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنا معیشت فراہم کرے مطمئن ہو جاتا ہے اور ابوذرؓ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت ہوتی۔ یا کوئی مہمان آ جاتا۔ یا اپنے متعلقین کو بھوکا دیکھتے۔ ان میں سے اونٹ یا بکری ذبح کر لیتے اور سب میں تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگواروں سے بڑھ کر بڑا زاہد کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کی شان میں رسولؐ پاک نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں۔

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ ان مومنین کاملین میں سے تھے جو کتاب اللہ کے سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمانؓ اور ابوذرؓ فضل و زہد میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا زہد و فضل اس سے اول درجہ رفائق رہا۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ ان برگزیدہ زاہدوں سے تھے۔ جن کا ہم پلہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں۔

سوال شیعہ:۔ ممکن ہے کہ مَن از هٰذا من هٰؤلاءِ کا اشارہ صرف سلمانؓ اور ابوذرؓ کی طرف ہو اور ابوبکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب:۔ اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے تو ابتداء حدیث میں الفاظ الکتاب یُصَدِّقُہٗ اَھْلُہٗ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کے بعد پہلے

ذکر ابو بکرؓ کا ہونا اور پھر سلمانؓ اور ابو ذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا
ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَہٗ فِیْ فَضْلِہٖ وَ زُهْدِہٖ جس کا مفہوم صاف
یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ اور ابو ذرؓ ہیں پھر ھٰؤلاءِ کا
مشارٌ الیہ صرف دو کو سمجھنا حد درجہ کی حماقت ہے ھٰؤلاءِ کے مشارٌ الیہ بلاشبہ ہر سہ
بزرگوار ہیں۔ اور حدیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ زہد و فضل میں حضرت ابو بکرؓ کا
نمبر سب سے اول ہے۔

افسوس! شیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحابؓ ثلاثہ کے زہد و تقویٰ کی نسبت ایسی
شہادت ائمہ اہلبیت علیہم السلام پڑھ کر بھی ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے خَتَمَ اللّٰہُ
عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ ط

دوم۔ علامہ طبرسی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی
الَّذِیْ الخ ابو بکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے روایت یوں ہے۔ عَنِ ابْنِ زُبَیْرٍ قَالَ
اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّہٗ اشْتَرَی الْمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا
مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَیْرَۃَ وَغَیْرِهِمَا وَاَعْتَقَهُمْ ط

ترجمہ: ابن زبیر سے روایت ہے کہ آیت شان ابو بکرؓ میں نازل ہوئی ہے اس
نے غلاموں کو جو اسلام لائے اپنے مال سے خرید لیا جیسا کہ بلالؓ اور عامر بن فہیرہ، اور
ان کو آزاد کیا۔

اب جس کی خدمات اسلام میں یہ ہوں کہ بلالؓ جیسے عاشق ذات نبویؐ کو کفار کے
ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے اور آزاد کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے نہ صرف
متقی بلکہ اتقی ہونے کی شہادت دے۔ اس شخص کی شان والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت
ہے۔ خدا روافض کو ہدایت کرے۔

سوم: کتاب احتجاج صفحہ ۲۰۲ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے
آپ نے فرمایا۔ لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰکِنَّ
اَبَا بَکْرٍ اَفْضَلُ ط

ترجمہ: میں ابوبکر رض و عمر رض کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکر رض فضیلت میں برتر ہیں۔ پھر جس شخص کو حضرت امام محمد باقر افضل سمجھتے ہوں۔ ان کی فضیلت سے انکار کرنا حد درجہ کی شقاوت ہے۔

**چہارم:** کتاب مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۸۹ میں ہے۔ کہ حضرت سلمان رض فارسی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر رض کی شان میں صحابہ رض کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ مَا سَبَقَكُمْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وُقِرَ فِيْ قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: ابوبکر رض نے تم سے زیادہ نماز و روزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ اس کے صدق صفا قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔

**پنجم:** شیعوں کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰ میں یہ روایت درج ہے۔ سُئِلَ الْاِمَامُ جَعْفَرٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ فَقَالَ الرَّاوِيْ اَتَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِهٖ فَقَالَ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکر رض نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے راوی کہنے لگا آپ اس کو صدیق کہتے ہیں؟ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھے اور کہنے لگے بہت اچھا صدیق رض بہت اچھا صدیق رض۔ بہت اچھا صدیق رض۔ جو اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔

**ششم:** کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۵۶۳ میں ہے۔

"داز پس اول زید بن حارثہ، ابوبکر رض مسلمان شد۔ و اسم او عبداللہ است و لقبش

عتیق وکینت او ابوبکر رضہ است واو پسر ابو قحافہ عثمان است و ہو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی وابوبکر رضہ علم انساب نیک میدانست ونسب او نیز محفوظ بود. و با بعضے از قریش الفتے بکمال داشت وچند تن را بنہانی دعوت باسلام نمود. ونزدیک پیغمبر صلعم آورد تا اسلام ایشاں عرضہ داشت نخستین عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود ودیگر زبیر رضہ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بود، وایں زبیر رضہ پسر برادر خدیجہ علیہ السلام است ودیگر عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لویؑ است ودیگر سعد بن ابی وقاص واسم ابی وقاص مالک بود. او پسر اہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لویؑ است. ودیگر طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب لویؑ است ایں جملہ از دستاں ابوبکر رضہ بودند وبدلالت او اسلام یافتند واز پس او عبیدہ رضہ اسلام آورد.

ترجمہ. اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکر رضہ مسلمان ہوئے. ان کا نام عبداللہ اور لقب عتیق اور کنیت ابوبکر رضہ ہے اور بیٹے ابو قحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے. ان کا نسب یوں ہے. عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی. ابوبکر رضہ علم انساب خوب جانتے تھے اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا. اور بعض قریش سے ان کی نہایت محبت تھی چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام دی اور پیغمبر صلعم کے پاس لائے. آپ نے ان پر اسلام پیش کیا. سب سے پہلے جو ترغیب ابوبکر رضہ سے مسلمان ہوئے. عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے. دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھے. یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے تھے. تیسرے شخص عبدالرحمٰن رضہ بن عوف ابن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھے اور چوتھے سعد بن ابی وقاص ان کا نام مالک تھا. وہ بیٹے اہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں. اور پانچویں طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی ہیں. یہ سب لوگ

ابو بکر رضؓ کے دوستوں میں سے تھے اور انہی کی راہنمائی سے یہ سب اسلام لائے اور ابو بکر رضؓ کے بعد عبیدہؓ اسلام لائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے اور برگزیدہ خاندان قریش سے تھے پہلے ہی سے ان کے نام (عبداللہ) میں توحید کی جھلک موجود تھی علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے اور محفوظ النسب تھے۔ ان کا لقب بھی عتیق (نجیب) تھا۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد حاصل ہوئی۔ چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے۔ کیا ایسا شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہو گیا اور اپنے اثر خاص سے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی حضور سرور عالم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد بھی منافق ہو سکتا ہے! کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔

ہفتم:۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی (شیعہ کی معتبر تفسیر) ہے۔ تفسیر آیت الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥

ترجمہ: اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقی ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ ط ترجمہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے وہ رسول خداؐ ہیں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابو بکرؓ ہیں)

ھشتم:۔ کتاب معرفتہ اخبار الرجال مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر عبدالعزیز۔ جال کشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۰ میں یہ حدیث بروایت بریدہ اسلمی درج ہے۔ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاؤُدَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ مُشْتَاقٌ اِلٰى ثَلٰثَةٍ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ اَنْتَ ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سَئَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ ط

ترجمہ: ابو داؤد کہتے ہیں۔ بریدہ اسلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا۔ فرمایا بہشت تین شخص کا مشتاق ہے۔ اتنے میں ابو بکرؓ آگئے تو حضورؐ نے فرمایا تو صدیق ہے تو دوسرا وہ کہاں ہے جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کاش! میں حضورؐ سے پوچھتا کہ وہ تین کون ہیں؟)

نہم:۔ احتجاج طبرسی میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءٍ إِذْ تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهُ قِرَّ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدٌ۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھے ہیں۔

کیا ان دو روایات کو پڑھ کر بھی شیعوں کو حضرت ابو بکرؓ کی صدیقیت میں کچھ شک وشبہ باقی رہے گا لیکن ضد کا کیا علاج؟

دہم:۔ نہج البلاغت میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں لکھا ہے۔

لِلّٰهِ بَلَاءُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَدَّى إِلَى اللهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي۔

نہج البلاغت مطبوعہ بیروت جلد اول صہ ۲۵۔ ترجمہ: خدا فلاں (ابو بکرؓ) پر رحمت کرے۔ کجی کو سیدھا کیا ہماری رجحانات کا علاج کیا۔ سنت رسولؐ کو قائم کیا۔ بدعت کو پیچھے ڈالا۔ دنیا سے پاک دامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پایا اور شر و فساد سے پہلے چلا گیا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور تقویٰ جیسے کہ چاہیے اختیار کیا۔ فوت ہو گیا اور لوگوں کو بیچ در بیچ راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا اور راہ پانے والا

یقین نہیں کرتا۔ شارحین[1] نہج البلاغت نے لفظ فلاں سے ابوبکرؓ یا عمرؓ مراد لیا ہے
دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰ، صدیق اکبرؓ کی کیسی تعریف فرماتے ہیں اور آخر میں
کہتے ہیں کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پر شور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

یازدھم:۔ تزویج فاطمہؓ کی تحریک ابوبکرؓ نے کی۔ جلاء العیون اردو جلد اول ص۱۱۸ میں درج ہے۔

روایت کی ہے کہ ایک دن ابوبکرؓ و عمرؓ و سعد بن معاذ مسجد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ بیٹھے آپس میں مزاوجت جناب فاطمہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا اشراف قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری حضرتؐ سے کی اور حضرتؐ نے ان کو جواب دیا کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے اس بارہ میں حضرتؐ سے کچھ نہیں کہا اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔

اور میرا گمان یہی ہے کہ سوائے تنگدستی کے اور انہیں کچھ نہیں مانع اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ خدا نے فاطمہؓ کو بیشک علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ پس ابوبکرؓ، عمرؓ اور سعد بن معاذ نے کہا۔ اٹھو! علیؓ کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ فاطمہؓ کی خواستگاری کریں۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے تو ہم اس بات میں ان کی مدد کریں گے۔ سعد بن معاذؓ نے کہا بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیرؓ کے گھر گئے۔ جب جناب امیرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرتؓ نے فرمایا کس لئے آئے ہو؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسنؓ! کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو۔ تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بہ سبب یگانگی و مصاحبت دائمی و نصرت دیاری اور جو روابط معنوی ہیں۔ وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی مگر حضرتؐ نے قبول نہیں کی اور جواب دیا کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔ پس تم کو

---

[1] شارح نہج البلاغت علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے لفظ فلاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ مراد ہونے کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "واقول اراد بہ ابی بکرؓ اشبہ من ارادتہ العمرؓ" (حقر سلطان حسین غفرلہ)

کیا جہیز فاطمہ رضؓ کی خواستگاری سے مانع ہے۔ ہم کو گمان یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ نے فاطمہ رضؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے۔ امیرؑ نے ابوبکر رضؓ سے جب سنا آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا۔ میرا غم اور اندوہ تم نے تازہ کیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا۔ جو فاطمہ رضؓ کی خواستگاری نہ چاہتا ہو، ولیکن بہ سبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے۔ پس ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا کہ جناب رسول اللہؐ کے پاس جا کر فاطمہ رضؓ کی خواستگاری کریں۔ جناب امیرؑ نے اپنا اونٹ کھولا اور گھر میں لا کر باندھا۔ الخ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کو کس قدر خیر خواہی امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی کہ اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہ رضؓ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ پہلے جناب امیرؑ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا مگر ان مردان خدا نے ان کو ڈھارس بندھائی اور معاملہ انجام بخیر ہوا۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں تو اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہ رضؓ) کا سہرا بھی ابوبکر رضؓ کے سر بندھتا ہے۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں تحریک کی

دوازدھم: جہیز فاطمہ رضؓ ابوبکر رضؓ نے خرید کیا۔

تزویج فاطمہ رضؓ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکر رضؓ نے نہیں کی بلکہ آخری رسوم خرید جہیز وغیرہ بھی ابوبکر رضؓ کے ہی ہاتھوں سے انجام پذیر ہوئیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صـ۱۲۳ پر مذکور ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا۔ یا علی اٹھو اور اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ پس میں گیا اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیئے۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کتنے روپے ہیں؟ اور میں نے کچھ نہ کہا۔ پس ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور بلال رضؓ کو بلا کر دیا اور فرمایا۔ فاطمہ کے لیے عطر و خوشبو لے آ۔ پس ان درہم میں دو مٹھیاں لے کر ابوبکر رضؓ کو دیں اور فرمایا بازار میں

جا کر کپڑا وغیرہ وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے لے آ. پس عمارؓ بن یسر اور ایک جماعت صحابہؓ کو ابو بکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے بس ان میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا ابو بکر کے مشورہ سے خرید کرتا اور دکھاتا تھا بس پیراہن سات درہم کو ایک مقنعہ چار درہم کو اور ایک چادر سیاہ خیبری و رسی کہ دونوں باٹ اس کے لیف خرما سے جڑے تھے اور دو توشک جامہ ہائے مصری، کہ ایک لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوسپندسے بھرا تھا اور چار تکیئے پوست طائف کے ان کو گیاہ اذخر سے بھرا تھا۔ اور ایک پردہ پشم اور بوریا اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا اور کاسہ چوبیں دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ قیراندود اور ایک سبوئے سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کئے۔ جب سب اسباب خرید چکے۔ بعض اشیار ابو بکرؓ نے اور سب اصحابؓ نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا اور حضرت رسول صلعم کی خدمت میں لائے حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر بلاحظہ فرماتے اور کہتے تھے۔ خداوند ابر اہلبیت پر مبارک کر (صلا) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاک صلعم کو بھی ابو بکرؓ پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ جہیز فاطمہؓ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے اور سب اسباب ان کے مشورہ سے خریدا گیا۔ دشمنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔؟

سیز دھم :۔ صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلاء العیون او دوصلا میں لکھا ہے ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسول کریم صلعم پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ آئے اور کہا۔ یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ میری اجل حاضر ہے ابو بکرؓ نے کہا آپ کا بازگشت کہاں ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ جانب سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماوی۔ و رفیق اعلیٰ و عیش گزارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دے گا۔؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ جو میرے اہلبیت سے ہے۔ مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کس چیز میں

آپ کو کفن کریں گے۔؟ حضرتؐ نے فرمایا! انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں یا جامہ ہائے یمنی و مصری ہیں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کس طرح آپ پر نماز پڑھیں؟ اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کانپنے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔ انتہی۔

اب شیعہ سے پوچھا جاتا ہے کہ ابوبکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے کہ آخر وقت میں بھی حضور علیہ السلام راز کی باتیں اور وصیتیں اسی کو سناتے رہے آخری وقت تو انسان تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہی بھلا معلوم ہوتا ہے جو مقرب الی اللہ ہو پاک لوگ آخری دم تک کبھی بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محب صادق ابوبکرؓ صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا کہ بوقت نزع بھی اسی کو شرف ہمکلامی بخشا۔ زہے شان ابوبکرؓ

**چہاردھم:** شیعہ کی متعدد کتب میں شیخینؓ کی نسبت حضرت امام جعفرؒ سے مروی یہ حدیث موجود ہے۔

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط

ترجمہ: ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں امام عادل اور باانصاف حق پر تھے حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو قیامت کے دن۔

**پانزدھم:** نہج البلاغہ کی شرح کبیر مؤلفہ کمال الدین ابن میثم بحرانی جو سنہ ۶۷۷ھ میں تصنیف کی گئی۔ میں یوں درج ہے:

وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ وَالْخَلِيْفَةُ الْفَارُوْقُ۔

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسلام میں سب سے بہتر اور خدا اور رسول کے بڑے مبلغ اسلام حضورؐ کے جانشین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے۔

اب میں پندرہ شہادت کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ائمہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اس قدر روشن شہادت دربارہ تعریف اعتراف فضیلت وصدیقیت حضرت ابوبکر رضؓ دیکھ کر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤگے ؟ ہاں مگر جن لوگوں کے دلوں پر شقاوت کی مہر لگ چکی ہے ان کو کون ہدایت کرے ۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

# حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمر رضؓ کے اسلام لانے کے متعلق ملا باقر مجلسی شیعی نے بحار الانوار جلد ۸ کتاب السماء والعالم میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے ۔ رَوَی الْعَیَّاشِیُّ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ ؕ

ترجمہ ۔ مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اے خدا ! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش ۔ سو حضور صلعم کی دعا مستجاب ہوئی ۔ حضرت عمر رضؓ کے اسلام لانے کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھا ہے ۔

---

## نظم

---

چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنش — بگفتنے شد عداوت منش
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال — نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز میگفت با اشقیا — کہ آرد کسے گر سر مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باؤ — دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مو
زدیبائے مصری و برد یمن — دگر سیم و زر بخشش چند من
عمر چوں شنید ایں سخن گفتنش — بجنبید عرق طمع در تنش
باو گفت سوگند اگر می خوری — کہ از گفتۂ خویش ہم نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا — بیارم بہ بیعت سر مصطفےٰ

گرفت از ابوجہل اوّل قسم
بآں کار چوں رفت بیروں عمرؓ
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش
برآشفت ابوحفص زیں گفتگو
سوئے خانۂ خواہر خویش رفت
چو آمد بہ پیش در وایستاد
شنید آنکہ مے خواند مرد نکو
عمر زد در و خواہرش باز کرد
در افتاد با جفت خواہر بجنگ
گلوئش بہ تنگی فشرد آنچناں
بیامد دواں خواہرش نوحہ گر
اگر شاد گردی زما ور ملول
کنوں گر بہ کشتی سر بداریم پیش
چو بشنید زواں حکایت عمرؓ
بگفتش چہ دیدی تو از مصطفےٰ
بگفتا کلام خدائے جلیل
شنیدیم و گر دید بر ما یقین
عمر گفت زاں قول معجز اساس
بود خواہرش آیۂ چند خواند
دلش زاں شنیدن بسے نرم شد
ازاں پس بگفتند باہم رواں
بدولت سرائے پیغمبرؐ شدند
یکے آمد و دید از پشتِ در

پس آنگاہ زد در رہ کیں قدم
یکے گفت با او نداری خبر
گرفت است دین محمدؐ بہ پیش
بگفتار نرم سنول خوں آو
چو آمد بہ نزدیک تر پیش رفت
صدائے شنید و بآں گوش داشت
کلامیکہ نشنید بہ آں گوش تا او
چو آمد درد شور آغاز کرد
گرفتش ز خلق بیفشرد تنگ
کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں
بگفتش چہ خواہی زما اے عمرؓ
نمودیم دین محمدؐ قبول
ولے برنگردیم از دین خویش
بد آنست کو برنگردد مگر
کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا
کہ آرد بادحضرت جبرائیلؑ
کہ ہست آں کلام جہاں آفریں
اگر یاد داری بخواں بے ہراس
عمر گوشش چوں کرد حیراں بماند
بسودائے اسلام سرگرم شد
بنزد رسول خدائے جہاں
چو در بستہ دید حلقہ بر در زدند
کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ

بنزد نبیؐ آرند و احوال گفت ۔۔۔ بماندند اصحاب اندر شگفت

چنیں گفت پس عم خیر البشر ۔۔۔ کہ غم نیست بروئے کشائید در

گر از راہِ صدق آمدہ مرحبا ۔۔۔ دگر باشد اورا بخاطر فساد

بہ تیغے کہ دارد حمائل عمرؓ ۔۔۔ تنش را بیکبار سازم زسر

چو در باز کردند بر روئے او ۔۔۔ درآمد عمرؓ بالب عذر گو

گرفتش بہ بر سرورِ انبیاء ۔۔۔ نشاندش بجائے کہ بودش سزا

بگفتند اصحاب ہم تہنیت ۔۔۔ وزاں بیشتر یافت دیں تقویت

پس اصحاب دیں را شد ایں مدعا ۔۔۔ کہ از خدمت سرورِ انبیاء

بسوئے حرم آشکارا روند ۔۔۔ نماز جماعت بجا آورند

رسید ایں سخن چوں بعرض رسولؐ ۔۔۔ ز خیر البشر یافت عزّ و قبول

**ترجمہ:۔** ایسا ہوا کہ ابوجہل حضرت رسول کی تبلیغ کرنے سے آپ کا سخت دشمن ہو گیا کہ بغیر قتل حضورؐ کے اسے کچھ نہ سوجھتا تھا۔ ایک روز کفار سے کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص محمد کا سر کاٹ لائے میں اس کو ہزار اونٹ ایسے انعام دونگا جو دو کوہان رکھتے ہوں اور سرخ رنگ کے ہوں۔ مصری ریشمی شال اور یمنی چادر کے علاوہ بہت ہی سونا دوں گا۔ عمرؓ نے جب اس کی یہ بات سنی اور سیم و زر کی حرص نے جوش مارا ابوجہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور اپنی بات پر قائم رہے میں آج یہ خدمت بجا لاتا ہوں اور حضورؐ کا سر کاٹ لاتا ہوں اور ابوجہل سے پہلے قسم لی۔ پھر اس بات پر آمادہ ہوا۔ جب اس کام کے لیے روانہ ہوا کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں ہے کہ تیری ہمشیرہ مع اپنے شوہر کے دین محمدؐ میں داخل ہو چکی ہے۔ حضرت عمرؓ اس بات سے خفا ہوئے اور کہا۔ ابھی اس کو قتل کرتا ہوں اپنی ہمشیرہ کے گھر کو روانہ ہوئے۔ اور جب گھر کے نزدیک پہنچ گئے۔ جب دروازہ پر کھڑے ہوئے تو آواز آرہی تھی جسے سننے لگے سنا کہ ان کا بہنوئی ایک کلام پڑھ رہا ہے جس کی مثل آپ نے پہلے کلام نہ سنی تھی۔ حضرت عمرؓ نے دستک دی ہمشیرہ نے دروازہ کھولا تو حضرت عمرؓ نے داخل ہوتے ہی شور برپا کر دیا۔ اپنے بہنوئی سے لڑنے لگے اور اسے گلے سے پکڑ کر خوب جھنجھوڑا اس کا گلا گھونٹا

کر جان نکلنے لگی۔

ہمشیرہ چلاتی ہوئی دوڑ کر آئی اور کہا کہ اے عمرؓ ! ہم سے کیا چاہتا ہے ؟ خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دین محمدی قبول کر لیا ہے۔ اب اگرچہ ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچا دین نہیں چھوڑیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی معلوم ہوا اب یہ پھر نکلے ہا نہیں کہا تم نے محمدؐ سے کیا کچھ دیکھا ہے کہ اس کے دین پر مبتلا ہوئے۔ ہمشیرہ نے کہا خدا کا کلام سنا ہے جو حضرت جبرائیل حضورؐ کے پاس لائے ہیں۔ ہم نے یہ کلام سنا۔ اور ہمیں یقین ہوا ہے کہ بیشک خدا کا کلام ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کلام معجز نظام اگر کچھ یاد ہو تو بے خطر پڑھو۔ ہمشیرہ نے چند آیتیں پڑھیں جن کو سنکر حضرت عمرؓ حیران ہوئے۔ حضرت یہ آیات سنکر نرم ہو گئے اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہوئے ازاں بعد سب مل کر حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں چل پڑے۔ حضورؐ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ دروازہ بند دیکھ کر کھڑے ہوئے ایک مسلمان آیا اور اس نے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں نبی کریمؐ کے پاس جا کر حال بتایا اصحاب رسولؐ اس بات سے متعجب ہوئے۔ پس رسول پاکؐ کے چچا بزرگوار نے فرمایا کچھ ڈر نہیں دروازہ کھول دو اگر صدق واردات سے آیا ہے تو مبارک اور اگر دل میں کچھ اور خیال ہے۔ اسی تلوار سے جو کمر میں باندھے ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔ جب دروازہ کھولا حضرت عمرؓ معذرت کرتے ہوئے قدمبوس ہوئے۔ حضورؐ حضرت عمرؓ سے بغلگیر ہوئے اور ان کو عزت سے بٹھایا تمام اصحاب نے مبارکباد کہی اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے دین کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اصحاب نے کہا کہ اب تو حضور کی خدمت میں عرض کر کے اب حرم شریف میں ہم اعلانیہ جا کر نماز باجماعت گذاریں جب یہ بات حضورؐ کے گوش گزار ہوئی حضورؐ نے منظور فرمایا

روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہے،

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرور کائنات صلعم کی استجابت دعا کا نتیجہ ہے اور ناممکن ہے جس سینہ میں نور اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دعا سے داخل ہوا ہو پھر اس میں ظلمت کفر و نفاق داخل ہو سکے

(۲) اسلام عمرؓ کسی دنیوی لالچ یا طمع سے نہیں بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کلام الہٰی کی قوت اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مدت صحبت رسول پاکؐ کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکی ضلالت و کفر عود کر آتی۔

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاکؐ اور اصحاب رسولؐ نے گرمجوشی سے کیا اور حضور علیہ السلام نے بغلگیر ہو کر جو برکات پہنچائیں اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت عمرؓ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کا اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی اور کفار نابکار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

| | |
|---|---|
| جس روز آپ داخل دین مبین ہوئے | کعبہ میں جمع بہر نماز اہل دین ہوئے |
| آہستہ سے اذاں جو کبھی حشمگیں ہوئے | فرمایا کہ مشرت دین ہم نہیں ہوئے |

نام خدا و نام نبیؐ لو پکار کر
اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

(۵) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ ص۶۱۶ میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ معروض کرد یا رسول اللہ از بہراں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم۔ وکلمہ توحید بر زبان راند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ ببانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آں حضرتؐ را اصحابؓ شنیدند وہمہ بہ یک بار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ وآنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہؐ کافراں لات وعزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد و پس آہنگ کعبہ کردند۔

ترجمہ:۔ عمرؓ نے عرض کی حضور! میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں یہ کہہ کر کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی حضورؐ! کافر لات و عزیٰ کی پرستش ظاہر ہو کر کریں۔ ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپ کر کریں؟ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت زمانی تو مصنف
کتاب مذکور لکھتا ہے کہ سب لوگ کعبہ کو اس شان سے چلے کہ۔

"عمرؓ از جانب پیغمبرؐ و ابوبکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحابؓ از
دنبال رواں شدند و عمرؓ با شمشیر خویش از پیش جملہ ہمی رفت و ازاں سوئے قریشیاں
چناں می پنداشتند کہ عمر رسول خدا را آسیب خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش
رسولؐ خدا با شمشیر حمائل کردہ می آید۔ گفتند ہاں عمرؓ بر چہ گونہ گفت، یا رسول خدا ایمان
آوردم و اگر کسے از شما بنالائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم و ایں شعر گفت ؎

مَا لِیُ اَرَاکُمْ کُلُّکُمْ قِیَامًا   اَلْکُھُلُ وَالشُّبَّانُ وَالْغُلَامَا
قَدْ بَعَثَ اللہُ لَنَا اِمَامًا   مُحَمَّدٌ اَقَدَّ شَرْعَ الْاِسْلَامَا
حَقًّا وَقَدْ یَکْسِرُ الْاَصْنَامَا   نَدَبَ عَنْہُ الْخَالَ وَالْاَعْمَامَا

پس کافراں عجز در خشم شدند و آہنگ کردند و عمرؓ نیز بہ پشتوانی علی السلام
با ایشاں در آویخت آں جماعت از کعبہ بکنار کرد و رسولؐ خدا دو رکعت نماز بگذاشت
و باز بخانہ شد۔ و اسلام عمرؓ را بدیگر گونہ روایت کردہ اند ہمانا ایں قصہ مختار افتاد
و بالجملہ بعد از اسلام بدر خانہ ابوجہل رفت و در بکوفت و ابوجہل چوں بانگ ازاں بشنید
بیاید و در بکشود۔ و گفت مرحبا و اہلاً از چہ حاجت مرا یاد کردی و بدینجا شدی۔ گفت
آمدم تا ترا آگہی دہم کہ ایمان بخدا او رسولؐ آوردم ابوجہل در خشم شد و در روئے بست
و گفت قَبَّحَکَ اللہُ وَقَبَّحَ مَا جِئْتَہٗ۔"

ترجمہ: عمرؓ آنحضرت رسول صلعم کے پہلو میں تھے اور ابوبکرؓ دوسرے پہلو میں اور علیؓ
سامنے اور دیگر اصحابؓ پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمرؓ اپنی تلوار لئے سب سے آگے چلے ادھر
کفار قریش منتظر تھے۔ کہ حضرت عمرؓ حضور علیہ السلام کو ایذا دینگے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا
کہ وہ تو رسول خدا کی اردل میں تلوار حمائل کئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں
عمرؓ! تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا میں رسول خدا پر ایمان لایا ہوں اور اگر تم میں سے
کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت کرے گا تو تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں

گا۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ عربی شعر پڑھے "کیا وجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالتحقیق خدا نے ہمارے لیے ایک امام مبعوث کیا ہے۔ جس کا اسم گرامی محمدؐ ہے جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ دیں گے اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹا دیں گے۔" پس کافر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے حضرت عمر رضؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر رضؓ نے بامداد علی رضؓ ان سے مقابلہ کر کے ان کو کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اور رسول خدا صؐ نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمر رضؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بیان کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمر رضؓ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے دروازہ کھولا اور آؤ بھگت کر کے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا اور کس طرح تشریف لائے؟ آپ نے کہا کہ تجھے بتانے آیا ہوں کہ میں خدا اور اس کے رسول صؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابوجہل کو بہت غصہ آیا اور دروازہ بند کر لیا اور کہنے لگا۔ خدا تمہارا برا کرے اور جو خبر لائے ہو اس کو بھی برا کرے۔

اب جائے غور ہے کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمر رضؓ کی حسن عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا کہ دین حق کے پاس ہی کفار سے دوبدو ہو گئے۔ اور ان کو للکارا کہ اگر ذرہ برابر بھی رسول پاک صؐ کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آؤ گے تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر پھر کس بہادری سے ابوجہل جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر تن تنہا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے، اسلام عمر رضؓ پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا کہ بالآخر اس نے اسلام پھر جانا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔ بشیعو! خدارا انصاف کرو۔
اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَشِیْدٌ۔

(۳) نہج البلاغت ص ۱۶ میں ہے۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ فِی الْخُرُوجِ اِلٰی غَزْوَةِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهٖ وَقَدْ تَوَکَّلَ اللّٰهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّیْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِیْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ

وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَمْتَنِعُوْنَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِنَّكَ مَتٰی تَسِرْ اِلٰی هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِیْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰی بِلَادِهِمْ لَیْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْهِ فَابْعَثْ اِلَیْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَاحْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِیْحَةِ فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علیؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ نور اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی ستر رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اسوقت فتح دی ہے۔ جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو کارآزمودہ ہو۔ اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے۔ جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے: (نیرنگ فصاحت ص ۱۹)

ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتاب نیرنگ فصاحت سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا ورنہ یہ مسلّم ہے کہ کوئی شخص

اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا
(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضہ کو مسلمانوں کا ملجاؤ ماوی سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمۂ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضہ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی اور حضرت عمر رضہ کے خیر خواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں ان کا وہاں کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر رضہ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدان جنگ میں نہ جائیں بلکہ کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیجدیں، اس کا بین ثبوت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضہ کے صادق الوداد دوست تھے۔
(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمر رضہ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایزد متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے۔ کہ مسلمان بعد وفات رسول صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔
(۴) نہج البلاغت ص۱۹۷ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام۔
وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدِ اسْتَشَارَهٗ فِيْ غَزْوَةِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَهٗ وَجُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰى بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهٗ وَيَضُمُّهٗ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ

وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلاً فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ وَعَزِيزُونَ بِالاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْباً وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَداً يَقُولُوا هَذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ فَيَكُونُ ذَلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيكَ فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ أَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَثْرَةِ إِنَّمَا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ

ترجمہ: جب حضرت عمرؓ نے غزوہ فارس میں بذات خود جانا چاہا اور امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور لشکر اسلام اس خدا کی فوج ہے۔ جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا جہاں سے طلوع ہونا تھا ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں جو اس نے غلبہ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا ذمہ کرنے والا ہے وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتہ مروارید کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن شوکت اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہونگے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا ہو۔ اور آسیائے

جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گرد و پیش اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے ماتحت
بناکر آتش جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینے سے باہر چلے گئے تو عرب کے تمام قبائل
اطراف و اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت
تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائے گی جو تمہارے سامنے (جنگ) موجود ہے۔ دوم یہ کہ
اہل ایران تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام
کر دو تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے بے شک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریص کردیں
گے اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر
چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے
اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کی تغییر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات
کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو کہ ہم گروہ اصحاب رض نے عہد پیغمبر علیہ السلام میں
کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد لشکر لے کر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت
معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور اب صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ
پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (ترجمہ فصاحت ص۲۰۰-۲۰۱)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتاب نیم روز
کی طرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رض باہم شیر و شکر تھے
دونوں کو ایک دوسرے پر مکمل اعتماد اور بھروسہ تھا۔ اس لیے بھی غزوہ روم کی طرح جب
امیر المومنین فاروق اعظم رض نے اسد اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمال
خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لیجائیں
ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں اور آپ کو
نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی رض کو خوب
موقع ہاتھ آگیا تھا یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں مارے جاؤ
اور خلافت کی گدی ہمارے لیے خالی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مکان القیم مکان النظام من
الخرز ان صاحب[1] اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ مروارید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے

[1] حاشیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں

تو موتی کبھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں، تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیرِ خدا کی نگاہ میں فاروق اعظمؓ کی ذات باعث بقاء اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے متمنی تھے۔

(۴) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفۂ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔ بغرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظمؓ کی تعریف سے پر ہے۔ بھر حضرات شیعہ کو شرم کرنی چاہیے کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں اس کو تم منافق کہو۔ شرم!! شرم!!!

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَهَا عَذَارَی الْمَدِیْنَةِ فَاَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ اُفٍّ بِیْرُوْجْ بَاذَا هُرْمُزُ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمُنِیْ هٰذِهٖ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ خَیِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحْسِبْهَا بِفَیْئِهٖ فَخَیَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَهَا عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا اسْمُكِ فَقَالَتْ جَهَانْ شَاهْ فَقَالَ لَهَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَهْرَبَانُوَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَیَلِدَنَّ مِنْهَا خَیْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَ عَلِیُّ ابْنُ حُسَیْنٍ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی رمال غنیمت میں حضرت عمرؓ کے پاس آئی تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے کے لئے آئیں

---

حاشیہ صفحہ ۱۵۲: سے قاموس جلد ۳ صفحہ ۹۲ میں ہے قیم الامر المصلح لہ والقرآن والنبی والخلیفۃ وقائد الجند قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن، نبی اور خلیفہ اور سالار لشکر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے گویا جناب امیر کا حضرت عمرؓ کو امر اسلام کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے۔

اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا "ایروج باذاہرمز" حضرت عمرؓ نے کہا: کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے؟ اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیئے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے۔ اور اس کو اس کے حصہ میں سمجھ لیجیے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دے دیا۔ اس نے جاکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔ امیر المومنین نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا "جہاں شاہ" امیر المومنین نے فرمایا نہیں! بلکہ شہر بانو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا "اے ابو عبداللہ! اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا" چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ اور امام حسینؓ حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے اور مال غنیمت میں جو فتوحاتِ عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا، برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ اور آپ کے شہزادہ امام حسینؓ سے اسقدر محبت تھی کہ آپنے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہر بانو) حضرت امام حسین کو بخشدی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

## سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمرؓ کے بارے میں منت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ بکمال ایثار حضرت شہر بانو حضرت امام حسینؓ کو نہ بخشدیتے نہ زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا

نہ اس کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ معاذ اللہ اگر حضرت عمر رضؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت نہ حضرت علیؓ نہ حضرت امام حسینؓ کو لینا حلال ہوتا تو پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نہ ہو سکتا تھا اس لیے اس اے جو اب وہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ قرابیاں پیدا کرتا ہے بھائیو سوچو! اور خوب غور کرو!

# ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت شہر بانو شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات تھی کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسینؑ کو ترجیح دے کر شہزادی شہر بانو ان کو نکاح کر دی گئی۔ ورنہ اگر ان کی دلی منشا نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسینؓ کو پسند کرنا یا امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا شیعہ کہتے ہیں کہ شیخین نے باوجود مشکلکشا اور خاتون کی منت خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا گرانقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی جس وقت قید ہو کر آئیں تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ جو شہر بانو مع لباس فاخرہ زرنگار و زیورات و جواہرات حضرت امام حسینؓ کے حوالے کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمر رضؓ کو بزعم شیعہ اہلبیت سے عداوت ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت شہر بانو کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گذار ہیں کہ باوجود اس قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔

" خاصہ وعامہ روایت کردہ اند کہ در جنگ احزاب آنحضرت کندن خندق را درمیان صحابہ بہ تسمت فرمودہ کہ ہر چہل ذراع را دہ نفر حفر نمایند پس در حصہ سلمانؓ وحذیفہؓ زمین بسنگے رسید کہ کلنگ دراں اثر نمی کرد چون سلمانؓ بخدمت آنحضرت عرض کرد از مسجد احزاب زیر آمد وکلنگ را از ایشاں گرفت دسہ مرتبہ برقے ساطع می شد کہ جہاں روشن می شد واللہ اکبر می گفت وصحابہؓ اللہ اکبر می گفتند پس فرمود کہ برق اول قصر یمن را دیدم وخدا آں را بمن داد۔ دوم قصر ہائے شام را دیدم وملک بادشاہان عجم بمن داد پس خدا فرمود۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ:۔ خاص وعام نے روایت کیا ہے۔ کہ جنگ احزاب میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں جو زمین حضرت سلمانؓ اور حذیفہؓ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک پتھر آگیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تو حضور مسجد احزاب سے اتر آئے اور ان سے ہتھیار لے کر تین دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصہ اڑ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی۔ جس سے جہاں روشن ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھ لیے کہ خدا نے وہ ملک مجھے دیدیا۔ دوسرے میں شام کے محلات نظر آئے وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا تیسرے میں مدائن کے چوبارے دکھائی دیئے اور خدا نے بادشاہان عجم کی سلطنت مجھے بخش دی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا خواہ کفار برا منائیں۔

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم ص۱۰۲ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج ہے اور صاحب حملہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

## نظم فارسی

بداں فاقہ وضعف سالار دیں ستد تیشہ از دست انصار دیں

چو برداشت فولاد خارا شگاف ۔۔۔ درآمد بز بہارا زاں کوہ قاف
بنام خدائی جہاں آفریں ۔۔۔ بزد تیشہ را سید المرسلین
کہ یک گوشہ سنگ از ہم شکست ۔۔۔ دراں وقت برقی ازاں سنگ جست
کہ روشن شد آں دشت صحرا تمام ۔۔۔ برآورد تکبیر خیر الانام
بضرب دوم ضلع دیگر شکست ۔۔۔ بداں گونہ برقی ازاں باز جست
بفرمود تکبیر بار دوم ۔۔۔ بزد پس براں سنگ ضرب سوم
دریں بار ہم جست برقی چناں ۔۔۔ نبی شد بہ تکبیر رطب اللساں
شد ایں بار آں سنگ زیر و زبر ۔۔۔ نماند احتیاجش بضرب دگر
درآمد بدو گفت سلمانؓ چنیں ۔۔۔ کہ ای خاک راہست سپہر بریں
چہ بد ایں و باشد چہ تعبیر آں ۔۔۔ بہ تکبیر چوں برکشودی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشرؐ ۔۔۔ کہ چوں جست برقی نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن ۔۔۔ دوم قصر روم و سوم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامیں ۔۔۔ کہ بعد از من اعوان و انصار دیں
بریں مملکت ہا مسلط شوند ۔۔۔ بہ آئین من اہل آں بگروند
بدیں مژدہ شکر و لطف خدا ۔۔۔ بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چو مومناں ۔۔۔ کشیدند تکبیر شادی کناں

ترجمہ: باوجود گرسنگی اور نحافت بدن کے حضور علیہ السلام نے جب خدا کا نام لے کر تیشہ پر تیشہ کی ضرب ماری تو پہاڑ بھی لرز گئے۔ پہلی ضرب سے کچھ حصہ ٹوٹ پڑا اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقعہ نور ہو گیا۔ تب حضور علیہ السلام نے تکبیر پڑھی۔ دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور ویسے ہی روشنی ہوئی۔ اور پھر تکبیر فرمائی۔ تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو حضرت سلمانؓ نے حضور صلعم سے دریافت کیا کہ حضور کیا ماجرا تھا؟ اور حضور نے تینوں تکبیر فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے جواب فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے شعلہ نورانی اٹھا تو ایوان کسریٰ نے مجھے

دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے محلات روم تیسری میں یمن نمودار ہوئے اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے تابعداران جو اس دین کے اعوان و انصار ہونگے، ان ممالک کو فتح کریں گے اور میری طرح ان میں حکمرانی کریں گے۔ اس بشارت پر میں نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر پڑھی پس مسلمانوں نے جب بشارت سنی۔ سب نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلّم ہے کہ روم، یمن، مدائن حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہو گئے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے الٹ دیئے اور ایوان کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اذان دے کر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی کیوں کی؟ ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دین متین کے سچے مددگار انصار کا لقب عطا فرمایا کہ ؎

بریں مملکت ہا مسلط شوند — بہ آئین من اہل آں جگہ وند

یعنی دین حق کے پاسبان وہ اعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلط ہونگے اور میری طرح حکمرانی کریں گے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی اور ان کی حکومت میری حکومت ہوگی کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بین شہادت دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاک کے دین کی انہوں نے کیسی مدد کی اور کیسے کیسے نازی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا اور دنیا کی آبادی میں ظلمت کفر کو مٹا کر انھوں نے نور اسلام پھیلایا۔

مولانا شبلیؒ نے الفاروق حصہ دوم میں یورپین مورخین کی رائے کے موافق فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے کہ۔

"حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے

سے شمال کی جانب ۱۰۳۶، مشرق کی جانب ۱۰۲۷، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔ مغرب کی جانب چونکہ صرف جدّہ تک حد حکومت تھی۔ اس لیے وہ قابل ذکر نہیں۔

اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، عراق عجم، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان، جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے۔ شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ دنیائے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ آپ نے اپنے عہد خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس بلاد و امصار (بڑے بڑے شہر) جس میں کفار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی۔ فتح کر کے ان کو دارالسلام بنایا اور باشندگان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں بت خانے گرائے اور آتشکدے سرد کئے۔ حق یہ ہے کہ آنجناب کی کوشش اور علو ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالمتاب کی طرح نور ایمان پھیلایا اور صحرائے ضلالت میں مشعل ہدایت جلا کر تاریکی کفر کو مٹا دیا۔ آپ کی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بیشمار مال غنیمت حاصل کیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے ۔۔۔ ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے ۔۔۔ گر شبہ ہے تو پوچھ لو ہر خاص و عام سے
طہران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا ۔۔۔ گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

(۷) حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۸۲ میں ہے۔

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پر مو بود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا۔ سراقہ! تمہاری

کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست خود کردہ باشی پس چوں در زمان عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ او را طلبید و دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست او کرد۔

اس روز کیا حالت ہوگی جب شاہ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہونگے؟ پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو جن قیامت تک کے واقعات کا علم غیب[1] حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت پر متنبہ فرماتے تھے۔ بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ

---

[1] علم سے مراد علم اجمالی ہے نہ تفصیلی چنانچہ مصنف آفتاب ہدایت مرحوم نے بھی دوسری جگہ ص۱۵ پر اس کی تصریح فرما دی ہے کہ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماکان ومایکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ نیز جناب مولف نے ص۱۹۴ پر تصریح فرمائی ہے کہ کسی مخلوق کے لئے علم ماکان ومایکون کا اعتقاد رکھنا اس کو شان الوہیت تک پہنچا دیتا ہے۔"

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے حضرات علمائے محققین کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے اور اکابر صوفیہ کے ارشادات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ قطب ربانی جامع کمالات صوری ومعنوی عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہٗ خلیفہ اعظم حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہم کے ملفوظات میں ہے: بعد ازاں در مجلس ذکر جامعیت آں سرور علیہ السلام الملک الاکبر آمد حضرت ایشاں فرمودند کہ جمیع کمالات ظاہری موقوف بزمانہ خاص وبہ شخص خاص بود چنانچہ فرمودہ اند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُعْطِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ کُنُوْزِ الْاَرْض وحال آنکہ در زمان آنحضرت فتح اکثر اقالیم نشدہ بود در زمان خلفا اکثر مقامات فتح شدند واکثر بعد از صحابہ بنو سلاطین نامدار فتح کردہ اند چنانچہ محمود غزنوی ہندوستان فتح کرد ظہور ایں کمال موقوف بر زمان بود وجناب آں سرور علیہ الصلوٰۃ الملک الاکبر را جمیع علوم چہ علم توحید وجودی وچہ کلام وچہ جزئیات مسائل فقہ مجملاً حاصل بود۔ لیکن تفصیل علم توحید وجودی بر وجود محی الدین عربی رحمۃ اللہ

معاذ اللہ حضرت رسول پاک کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا اور اس جہاد کا مال غنیمت مال منصوب اور حرام ہوتا تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام و منصوب کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دینا چاہیئے تھا۔ شیعو غور کرو اور خوب غور کرو۔

(۶) یہ امر مسلم الطرفین ہے کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسول پاکؐ کے خسر تھے۔ اگر معاذ اللہ آپ منافق و کافر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جب آپ کو صریح حکم تھا۔ لاتنکحوا المشرکات حتی یومن مشرک عورتوں سے مت نکاح کرو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ صاحب فضیلت و شریعت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بھائیو! انصاف کرو خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ حضرت

---

ص ص۔ علیہ ظہور و علم کلام بر ابوالحسن اشعری و ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہما و تفصیل علم جزئیات مسائل فقہ بر امام اعظمؒ و امام شافعیؒ و امام مالک و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم موقوف بود حاصل آنکہ ہر کمالے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در امت از ہر کس کہ ظہور نمود کمال آنحضرت است۔ و آنحضرت را قبل ازیں ظہور ہم حاصل بود غیر از فرق اجمال و تفصیل نیست و المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ ص ۲۱۲) واضح رہے کہ اس تحریر سے ہمارا مقصود حضرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تفصیلی محیط کائنات کی نفی کرنا ہے معاذ اللہ تنقیص شان مقصود نہیں۔ برادران اسلام کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ کیونکہ ہمارے اکابر حضرات نے اپنی تصانیف مبارکہ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عالم کے واسطے جملہ کمالات کے لئے واسطہ ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت۔ سخاوت ہو یا شجاعت۔ علم ہو یا مروت، قوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری

عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ گویا رسول پاکؐ کے باپ کو برا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ کے اصحابؓ آپ کے اعزہ واقارب کی گستاخی کرکے وہ اپنے آقائے نامدار کو کیا منہ دکھائیں گے؟ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

---

---

عزّ شانہٗ کی جانب سے متصف کی گئی۔ اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا۔ اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم اولین وآخرین عطا فرمائے گئے۔ کوئی بشر کوئی ملک اور کوئی مخلوق علم وکمالات میں آپ کے مساوی نہیں چہ جائیکہ افضل ہو۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ تفصیل کے لئے یہ کتابیں مطالعہ فرمائیے۔ آب حیات، تحذیر الناس، قبلہ نما، از حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ شہاب ثاقب۔ از حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ ابن مؤلف)

# نظم اردو

کیا ہو گیا ہے ، خبط یہ شیعہ کرام کو
کرتے ہیں سب دشنام صحابہ عظام کو

دیتے مغلظات ہیں منبر پہ بیٹھ کر
ازواج پاک سید بیت الحرام کو

حضرت کے دوستداروں کو دیکر گالیاں
دیتے ہیں دکھ رسول علیہ السلام کو

لعنت کا ورد کرتے ہیں صلوٰت کے بجا
لعنت وظیفہ ان کا ہے بس صبح و شام کو

حضرت ہمارے رحمت عالم ہیں بالیقین
لعنت سے پیار اُمت خیر الانام کو

یہ بات بس بعید ہے اے یار عقل سے
لعنت سے پیار ہوتا ہے شر الانام کو

اصحابؓ کو رسولؐ سے سمجھو نہیں جُدا
پڑھ کر ذرا تو دیکھو خدا کے کلام کو

ایسی معیت ان کو تھی حاصل رسول سے
بھولے نہ ایک پل میں بھی حضرت کے نام کو

زندہ رہے تو آپؐ پر ہر دم فدا رہے
ملحوظ ہر طرح سے رکھا احترام کو

مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیبؐ کا
آقا سے کیا پیار تھا دونوں غلام کو

پہلو بہ پہلو سوتے ہیں حضرت کے دونوں یہ
اور حشر ہوگا ساتھ ہی یوم القیام کو

محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبیؐ کا ساتھ
حتیٰ کہ مل کے جائیں گے دار السلام کو

جلتا ہے گر رقیب حسد سے جلا کرے
بخشا یہ قرب حق نے صحابہ کرام کو

آغوش میں نبیؐ کے وہ سوتے ہیں دوستو
رحمت برس رہی ہے وہاں صبح و شام کو

جب لا یجاوزُ ذٰلکَ حق نے بتا دیا
ملتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لئام کو

کرنے ہو لینے نامہ اعمال کو سیاہ
یہ لعن طعن چھوڑ دو اور اتہام کو

ڈالا ہے میں طوق ہے لعنت کا تم نے کیا
کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو

مرغوب ہو رہی ہے اب داڑھی کی گشت
مسجد نہیں پسند محب امام کو

داڑھی سے چٹ جناب کی مونچھیں دراز ہیں
اور کر رکھا وظیفہ ہے بھنگ حرام کو

کر لیتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی — پس آپ بخشے جائیں گے یوم القیام کو
مجلس حسین رض کی ہے لگی واہ واہ کیا — دے کر منادی جمع کیا خاص و عام کو
چوہڑے، مسلّی، ڈوم، تلنگ ہیں جمع یاں — آئے ہیں مل کے پیٹنے حضرت امام کو
روزہ نماز کا نہ لیا عمر بھر میں نام! — استنجا بھی کیا نہیں سال تمام کو
ناپاک منہ سے لیں گے یہ نام حسین رض کو — ہو گی بہت خوشی ہی ائمہ عظام کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ — تم پیٹتے ہو مردہ سمجھ کر امام کو
ہے پیٹنا حرام یہ صادق[1] نے کہہ دیا — تم بندگی سمجھتے ہو فعلِ حرام کو
قولِ خدا و قولِ پیغمبر سے ہے اِبا — اور خدا خود ہی گھڑ رکھا ہے خیالِ امام کو
ہیں دشمنانِ دین نہ مومن ہیں یہ دبیرؔ — بس دے رہے ہیں دھوکا یہ مل کر عوام کو

(۹) حیات القلوب جلد ص ۲۱۹ میں ہے۔

در روایت دیگر مشت خاکے از برائے آنحضرتؐ فرستاد حضرتؐ فرمود کہ امت من بزودی مالک زمین او خواہد شد چنانچہ خاک از برائے من فرستاد۔

دوسری روایت میں ہے کہ کسریٰ بادشاہ ایران نے رسولؐ کے پاس مشت خاک بھیجی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت اس زمین کی مالک ہو گی جیسا کہ خاک اس نے میرے لئے بھیجی۔

اب یہ مسلّم ہے کہ یہ پیشنگوئی بھی حضرت عمر رض کے عہد فرخ میں پوری ہوئی ہے چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمر رض منافق و کافر تھے تو حضرت کا یہ فرمانا کہ میری امت سرزمین ایران کی مالک ہو گی، ایسے کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیا امت رسول میں کافر و منافق شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان کی فتح کو اپنی امت کی فتح قرار دے سکتے ہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رض داماد علی رض تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمر رض سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا

[1] حضرت امام جعفر صادق

اور ان کے نزدیک ان کی شرافت و نجابت مسلم تھی، یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ حضرت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کا کیوں ایک کافر و منافق سے نکاح کر دیا؟

شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں۔ لیکن اس بارہ میں ان کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور اس کا طرح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئی۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۴۱ باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْمَ فَقَالَ اِنَّ ذَالِکَ اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبْنَاہُ

زرارہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے دوبارہ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں یوں ہے۔

عَنْ ھِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْہِ قَالَ لَہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّھَا صَبِیَّۃٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَہٗ مَا لِیْ اَبِیْ بَاْسٌ قَالَ نِمَا ذَاکَ قَالَ خَطَبْتُ اِلٰی بْنِ اَخِیْکَ فَرَدَّنِیْ اَمَا وَاللّٰہِ لَاُعِیْدَنَّ زَمْزَمَ وَلَا اَدَعُ لَکُمْ مَکْرُمَۃً اِلَّا ھَدَمْتُھَا وَلَاُقِیْمَنَّ عَلَیْہِ شَاھِدَیْنِ بِاَنَّہٗ سَرَقَ وَلَاُقْطِعَنَّ یَمِیْنَہٗ فَاَتَاہُ الْعَبَّاسُ

ہشام بن سالم نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ جناب امیر سے ام کلثوم کا ناطہ طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا پھر وہ عباسؓ کو ملے اور کہا۔ کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباسؓ نے کہا۔ کیا بات ہے؟ عمرؓ نے کہا۔ میں نے ناطہ تمہارے بھتیجے علیؓ سے مانگا ہے۔ اس نے انکار کر دیا۔ میں زمزم کو لوٹا دوں گا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹا دوں گا اور علیؓ پر دو گواہ سرقہ کرنے کے گزار کر اسکے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ حضرت عباسؓ حضرت

وَاَخْبَرَهُ وَسَأَلَهُ اَنْ يَجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَيْهِ فَجَعَلَهُ اِلَيْهِ | علیؓ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے وکیل بنا دو۔ حضرت علیؓ نے ان کو اجازت دیدی اور نکاح ہو گیا۔"

ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ درج، استعمال کر کے کہا گیا ہے کہ اُم کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؓ ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گئے کہ ان کو دھمکی دی گئی کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دیجائے گی۔ سو اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار سے ان کی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لیجائے۔ یا ان کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جولاہا، بھنگی بھی نہیں کرے گا کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالے کر دے یا بخوف سزا بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضامندی خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقع پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارہ کر لیتا ہے۔ لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسن لڑکی جبراً چھین لے ہر دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کر سکتا ہے۔؟ کلّا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔ جو اصلیت کو چھپانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔

اسی باب تزویج اُم کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔[۱]

---

[۱] قاضی نور اللہ شوشتری نے بھی اپنی کتاب مجالس المومنین مطبوعہ ایران ص۷۶ میں اس مضمون کی عبارت لکھی ہے۔ نیز اسی کتاب کے ص۸۲ میں ہے کہ ام کلثوم حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں نیز اسی کتاب کے ص۸۸ میں یہ عبارت درج ہے۔ واگر نبی دختر بعثمان داد، ولی دختر بعمرؓ فرستادہ۔ نیز اسی کتاب کے ص۸۱ میں لکھا ہے۔ "دیگر پرسید چرا آنحضرت دختر خود را بعمرؓ ابن الخطابؓ داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین میکرد و بخور براں واقرار بفضل حضرت امیر میکرد و رب۔ الغرض بکتابۃ دلوالدیم

كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ اَسْبَاطٍ اِلٰى اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ اَمْرِ بَنَاتِهٖ وَاَنَّهٗ لَا يَجِدُ اَحَدًا مِثْلَهٗ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ بَنَاتِكَ وَاَنَّكَ لَا تَجِدُ اَحَدًا مِثْلَكَ وَلَا تَنْظُرْ فِيْ ذٰلِكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَدِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۴۱)

علی بن اسباط نے امام محمد باقر رضؓ کو اپنی لڑکیوں کے بارے میں لکھا اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص نہ مل سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے کہ تجھے اپنے رتبہ کا داماد نہیں مل سکتا۔ مگر تم اس بات کی انتظار مت کرو رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ مانگنے آجائے۔ جس کے اخلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دے دو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوگا۔

اس حدیث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے کہ حضرت علیؓ بھی چونکہ حضرت عمرؓ کے اخلاق اور دینداری کو پسند کرتے تھے اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکاح کر دیا۔

# شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کچھ جواب نہیں بن سکا تو ایک دوسری چال یہ چلے ہیں کہ اُم کلثوم کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا لیکن وہ ام کلثوم حضرت علیؓ کی اپنی بیٹی نہ تھیں بلکہ بنت اسما بنت عمیس اور حضرت علیؓ کی ربیبہ[1] تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی خاص تصریح ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی

[1] شیعہ یہاں پر ایک اور مضحکہ خیز خلاف عقل وقیاس تاویل یہ کرتے ہیں کہ منکوحہ عمرؓ ام کلثوم بنت علی نہ تھیں۔ بلکہ ان کی ہم شکل جنیہ مساۃ سحیقہ نجران سے لائی گئی تھیں اور حضرت عمرؓ کے گھر بھیجی گئی تھیں۔ جیسا کہ ایک متبحر شیعی عالم عارف سید محمد باقر موسوی نے بحر الجواہر میں یوں لکھا ہے۔ بطریق صحیح روایت شدہ کہ چون مبالغہ عباسؓ از حد گزشت۔ آنحضرت جنیہ از اہل نجران را طلبیدہ کہ نام او سحیقہ بنت جہیرہ بود، پس صم

اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اَوّل فَرجٍ غُصِبنَاہُ کہا گیا ورنہ اسماء کی لڑکی اگر چھین لی جائے تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کو اس طرح کی کیا شکایت تھی۔؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے خواستگاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب ترہیب کی کیا ضرورت تھی۔؟ جب لڑکی نابالغہ تھی تو لڑکی کے ولی مختار کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔"

اس میں مطلق شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کی دختر تھیں اور نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ نے بخوشی خود کر دیا اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸۰ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَاتَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِیٍّ وَ ابْنُھَا زَیْدُ ابْنُ عُمَرَؓ بْنِ خَطَّابٍ فِیْ سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ۔

جعفر صادق اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطابؓ ایک ہی وقت فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت کی زوجہ محترمہ تھیں علی المرتضیٰ کی دختر تھیں اور ان کے شکم سے زید بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے اور ماں بیٹا دونوں ایک روز ہی فوت ہوئے تھے اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح عمر ابن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کی نہ تھیں اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

---

۴۴ چوں آں جنیہ بخدمت آنحضرت رسید فرمود بشکل ام کلثوم در آمد و بعد ازاں اور ابخانہ عمرؓ فرستاد اہنی

شیعہ حضرات کی یہ گھڑت نہایت ہی عجیب ہے کہ ایک مدت مدید تک جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو چھپائے رکھا۔ اور جنیہ ان کے گھر رہی۔ پھر زید بن عمرؓ جنیہ کے بطن سے کیونکر پیدا ہوئے۔

کیونکہ وہ ناری اور عمرؓ خاکی تھے اور اختلاف جنس مانع حمل ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اس کی مقاربت پر قادر نہ ہو سکے۔ اور اس بات کو بنی ہاشم کے سحر پر محمول کیا۔ تیبو! سوچو اور عقل سے کام لو۔

دوسری حدیث :۔ اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ / ۳۱۱ میں ہے پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اِمْرَأَةٍ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْحَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ [1]

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہا میں نے حضرت صادق سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے۔؟ پھر کہا کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے حضرت علیؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں۔ کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔ اگر ام کلثومؓ آپ کی بیٹی نہ ہوتیں یا آپ کی رضامندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوتا تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی کہ وفات شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آئیں۔ علاوہ ازیں ایک برہان قاطع اس امر کی کہ ام کلثومؓ منکوحہ حضرت عمرؓ جناب امیرؑ کی اپنی دختر حضرت فاطمہؓ کے شکم سے تھیں یہ ہے کہ اصول کافی صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ نولکشور میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر ہے۔ جس میں جناب امیر کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے منجملہ ان کے ہتک حرمت بھی ہے۔ جو غصب ام کلثوم بنت فاطمہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ ملا خلیل قزوینی نے صافی شرح اصول کافی جزء سوم صفحہ ۲۶۲ میں یوں لکھا ہے

" گفت امیر المومنین پس بنہایت مضطرب شدم و تاتیکہ فکر کردم و فہمیدم آں سخن را از امین الٰہی جبرئیل علیہ السلام کہ مراد شکستن عہد نیست بلکہ مراد غصب دختر من است

---

[1] یہی حدیث تہذیب الاحکام مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ مطبوعہ ایران کتاب الطلاق باب عدۃ النساء کے صفحہ ۲۳۸ میں بھی درج ہے۔

بزور خواہند گرفت اشارتست بغصب عمرؓ ام کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام را تا آنکہ افتاد بر روئے خود الخ"۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو سنن کے معطل ہو جانے۔ قرآن کے پارہ پارہ ہو جانے۔ کعبہ کے گرا دینے۔ آپ کی ریش کو خون آلود کر دینے سے اس قدر صدمہ نہ ہوا۔ جیسا کہ غصب ام کلثوم کی خبر سنکر ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ منہ کے بل گر پڑے۔ پھر اگر آپ کی حقیقی دختر نہ تھیں بلکہ اسماء بنت عمیس کی لڑکی تھیں تو آپ کو اس سے غشی آ جانے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی؟ ھَلْ مِنْ مُّدَّکِرْ

جب تحقیق بالا سے صاف ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے ان کی رضامندی سے ہوا تھا اور بنت علیؓ اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر ان کی زندگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا تو محبان علیؓ اگر واقعی امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں تو پھر داماد علیؓ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں۔ کیا شیعہ اس بات پر غور کریں گے؟ ویسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں ؎

علیؓ کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر داماد علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں یا للعجب

## ۱۰۔ یورپین مورخین کی شہادت

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ صرف مسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام بھی آپ کے محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مداح ہوا ہے۔

"حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں شام مصر اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا اگر کوئی اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا

کہ خلیفہ کہاں ہے! حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور ادلئے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں بلے رعایتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے۔ کہ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمّال کے تقرر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لے کر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقع پر سزا دیں۔ یہ ایک کہاوت بن گئی تھی کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب سکسیزات محمدؐ " مؤلفہ سر ولیم میور)

ایسا ہی ڈاکٹر موسو لیبان، پیرس کا مشہور اور نامور کتاب "سویلیزیشن آف دی عرب" میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

حضرت عمرؓ بعوض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے اور آپ راتوں کو مساجد کی سیڑھیوں پر غربا کے ساتھ سو رہا کرتے تھے۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے آیا۔ تو حسن اتفاق سے ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ عرب بادشاہ کو مارے اس پر بادشاہ نے کہا "اے امیر المومنین! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے" خلیفہ نے جواب دیا کہ "اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں درجہ کی عزت ہے۔ نہ دولت

کی. ہمارے پیغمبرؐ کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہے گی"۔ حضرت عمر رضؓ ہی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی ملک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر عمدہ سپہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب المثل ہے۔ جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو یہ تقریر کی۔

"اے سامعین غور سے سنو! میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے۔ بشرطیکہ وہ حق پر ہو"۔

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمر رضؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس کو معلوم ہوا کہ اب حکومت دوسرے کے ہاتھوں میں چلی گئی"۔

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے عمرؓ کے شہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع، اتقاء و خشیت الٰہی انصاف پروری، حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ ادعائے اسلام کرتے ہوئے ایسی مایہ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ غرض حضرت عمر رضؓ کے کمالات کا استقصا مشکل ہے۔ مصنفین اسلام نے ان کی سوانح عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا روئے سخن صرف شیعہ حضرات سے ہے۔ اس لئے یہاں مشتے نمونہ از خروارے صرف شیعہ کی مستند اور مسلمہ کتب سے اوپر کی شہادت لکھی گئی ہیں۔ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ خدا کرے کسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اب ہم خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

# حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادت ہم شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں۔

**پہلی شہادت:** شیعہ کی صحیح الکتب مصدقہ امام غائب علیہ السلام فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صہ ۹۹ میں ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُومِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُومِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوَّلَ النَّهَارِ أَلَا إِنَّ عَلِيًّا وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ قَالَ وَيُنَادِي مُنَادٍ آخِرَ النَّهَارِ أَلَا إِنَّ عُثْمَانَ وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ (فروع کافی جلد ۳ ص ۹۹)

محمد بن علی حلبی روایت کرتا ہے کہ میں نے امام صادق سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ بنی عباسؓ کا اختلاف یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے میں نے کہا وہ ندا کیا ہے؟ فرمایا آسمان سے پکارنے والا ابتداء روز میں پکارا کرتا ہے۔ خبردار علیؓ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں۔ اور پھر دن کے آخر میں پکارنے والا پکارتا ہے خبردار عثمانؓ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں۔

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے صاف تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہاتف غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے یہ کہ علیؓ اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور اس کے متبعین بھی فائز المرام ہیں پھر ایسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمانؓ سے انکار کریں تو امام والا مقام کی تکذیب ہوگی۔

**دوسری شہادت:-** ایسا ہی کتاب مذکور کے ص ۱۵۱ جلد ۳ میں درج ہے

فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى مِنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَحَلَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ أَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَطُوفَ

سہیل ابن عمرو (سفیر مشرکین) رسول خدا کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمانؓ (سفیر رسولؐ) مشرکین کے لشکر میں محبوس ہوئے رسول پاکؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ اور عثمانؓ کی غائبانہ بیعت کی۔ مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمانؓ نے طواف کعبہ کیا۔ اور صفا مروہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا عثمان ایسا نہیں کرے گا۔ پھر جب عثمانؓ آئے تو حضور علیہ السلام نے دریافت

بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ يَطُفْ بِهٖ

کیا۔ عثمانؓ! کیا تم نے طواف کعبہ کیا۔ عثمانؓ نے کہا میں طواف کیسے کرتا۔ حالانکہ رسول پاکؐ نے طواف نہیں فرمایا۔

اس روایت سے فضیلت عثمانؓ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کی۔ اور اپنا سفیر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے عاشق صادق ہونے پر اس قدر اعتماد تھا کہ مسلمانوں نے جب طُوْبٰى لِعُثْمَانَ کہہ کر یہ کہا کہ عثمانؓ نے طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ حاصل کی تو آپ نے فرمایا ایسا کرنے کی عثمانؓ جیسے جاں نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمانؓ کے آنے پر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

مشرکین مکہ نے عثمانؓ کو کہا بھی کہ طواف کرو تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ البتہ تمہارے پیغمبرؐ کو طواف نہیں کرنے دینگے۔ لیکن عثمانؓ نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| ببوسید عثمانؓ زمین و زماں | بمقصد رواں شد چو تیر از کماں |
| چو او رفت اصحاب روز دگر | بگفتند چندیں بہ خیر البشرؐ |
| خوشا حال عثمانؓ با احترام | کہ شد قسمتش حج بیت الحرام |
| رسول خدا چوں شنید ایں سخن | بیاسخ چنیں گفت با انجمن |
| بعثمانؓ ندا ریم ما ایں گماں | کہ تنہا کند طوف آں آستاں |

ترجمہ۔ عثمانؓ زمین چوم کر سر عت سے روانہ ہو گیا۔ جب چلا گیا۔ اصحاب کہنے لگے خوش نصیب عثمانؓ کہ حج بیت اللہ کے لئے نصیب ہوا۔ رسول پاکؐ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے۔ ہم عثمانؓ سے کبھی یہ توقع نہیں رکھتے۔ کہ ہمارے سوائے اکیلا طواف کعبہ کرے۔

## کفار مشرکین کی اجازت طواف

| | |
|---|---|
| اگر میل داری طواف حرم | بکن مانعت نیست کس زیں حشم |
| ولیکن مجالست ایں سے گراں | کہ آمد محمد برائے طواف |

چو بشنید عثمانؓ زو ایں سخن | چنیں داد پاسخ باں اہرمن
کہ طواف حرم بے رسولؐ خدا | نباشد بر پیر دانش روا

ترجمہ:۔ اگر تجھے طواف کعبہ کا شوق ہو تو کیجئے۔ کوئی مانع نہ ہوگا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ اگر طواف کریں۔ عثمانؓ نے یہ سنکر کہا کہ طواف کعبہ رسول خداؐ کے سوائے ان کے جاں نثار کبھی نہیں کر سکتے۔

اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں تو حضرت عثمانؓ کے کمال ایمان عشق رسول۔ خلوص نیت اور رسول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد بلا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر و ہویدا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمانؓ کے لیے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت ممیزہ ہے کہ کسی دوسرے جلیل القدر صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔

تیسری شہادت:۔ شیعہ کی مستند کتاب "نہج البلاغت" مطبوعہ مصر جلد اول صـ۲۳۲ میں ہے۔

إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدِ اسْتَسْفَرُونِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ وَوَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ مَا أَعْرِفُ شَيْئاً تَجْهَلُهُ وَلَا أَدُلُّكَ عَلَى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ إِلَى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهُ وَقَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ كَمَا صَحِبْنَاهُ وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو جب کہ آپ کو لوگ سفارش کے لئے ان کے پاس لے گئے فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا۔ کہ آپ کو کیا کہوں۔ میں ایسی بات کوئی نہیں جانتا۔ جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات بتاتا ہوں۔ جس کو آپ نہ پہچانتے ہوں بے شک میں جو کچھ جانتا ہوں۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے دیکھا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا

ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا۔ آپ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خدا کی صحبت حاصل کی ہے۔ آپ نے بھی کی ہے۔ اور ابو بکرؓ و عمرؓ آپ سے زیادہ عامل بحق نہ تھے آپ قرابت کی وجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور آپ کو دامادی رسولؐ کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علی المرتضےؓ کمال صراحت سے اوصاف امیر المومنین عثمانؓ یوں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو۔

(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جسے ہم جانتے ہوں اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔

(۳) رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر جو کچھ ہم نے دیکھا سنا۔ اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)۔

(۴) آپ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دو یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے اور دوم دامادِ رسولؐ ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لیے جناب امیرؓ کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و وافی ہے۔ جب جناب امیرؓ حضرت عثمانؓ کو ہر ایک کمال میں علمی ہو یا حسبی نسبی، اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی قرابت رسولؐ اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں تو پھر شیعہ ہزار بکواس کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے۔ جس کے مقابلہ میں روافض کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمانؓ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

**چوتھی شہادت**: حضرت عثمانؓ کے دامادِ رسولؐ ہونے کا ثبوت شیعہ کی مستند کتاب "حیات القلوب" مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم ص۴۲۶ میں ہے۔

دو قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادقؓ روایت کردہ است کہ از برائے رسولؐ خدا از خدیجہؓ متولد شد طاہر و قاسم و فاطمہؓ و ام کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ

را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ و تزویج کرد بالو العاص بن ربیعہ کہ بنی امیہ بود زینب رضؓ را۔ و بہ عثمانؓ بن عفان ام کلثوم رضؓ وا و پیش از آنکہ بخانہ آں برد او برحمت الٰہی داصل شد وبعد از و رقیہ رضؓ را باو تزویج نمود۔

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول خداؐ کی اولاد جو حضرت خدیجہ رضؓ کے شکم سے ہوئی۔ طاہر اور قاسم اور فاطمہؓ ام کلثوم رقیہ رضؓ۔ و زینب رضؓ تھیں۔ فاطمہ رضؓ کا نکاح حضرت علی رضؓ سے کر دیا۔ اور زینب رضؓ ابو العاص رضؓ کو نکاح کر دی۔ اور ام کلثوم رضؓ کے ساتھ عثمانؓ کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضور ؐ نے حضرت رقیہ رضؓ کا حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الاطاعت امام جعفر صادق سے مروی ہے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (ام کلثوم رضؓ رقیہ رضؓ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم رضؓ کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاحبزادی رقیہ رضؓ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

**شیعہ کی بے قراری**:۔ اس واقعہ سے کہ حضرت عثمان رضؓ کو حضورؐ کی دامادی کا فخر حاصل تھا اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورین مشہور ہے۔ شیعہ سخت بے قرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ (کفار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے ناطے نہ کیے جائیں۔ شیعہ کیا جواب دیں۔ اس موقع پر پریشان حال ہو کر عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں کہ سوائے فاطمہ رضؓ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں اور یہ انکا ایسا دھوکا ہے۔ جس میں تمام عوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے جب کبھی یہ کہو کہ حضرت عثمان رضؓ داماد رسولؐ تھے جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اور کون سی بیٹی حضرت کی تھی جس کا نکاح عثمان۔ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس لیے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

# کیا رسولؐ پاک کی حضرت فاطمہؓ کے سوائے کوئی اور بیٹیاں بھی ہیں؟

میں حیران ہوں کہ جاہل شیعہ تو معذور ہیں۔ لیکن لکھے پڑھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اور تین صاحبزادیاں زینبؓ، ام کلثومؓ اور رقیہؓ بھی تھیں۔ چنانچہ ان کے ثبوت میں ایک تو "حیات القلوب" کی روایت لکھی جا چکی ہے۔ اب دوسرا ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔

**دوسرا ثبوت:۔** اس امر کا کہ حضرت رسولؐ پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں جو سب کی سب ام المومنین خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص۲۷۸ میں ہے۔

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهٗ مِنْهَا قَبْلَ الْمَبْعَثِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كُلْثُوْمَ وَوُلِدَ لَهٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

آپؐ نے خدیجہؓ سے نکاح کیا جب کہ بیس اور چند سال کے تھے۔ پس مبعوث ہونے سے پہلے ان کے بطن سے قاسمؓ، رقیہؓ اور زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ اور مبعوث ہونے کے بعد طیبؓ، طاہرؓ۔ فاطمہؓ کا تولد ہوا تھا۔

اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہؓ، زینبؓ، اور ام کلثومؓ بھی تھیں۔ جو خدیجۃ الکبریٰؓ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کو دھوکا دیں۔ کہ حضرتؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو اس مصرع کے مصداق ہونگے ع

"چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد"

**تیسرا ثبوت:۔** شیعہ کی مشہور و متداول کتاب "تحفۃ العوام" جو ہر ایک

خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰۵ جلد اول میں ہر روزہ ادعیہ میں صاف لکھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّۃَ بِنْتِ نَبِیِّکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کُلْثُوْمِ بِنْتِ نَبِیِّکَ اے خدا رحمت بھیج رقیہ دختر رسول پر۔ اے خدا رحمت بھیج ام کلثوم بنت رسولؐ پر۔ شیعہ کی مستند کتاب حدیث تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران جلد اول، کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۵۴ میں بھی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہ اور ام کلثوم دختران نبی علیہ السلام کے (روح) پر درود و صلوٰۃ درج ہے۔

اب امید ہے کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کریں گے۔ کہ اگر رسولؐ کی ایک ہی بیٹی تھی تو اوراد ادعیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبیؐ کیوں ذکر ہوتی ہیں جن پر صلوٰۃ بھیجنا اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؓ پر۔

**چوتھا ثبوت**: "حیات القلوب" جلد دوم صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔

بس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند و از جملہ آنہا عثمانؓ بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود

ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب رقمطراز ہے کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ منجملہ ان کے حضرت عثمانؓ تھے اور رقیہؓ دختر رسولؐ جو عثمانؓ کی منکوحہ تھیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے بامر خدا و رسول صلعم حبشہ کو ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسولؐ بھی تھیں، جو ان کی جورو تھیں کیا شیعہ حضرات ان روایات بنات کی تردید کر سکتے ہیں۔ کلّا و حاشا

ع حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من

# جواب شیعہ

جب شیعہ حضرات اس موقع پر پھنس جاتے ہیں اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ رسولؐ پاک نے یہ نکاح

اپنی بعثت سے قبل یا ممانعت نکاح مشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر رکیک قابل سماعت نہیں ہے۔ کیونکہ شیعہ کی کتابوں میں بھی یہ تصریح ہے کہ رقیہ بنت رسول ص کا نکاح اس وقت ہوا تھا۔ جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد دوم صـ ۵۵۹ پر ہے۔

وابن بابویہ بسند معتبر از اں حضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسول ص متولد شد از خدیجہ رض قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ و حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابو العاص ابن ربیعہ وا و مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ آورد برحمت الٰہی واصل شد پس چوں جنگ بدر رفتند حضرت رسول ص رقیہ را با و تزویج نمود۔

ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رسول ص خدا کی اولاد خدیجہ کے شکم سے قاسم و طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کا نام عبداللہ تھا۔ اور بیٹیاں ام کلثوم رض، رقیہ رض زینب رض اور فاطمہ رض کا نکاح ہوا۔ حضرت علی رض سے اور زینب رض کا ابو العاص بن ربیعہ سے نکاح ہوا جو بنی امیہ سے تھا۔ اور کلثوم رض کا نکاح حضرت عثمان رض بن عفان سے ہوا۔ آپ ان کے گھر جانے سے پہلے واصل باللہ ہو گئیں۔ پس جب جنگ بدر کو گئے رسول پاک ص نے رقیہ رض کا نکاح عثمان سے کر دیا۔

اب شیعہ کا یہ فضول عذر بھی رفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا۔ جب رسول پاک ص منصب رسالت پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمہ توحید میں کربستہ تھے اور اس وقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ بہرحال حضرت عثمان رض کے لیے یہ فخر کہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ کی تزویج میں آئیں۔ ان کی فضیلت کے لئے ایک کامل سرٹیفکیٹ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص دامادِ رسول ص کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہ رسول ص کے سخت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل دے کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔

حضرت عثمان کے محامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و

جانی خدمت اسلام کی۔ دنیائے اسلام تا قیامت اس کی ممنون رہے گی۔ روایات میں چونکہ آپ کے فضائل کا بیّن ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا ہے۔ اس لئے ہم مزید بیان خوف طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں جن سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف ثابت ہوتی ہے۔

# اصحاب ثلاثہ رضؓ کی مشترکہ تعریف

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضؓ نے جہاں اصحابہ ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے جو ان کے فضائل کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھیں گے۔ جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف میں مشترکہ پائی جاتی ہیں۔ اول نہج البلاغت جلد نمبر ا صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔

لَقَدْ عَهِدْتُ اَقْوَامًا فِیْ عَهْدِ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرَهُ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُکَاءِ وَخُمُصَ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلَ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرَ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ اُولٰئِكَ اِخْوَانِیَ الذَّاهِبُوْنَ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاءَ اِلَیْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَیْدِیَ عَلٰی فِرَاقِهِمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَکُمْ طُرُقَهُ وَیُرِیْدُ اَنْ یُّحِلَّ دِیْنَکُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَّ یُعْطِیَکُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزَغَاتِهٖ وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَیْکُمْ وَاعْقِلُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ۔

ترجمہ:۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضؓ کو دیکھا ہے۔ کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے باعث ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گزر گئے کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں

سلہ ابن بابویہ کی کتاب الخصال مطبوعہ ایران صفحہ ۳۷ تا صفحہ ۳۸ میں یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ درج ہے ۱۲

شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دین کی رسّی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وساوس سے بچو۔ اور اپنے راہنما کی نصیحت مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رض رسول ص کی جو فوت ہو گئے ہیں بے حد تعریف فرمائی ہے کہ وہ تمام قائم اللیل، صائم النہار تھے۔ خشیت الٰہی ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی گریہ وزاری میں ہمیشہ سربسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ شیطان کی پیروی مت کرو اور جماعت سے علیحدگی اختیار مت کرو۔

شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا اصحاب رض ثلاثہ ان افراد میں داخل تھے۔ یا نہ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔ یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر کو اپنے ان بھائیوں خلفاء ثلاثہ رض کی فرقت کا دل میں رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کے دل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیعہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند، ابوذر رض۔ مقداد رض۔ سلمان فارسی رض کے سوائے اصحاب رض رسول ص سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھے کہاں تھیں۔ جن کی وفات کا جناب امیر رض کو از حد رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ وہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھے۔ خلفاء رسول اور ان کے پیروان دین تھے۔ جن کو شیعہ معاذ اللہ کافر کہتے ہیں اور ناصح مشفق جناب امیر رض کی نصیحت کی پرواہ نہ کر کے شیطان کے متبع ہو کر سواد اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے۔ (خدا ہدایت کرے)۔

دوم :- نہج البلاغت جلد ۲ صـ۸ میں ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اِنَّهُ بَايَعَنِى الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ رض وَعُمَرَ رض وَعُثْمَانَ رض عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ

اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ
عَلٰى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى۔

ترجمہ:۔ جناب امیرؑ کے ان کے خطوط میں سے جو معاویہؓ کو آپ نے لکھے یہ بھی تھا۔ کہ میری بیعت اسی قوم نے اس امر پر کی ہے جس پر انہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ سے کی تھی اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے ردّ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور شوریٰ مہاجرین وانصار ہی کا حق ہے۔ جس شخص کی بیعت پر ان کا اتفاق ہو جائے اور اس کو امام بنا لیں خدا کو بھی وہی منظور ہے اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کسی طعن یا بدعت کے باعث انحراف کرے۔ اہل شوریٰ کا حق ہے کہ اسے اس خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے پر اس سے لڑیں۔"

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے مسئلہ خلافت وخلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا۔ اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اور خلفائے سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین وانصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو خلیفہ کر دیں۔ عند اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو اس سے لڑائی بھی کی جا سکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے حقدار سب سے پہلے امیر علیہ السلام اور خلفاء ثلاثہؓ کا انتخاب غلط ہوا تھا وہ جناب امیرؑ کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول ممدوح ہر چہار خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا حق کیا ہے کہ اس کے خلاف کہنے کی جرأت کریں کہ حق تو علیؓ کا تھا۔ ثلاثہؓ نے زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب امیرؓ یوں فرماتے کہ ثلاثہ کا انتخاب تو نااہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا اور خدا بھی ان کی خلافت پر راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا اور جس طریق سے کیا۔ یہ انتخاب جائز اور منظور خدا تھا۔

اس خطبے سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ انتخاب خلیفہ سے ناراض

تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی یا جبراً قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو اور منتخب شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے وہ مومنین کے طریقہ سے الگ اور واجب القتال ہے اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے جو مہاجرین وانصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کردے۔ کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کرینگے۔؟

سوئم حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۸۹ میں ہے۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

یعنی پیشی گیرندگان کہ پیشتر بودہ اند از مہاجرین وانصار و آنانکہ متابعت ایشاں کردہ اند بہ نیکی راضی شد خدا وازایشاں و راضی شدند از و حضرت فرمود پس خدا ابتدا نمود آناں کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند بقدر درجہ آں پس در مرتبہ دوم انصار را یاد کرد کہ بعد از مہاجر یاری آنحضرت نمودند پس در مرتبہ دوم قرار داد۔ بقدر درجات و منازلے کہ ایشاں راز ذات شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین وانصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے مدارج کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقداد رض، ابوذر رض، سلمان رض ہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ رض مہاجرین وانصار سے خارج ہیں؟ اگر یہ ان کے سرتاج ہیں تو ان کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدائے پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا اور شیعہ سچے ہیں؟

چہارم: حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے ساز وسامان کو دیکھا تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے۔

| | |
|---|---|
| خدایا گر ایں چند تن از عباد | کہ کردند امر ترا انقیاد |
| بحکم تو بستند بر کیں میاں | ندیدند بیش و کم دشمناں |
| بمانند از فتح کوتاہ دست | بیابند از دست اعدا شکست |

بروئے زمیں تا قیامت دگر — نگردد پرستندہ اے دادگر

ترجمہ۔ اے خدا اگر تیرے یہ قلیل بندے جو تیرے عبادت گذار ہیں اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمر بستہ ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتح یابی حاصل نہ کر سکے تو یا خدایا! روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائے گا۔

بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دے کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ تیرے فرماں بردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمنوں کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں۔ اگر ان کا وجود صفحہ دہر سے مٹ گیا تو دنیا میں تیرا پرستار، تیرا نام لیوا قیامت تک پیدا نہ ہوگا یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے میر عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور؟ کیا صرف وہی شیعہ کے تین چار بزرگ جو ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں الٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے۔ جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی نہیں، آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ (انصاف انصاف)

پنجم :- حیات القلوب جلد ۲ صہ ۱۴۱ میں ہے۔

عروہ بن مسعود چوں در غزوہ حدیبیہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد دید کہ ہر گاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبادرت میکردند در گرفتن آن آب بمرتبہ کہ یک دیگر را بکشند و ہر مرتبہ کہ آب دہان یا آب بینی می انداخت بدست خود آں رامی ربودند و چوں امری فرمود بر یک دیگر سبقت می گرفتند در امتثال آں و چوں سخن مے فرمود صدا ہائے خود را پست می کردند و تند بر روئے مبارک آنحضرت نظر نمی کردند و سرہا در پیش می افگندند و چوں عروہ بنزد قریش برگشت۔ گفت اے گروہ قریش من بنزد بادشاہ عجم و بادشاہ روم و بادشاہ حبشہ رفتہ

بودم لیکن ندیدم کہ ہیچ قومے بادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم و اطاعت وی نمایند۔ ترجمہ: غزوہ حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہو کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضورؐ وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے۔ جب آپؐ منہ سے تھوک یا ناک سے پانی پھینکتے، برکت کے لئے ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے منہ اور بدن پر ملتے اور اگر کوئی بال جسم اطہر سے گرتا اس کے لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے جب حضور کلام کرتے یہ لوگ چپکے ہو جاتے اور حضور انورؐ کے رخ پر تیز نگاہ ڈال نہ سکتے تھے اور آپؐ کے حضورؐ میں بیٹھ کر اپنے سر نیچے جھکا دیا کرتے جب عروہ نے یہ حالت دیکھی اور قریش میں لوٹا تو کہنے لگا میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی جو اپنے بادشاہ کی اسطرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے اصحاب رضی رسولؐ اپنے شہنشاہ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب حملہ حیدری نے نظم میں بیان کیا ہے۔

پس آں گاہ در مجلس شاہ دین ۔۔۔ نشست او زبانِ دگر در کمیں
کہ اصحاب او را کند امتحاں ۔۔۔ بہ بیند کہ چوں است اخلاص شاں
بظاہر گرہ کردہ ابرو ز خشم ۔۔۔ نہانی ہمیں دید از زیر چشم
چو اکرام و تعظیم و فرمانبری ۔۔۔ ارادت شعاری عقیدت دری
ز اصحاب نسبت بہ سالار دین
بتابید آں مرد و ز دید ہیں

ترجمہ:۔ عروہ بن مسعود جب مجلس رسول پاک میں اس لئے گھات لگا کر بیٹھا کہ اصحابؓ کے اخلاص و جاں نثاری کا امتحان کرے۔ بظاہر تو اس نے غصہ سے ابرو پر گرہ ڈالی مگر ترچھی نظر سے اس نے دیکھنا شروع کیا۔ جب اس نے عاشقان جمال احمدی کی ارادت و عقیدت کا حال دیکھا تو اسے بے حد تعجب ہوا۔ کیونکہ پہلے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا تو اپنے چشم دید واقعات کی ان کو جا کر یوں اطلاع دیتا ہے

کہ من آنچہ دیدم ز یاران او ۔۔۔ ازاں سر بکف جاں نثاران او
در ایران و در روم و در زنگبار ۔۔۔ ندیدم ز نیکے و بد آں دیار

که دارند پاس شہ خود چنیں | بسائیدہ بر نقش پاش جبیں
محمد گر اندازد آب دہن | بر آں آب خوں می کنند انجمن
گر گیرند آں آب مانند رو | ازاں آب تازہ کنند آبرو
دگر ہر کرا بینی از مہتراں | کند کفش او پاک چوں کہتراں
بر آب وضوئش نزاعے کنند | کہ خواہند سر ہائے خود لب کنند

ترجمہ:- میں نے آنحضرتؐ کے جانباز اصحاب میں جو کچھ دیکھا ہے۔ میں نے ایران و روم اور زنگبار میں کسی نیک و بد کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کا اس قدر اکرام کریں کہ اس کی جوتیوں پر اپنے ماتھے رگڑیں۔ محمدؐ اگر آب دہن پھینکنا چاہے تو اس کے لینے کے لیے مجمع میں کشت و خون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس آب دہن کو لے کر اپنے چہروں پر ملتے اور اپنی آبرو بڑھاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو وہ آپؐ کی جوتیاں ادنیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہے ان کا وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ سر دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

جب اصحابؓ رسولؐ کی جانثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں اور معترف ہوں کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے جو اپنے آقا پر یوں جانثاری کریں۔ اور اس کے پاؤں کی خاک سرمۂ چشم اور آب دہن کو زینت چہرہ کے لئے غازہ گلگوں سمجھتے ہوں جو اس کی شمع جمال پر پروانہ وار گر پڑتے ہوں اور سر بکف اس کی خدمت میں جانثاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اترنے والا ہے؟ ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ پاک کے آنکھ بند کرنے دفوت ہونے) کی دیر تھی کہ وہ سارا کھیل بگڑ گیا۔ نہ وہ عشق رہا نہ وہ محبت۔ سب کے سب اصحاب بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔ جن لوگوں کو کوچہ عشق میں گذر نہ ہو ایسی ہی بہکی باتیں وہی کرتے ہیں۔ عاشقان ذات احمدی کے سوز جگر کا حال وہی جانیں جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو ؎

چوں دل بہ مہر نگارے نہ بستہ اے ماہ | ترا ز سوز درون نیاز ما چہ خبر

الحق جانثاری رسول پاک جیسے حضور کی زندگی میں دین حق کے شیدا تھے۔ بعد وفات نبی بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا کو کلمۂ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفائے رسول نہ ہوتے تو خدائے قدوس کا صحیفہ قدس قرآن کبھی ہم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمانی کی ہی خبر ہوتی۔ دنیائے اسلام فاتح فارس و روم اور ان کے ماسبق خلفا کی تا بقائے دہر شرمندۂ احسان رہے گی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اگرچہ اصحاب رسول سب کے سب نجوم ہدایت تھے۔ لیکن خلفائے اربعہ فلک اسلام کے وہ روشن سیارے تھے جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت شرق سے غرب و جنوب سے شمال تک خشکی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجا۔

# چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار — ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار یار
جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہوئی — ہوتے ہیں ہر اک مکاں کے دیکھ لو دیوار چار
عرش سے نازل ہوئیں چاروں کتابیں[1] دوستو — ہیں اولوالعزم انبیا[2] ایزد غفار چار
ہیں فرشتے[3] بھی مقرب چار جو مشہور ہیں — ہیں مذاہب بھی یہی مقبول بے انکار چار
کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلے ہیں ضرور — خانوادے[4] بھی طریقت کے ہیں پر انوار چار
اربعہ متناسبہ پڑھتے ہیں طفلان سکول — اور مربع شکل کے اضلاع بھی ہیں چار چار
تھی فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ جو ارشاد حق — ہے تمہیں معلوم تھے وہ طائر طیار چار
چار پائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک دوستو — اور جوارح بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار
چار کے اعداد ہیں لاریب منظور خدا — بالیقیں ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار
فاطمہ حسنین اور حضرت علی المرتضےٰ — تھے یہ خویشان نبی احمد مختار چار
ہیں چراغ مسجد و محراب و منبر اے دبیر — یہ ابوبکر و عمر عثمان و حیدر یار چار

---

[1] زبور۔ توریت، انجیل، قرآن [2] ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد علیہ السلام [3] جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل [4] چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی

# خلافت و امامت[1]

اب ہم شیعہ سنی کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال تلایا تھا جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از بیش تھیں بموجب وعدہ الٰہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو یہ اعزاز بالترتیب حاصل ہوا۔ اولاً باتفاق اہل حل و عقد ابوبکر صدیق رض پھر حضرت عمر فاروق رض پھر عثمان ذوالنورین رض پھر علی المرتضیٰ رض منصب خلافت رسول پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا فرمایا تھا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

اہل تشیع کا مذہب ہے۔ کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول ص حضرت علی رض کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسول ص نے انہی کی امامت پر نص کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ رض زبردستی تخت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کا زمانہ جور کا زمانہ تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رض کا تھا۔ اور بس۔ اس موقعہ پر چند امور تنقیح قائم کر کے ہر ایک امر پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کریں گے۔

## فرد تنقیح

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے

کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علی رض کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق

[1] حاشیہ بر صد ۱۹۱

اہل حل وعقد سے ہی ہوتا رہا ہے۔ اور اسی میں رضاء الٰہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علیؓ خود طالب خلافت بلافصل تھے اور خلافت چھن جانے پر وہ مہاجرین وانصار کے دربدر حسنینؓ کو ساتھ لے کر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق رغبت نہ تھی اور بہ نسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعویدار ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علی المرتضیٰؓ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً یا برضا سندی خود کی؟

# امرِ اوّل

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہیں۔ کیونکہ مسند خلافت رسولؐ پر ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار چیخ پکار کریں۔ وہ زمانہ گزر چکا۔ ان کو اب قبضہ و دخل ملنا محال ہے۔ اس لئے بارِ ثبوت جملہ امور میں بذمہ شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ اس کی تردید ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہونا چاہیئے۔ خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے۔ اس لئے امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں لیکن قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں اور شیعہ کا یہ صرف دعویٰ ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ یہ بات از بس عجیب ہے کہ شیعہ حضرات انبیاء کو تو متہم بالذنب کرتے ہوئے ان کی عصمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

چنانچہ ابوالبشر اسبق الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ ان میں تین اصول کفر میں سے دو موجود تھے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۵۱۷ میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْکُفْرِ ثَلٰثَۃٌ اَلْحِرْصُ

الاستکبار والحسد فاما الحرص فان آدم حین نھی من الشجرۃ
حملہ علی ان اکل منھا واما الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود
لآدم فابا فاما الحسد فابنا آدم حیث قتل احدھما صاحبہ

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اصول کفر تین ہیں۔ حرص اور تکبر اور حسد حرص تو آدم علیہ السلام نے کی۔ جب درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے اسے کھانے پر برانگیختہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی۔ جب آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم ہوا اور وہ انکاری ہوا۔ حسد آدمؑ کے دو بیٹوں نے کیا۔ جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔"

جائے غور ہے کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلّہ بیان کرتے ہیں کہ اصول کفر سے ایک ابلیس کے حصے میں آیا یعنی تکبر۔ دوسرا آدمؑ کو نصیب ہوا یعنی حرص۔ شاباش! خلف رشید ہوں۔ تو ایسے ہوں جو جد امجد (آدمؑ) سے بھی نہ ٹلیں پھر دوسروں کو ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ کہ ابلیس نے اصول کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدمؑ نے حرص کے علاوہ حسد بھی کیا۔ یعنی ان میں دو اصول کفر پائے گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔

چنانچہ حیات القلوب جلد اول ص۵۹ میں ہے۔ کہ خدا نے آدمؑ کو آئمہ اہل بیت پر حسد کرنے سے منع کیا اور کہا میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جاوے گا اور بہت ذلیل ہو گے مگر آدم ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں جنت سے آدم و حوا ہر دو نکال کر باہر پھینکے گئے عبارت یوں ہے۔

"اے آدم و حوا انظر نکنید۔ سوئے نورہا وحجت ہائے من بدیدۂ حسد۔ پس

---

بقیہ حاشیہ ص۱۸۹ لغت کی کتاب قاموس جلد ۳ ص۶ میں ہے الخلیفۃ السلطان الاعظم۔ خلیفہ جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۳ ص۵۹ میں ہے الامام من یؤتم بہ من رئیس او غیرہ امام اسے جس کی اطاعت حکم کی جائے۔ بادشاہ رئیس وغیرہ کو امام کہتے ہیں۔

# ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کے لئے نامزد کریں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنودی رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا قول نہج البلاغت مطبوعہ طہران صفحہ ۳۹۸ و جلد ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے۔ وَاِنَّمَا الشُّوریٰ لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًی۔

ترجمہ:۔ "شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں اور اس کو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے"

پس خطبہ میں جناب امیرؓ نے ناطق فیصلہ دے کر ہمیں اہل تشیع کے خلاف ڈگری دے دی ہے کہ امام اور خلیفہ وہی ہے جسے مجلس شوریٰ نامزد کر دے اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوح نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ نہج البلاغت صفحہ ۶۰ میں ہے۔

اِنَّهٗ قَالَ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْهَا الْكَافِرُ وَیُبَلِّغُ فِیْهَا الرَّجُلَ وَتَامَنُ فِیْهَا السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ لِیَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَّیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

ترجمہ اور فرمایا۔ آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام سے نیک ہو یا بد کہ ان کی حکومت میں مومن عمل کرے (آخرت کے لئے) اور کافر (مال دنیا سے) متمتع ہو اور اس کی امارت میں پیادہ ہو (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں اور کمزور زبردست سے اپنا حق لے سکے۔ تاکہ نیکوکار (بھلا مانس) امن و آسائش میں رہے۔ اور بدمعاشوں سے کھٹکا نہ رہے

اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے کہ پبلک کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کافر بھی دنیوی امور میں آزاد رہے۔ کسی

راہرو کو راہزنوں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ نیک معاش انسان پر بدرو یہ اشخاص دست بُرد نہ کر سکیں آپ نے ابتداہی میں اس بات کا تصفیہ فرمادیا۔ کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جناب امیر رض نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں میں خواہ نیک ہوں یا بد درجۂ امارت سے تو گر نہیں سکتا کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحبان بتلائیں کہ جناب امیر رض تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کون سی دلیل ہے؟

رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک اصول چار ہیں (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔ لہ

رہا یہ امر سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بے دلیل ہے جس کے متعلق بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح بحق اہلسنت خلاف اہل تشیع ثابت ہے۔ اب

---

لہ شیعہ اس قدر نہیں کہتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی بنا پانچ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ولایت ہیں اور ان میں سے افضل ولایت ہے جیسا کہ اصول کافی صـ ۳۶۸ میں ہے عن ابی جعفر ؑ بنی الاسلام علی خمسة اشیاء علی الصلوٰة والزکوٰة والحج والصوم والولایة قال زرارة وای شیٔ من ذالک افضل فقال الولایة افضل۔

ترجمہ۔ یہ کہ امام باقر نے کہا اسلام کی بنا پانچ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت ہیں اور ان سے افضل ولایت ہے لیکن تعجب ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں جابجا تاکیدی احکام موجود ہیں۔ لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اس قرآن مخزونہ شیعہ میں ہو جو امام غائب کے پاس ہے۔

امر تنقیح ۲ کی بحث شروع ہوتی ہے۔

## امر دوم. کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم علی المرتضیٰؓ کی عظمت شان اور رفعت قدر کے قائل ہیں۔ بےشک آپ صہر النبیؐ ابن عم رسولؐ والد حسنینؓ زوج زہراؓ باب العلم، خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصار نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعویٰ کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے اور اس دعوے کے بطلان پر ہم چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

**پہلی دلیل:۔** آیۂ استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت خلفاء حسب وعدہ ایزد متعال عمل میں آئی۔ جب قرآن اسبات پر ناطق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائیں گے جیسے بنی اسرائیل میں خلیفہ گزر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا کہ منشاء ایزدی وعدۂ الٰہی کے خلاف خلافت موعود سے کوئی غیر مستحق مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ محروم رہ جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشاء اسکا موعود انعام زبردستی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار خدا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اس کی مانی ہوئی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ کہ خلافت کا منصب جلیل رسول پاکؐ کے جلیل القدر اصحابؓ اربعہ کو اسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحابؓ تھے۔ ان کی خدمت اسلام میں بیش از بیش تھیں اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی۔ اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جانا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص خلیفہ ہو جاتا تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص ہوتا تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے اور اگر

حضرت عثمان رضؓ سے اول حضرت علی المرتضےٰ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمان رضؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر نے اپنے وعدے کئے ہوئے انعام کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ ہر چہار اصحابِ رسول ؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ (اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل :۔ اگر رسول پاک ؐ کی وفات کے بعد حضرت علی منصب خلافت پر جاگزیں ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو یہ طعن کرنے کا موقع ملتا کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی اور مرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی اپنے داماد کو یہ اعزاز بخش دیا۔ تاکہ ان کی دختر بلند اختر (فاطمہ رضؓ) اور ان کے نواسے حسنین رضؓ چین سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا اور اسلام پاک کے ذمے ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر امر خلافت (نیابت رسول ؐ) موروثی ہوتا تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباس رضؓ عم رسول ؐ تھے ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قرابت حضرت علی رضؓ سے تھی ان کو بھی سب سے آخر میں حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں، خلیفہ بنا لیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ ثم۔ ثم۔

تیسری دلیل :۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔

اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمُّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًی۔ انتخاب خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو وہ خلیفہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے۔

اور یہ مسلّم الطرفین ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ صدیق کا انتخاب مجلس شوریٰ مہاجرین وانصار کے اجتماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اس کو علی المرتضیٰ حق بجانب سمجھتے ہیں۔ تو بقول شخصے "مدعی سست و گواہ چست" شیعہ کا امیرؓ کے فیصلہ کے خلاف شور و غل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل: اگر علی المرتضیٰؓ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق تصور فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلّم تھی۔ آپ کی ذوالفقار غضب ڈھاتی تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیعہ دیو اور جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عمِ رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے۔ مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے، اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ہی۔ آپ کو غاصبین خلافت پر تلوار اٹھانی واجب تھی اور اگر آپ راستی پر ہوتے تو نصرت الٰہی آپ کے شامل حال ہوتی اور بحکم كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ط (اہل حق کی تھوڑی جماعت اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے) آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے جب رسول پاکؐ کفار کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرت الٰہی آپ کے شامل حال تھی۔ اور اسی وجہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں اور اسد اللہ الغالب کا لَا فَتٰى اِلَّا عَلِىٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے جیسا کہ "نہج البلاغت" مطبوعہ بیروت جلد ۲ صفحہ ۶۵ ایضاً مطبوعہ طہران ص۵۰۷ میں لکھا ہے۔

قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّىْ وَاللّٰهِ لَوْ لَقِيْتُهُمْ وَاحِدًا وَّ هُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ۔

ترجمہ: "جناب امیرؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں اور زمین سے پُر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو۔"

پھر جب آپ تن تنہا سارے جہاں کے مقابلے کے لئے کافی تھے اور اصحاب رض ثلاثہ نے آپ سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے دیتے، اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رض خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھی۔

**پانچویں دلیل:۔** اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحاب ثلاثہ رض نے خلافت زبردستی چھین لی تھی اور اپنے وقت میں وہ جور و جفا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علی رض کا پہلے تو ان سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے تو ان کے مشیر کار نہ بنے رہتے اور مال غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کرنا بحکم الٰہی فرض[1] ہے۔ جب کہ نہ لڑائی کی نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے اور غنائم سے حصّہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق نہ سمجھتے تھے۔

ان پانچ دلائل سے ہر ایک باسمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت علی رض خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے ان کو درست تسلیم کیا اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیعہ کے پاس خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ رض کے متعلق کیا دلائل ہیں اور ان کا جواب کیا ہے؟

---

[1] قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پارہ ۵ سورہ نساء) ترجمہ: جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حالت میں روح قبض کی کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حالت میں تھے کہیں گے کہ ہم زمین میں ہارے ہوئے تھے فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جو برا ٹھکانا ہے۔

# دلائل شیعہ (خمِ غدیر)

شیعہ کے دلائل کا زیادہ مدار حدیث خمِ غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمالی کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام خمِ غدیر میں قیام فرمایا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو بماتحتی جناب امیرؓ مہم ملک یمن پر مامور تھے۔ جناب امیرؓ کی آنحضرتؐ کے پاس کچھ بیجا شکایات کیں حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کرینگے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضورؐ نے یہ مصلحت سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کرکے خطبہ فرمایا جس سے اصلی غرض جناب امیرؓ کی بریت اور شاکیوں کو تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

ترجمہ:۔ اے جماعت مسلمانان کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں حاضرین نے کہا۔ ہاں حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علیؓ کو دوست رکھتا ہے بار خدایا۔ جو شخص علیؓ کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علیؓ کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھیو"

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ کا اعلان تھا جو رسولؐ پاک نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ بارہا جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علیؓ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپؐ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبرائیلؑ نے یہ آیت سنائی۔ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ط

(سورہ مائدہ ع ۱۰)

ترجمہ اے رسولؐ۔ جو حکم تیرے رب نے تجھے دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے

ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔

سو آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علیؓ یا خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ حضرت علیؓ کی شکایات بے بنیاد ہیں۔ اور ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسولؐ کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور حضرت علیؓ کی عداوت باعث نارضامندی حق تعالیٰ ہے۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے۔ ایسا نہ کرینگے تو حق رسالت ادا نہیں ہو گا اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے شیعہ دھینگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیڑنا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ اس کا رسولؐ علیؓ کی خلافت کا اعلان کرے تو ایسے گول مول الفاظ اور چیستان کی کیا ضرورت تھی، صاف طور پر حکم ہوتا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ (اے رسول: علیؓ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجیے۔) پھر حضرتؐ جیسا افصح الفصحا ایسا گورکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے۔ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أَنَا رَسُولُ اللهِ وَعَلِيٌّ خَلِيفَتِي بَعْدِي وَفَاتِي۔

جب خدا نے وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرما دیا تھا تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا۔ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؓ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیتے لیکن شیعہ ایمان سے کہیں۔ کہ اس حدیث اور آیت میں کون سا لفظ ایسا ہے جس سے علیؓ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

# لفظ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ سے

ولایت علیؓ کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اسکا ثبوت نہیں ملا بلکہ قاموس جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔ اَلْمَوْلیٰ اَلْمَالِکُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِیْبُ کَابْنِ الْعَمِّ وَنَحْوِهٖ وَالْجَارُ وَالْحَلِیْفُ وَالْاِبْنُ وَالْعَمُّ وَالشَّرِیْکُ وَالرَّبُّ وَالنَّاصِرُ وَالْمُحِبُّ وَالتَّابِعُ وَالصِّهْرُ (قاموس جلد ۴ صـ۳۰۲)

ترجمہ: مولیٰ کے معنے مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسے چچا زاد بھائی وغیرہ اور پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور ساجھی اور آقا اور مددگار اور داماد ہے۔

اب بتایئے مولیٰ بالتصرف کونسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے اس قدر مختلف معانی ہوں۔ حتیٰ کہ غلام تابع حکم اور پسر پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محب کے اور کوئی معنے موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ مولیٰ کا معنیٰ محب اور دوست کا ہی ہے۔

# حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونیکا ثبوت کتب شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں اور ہر چند جدوجہد کرتے ہیں لیکن ان کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی ساحل مراد تک پہنچ نہیں سکتی۔

ظفر نے قصۂ زلف دراز جاناں کو کیا بیان تو کیا کیا بیان میں الجھا

ادھر تو یہ کہتے ہیں کہ حدیث خم غدیر خلافت بلافصل علیؓ پر نص جلی ہے۔ اور ہر قصہ قرطاس کو دلیل کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مقصود میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلافصل جناب امیرؓ کی ثابت نہیں ہوتی۔ کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

اوّل۔ جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ کے صـ۶۰ ج۱ میں ذکر رحلت وفات رسول اللہ صلعم میں لکھا ہے۔ "پس حضرتؐ نے چشم کھول کر فرمایا۔ اے عباسؓ اے عم رسولؐ خدا

میری وصیت میرے اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباسؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں پیر مرد عیالدار ہوں۔ اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش و سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا مال آپؐ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھیے۔

پس حضرتؐ نے فرمایا۔ میں میراث اس کو دوں گا جو قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ! تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیرؓ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے علیؓ! تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض ادا کرو۔ الخ۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وصی کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں کہا جاتا کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علیؓ کو کہا جاتا۔ کہ اے علیؓ! تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

دوم: جلاء العیون ص۶۴ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص والیٔ امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار نیکو کار کی رعایت اور بدکار سے درگزر کرے اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بنا چکے ہوتے تو حضورؐ یہ نہ فرماتے کہ جو شخص والیٔ امر مسلمانان ہو۔ الخ۔

بلکہ حضرت علیؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے کہ "اے علیؓ! تم میرے بعد والیٔ امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔"

سوم :۔ جلاء العیون ص۶۲ ج۱ میں ہے۔ شیخ مفید نے روایت کی کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علیؓ بن ابی طالب اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتؐ رہ گئے۔ عباس رضی نے کہا "یا رسول اللہ! اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ بادشاہ ہوں۔ اور اگر آپؐ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کرینگے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحابؓ سے ہماری سفارش کیجئے۔" حضرتؐ نے فرمایا "تم کو بعد میرے ضعیف کرینگے اور تم پر غالب ہونگے۔"

اگر امیر علیہ السلام کی خلافت کا فیصلہ پہلے ہو گیا ہوتا تو اس موقعہ پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ "امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا" یوں کہتے کہ "اگر خلافت علیؓ جس کا آپؐ نے فیصلہ کر دیا ہے، قائم و بحال رہے گی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔"

چہارم: کتاب "حیات القلوب" جلد۲ ص۲۲۳ میں ہے۔

روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و زید بن قیس بقصد قتل آنحضرتؐ آمدند چوں داخل مسجد شدند۔ عامر بنزدیک آنحضرتؐ آمد و گفت۔ یا محمدؐ! اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواہد بود۔ آنچہ برائے ہمہ مسلمانانست و بر تو خواہد بود آنچہ بر ہمہ مسلمانان است۔ گفت می خواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود اختیار ایں امر بدست خدا است، بدست من و تو نیست۔

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس بارادہ قتل آنحضرتؐ آئے جب مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہ کچھ ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملے گا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچے گا تمہیں بھی پہنچے گا پھر اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں۔

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپؐ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اس کے

متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرما گئے۔

پنجم :۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹ میں زیر تفسیر آیتہ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا یوں لکھا ہے :۔ "علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چوں حفصہ رض بر قصہ ماریہ مطلع شد حضرت را دراں باب عتاب نمود۔ حضرت ؐ فرمود کہ دست از من بدار کہ برائے خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و رازے بتو مے گویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی۔ بر تو خواہد نفرین خدا و قہر ملائکہ و طعن جمیع مردماں حفصہ رض گفت چنیں باشد بگو آں راز کدام است۔ حضرت ؐ فرمود کہ راز آنست کہ ابوبکر رض بعد از من بجور[1] خلیفہ خواہد شد۔ و بعد از و پدر تو خلیفہ خواہد شد۔ حفصہ رض گفت تراکہ خبر دادہ است بایں امر حضرت ؐ فرمود خدا مرا خبر دادہ است۔ پس حفصہ رض درہماں روز ایں خبر را بعائشہ رض رسانید و عائشہ رض پدر خود ابوبکر رض را باآں راز مطلع گردانید۔ پس ابوبکر رض بہ نزد عمر رض آمد و گفت، عائشہ رض از حفصہ رض خبرے نقل کرد۔ من اعتمادے بر قول او ندارم تو از حفصہ رض سوال نما۔ کہ آں خبر راست است یا نہ پس عمر رض بہ نزدیک حفصہ رض آمد گفت ایں چہ خبر است کہ عائشہ رض از تو نقل میکند حفصہ رض در ابتدائے حال منکر شد۔ و گفت من باو سخنے نگفتہ ام۔ گفت اگر خبر راست است از ما مخفی مدار تا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم۔ چوں حفصہ رض ایں را شنید گفت بلے حضرت چنیں گفت۔"

ترجمہ :۔ "علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے کہ حفصہ رض کو ماریہ کا حال معلوم ہوا اور آنحضرت ؐ سے شکایت کی۔ تو حضور ؐ نے فرمایا خفا نہ ہو۔ میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور تمہیں میں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کر دو گی تو تمہارے لئے برا ہوگا۔ حفصہ رض نے کہا۔ نہ بتاؤں گی۔ بتایئے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا۔ راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر رض زبردستی خلیفہ بن جائے گا اور اس کے بعد تیرا باپ عمر رض خلیفہ ہوگا۔ حفصہ رض نے کہا۔ آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس حفصہ رض نے اسی روز یہ بات عائشہ رض کو بتا دی۔ اس نے اپنے باپ ابوبکر رض کو بتایا۔ اور اس نے عمر رض سے ذکر کیا۔ کہ عائشہ رض حفصہ رض سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھ کر بتاؤ۔ کیا یہ سچ ہے۔ عمر رض نے حفصہ رض سے دریافت کیا۔

---

[1] یہ ملا باقر مجلسی کی ایجاد ہے

پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن عمرؓ نے کہا۔ بتاؤ کہ اگر یہ سچ ہے تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ حفصہؓ نے کہا۔ ہاں پیغمبر نے ایسا ہی بتایا ہے؟

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی آیتہ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرتؐ کو اطلاع بخش دی تھی۔ کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ابو بکرؓ پھر عمرؓ ہوں گے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ دیکھو شیعہ کی کتب اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت منصوص نہیں۔ بلکہ بموجب آیتہ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ ابو بکرؓ کی منصوص ہو چکی تھی جس کی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے مطلع کر دیا۔ سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

**ششم:** شیعہ کہتے ہیں کہ مقام خم غدیر میں رسولؐ پاک نے ۲ لاکھ اصحابؓ کے رُو برو جناب امیرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اصحابؓ رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کہ جن کی خلافت کا فیصلہ رسول پاکؐ فرما گئے تھے سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے اور فیصلہ رسولؐ کے خلاف ابو بکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔ جلاء العیون ص ۱۴۹ میں ہے۔ جب رات ہوئی۔ جناب امیرؓ حسنینؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر مہاجرین و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی۔ (انتہا ملخصاً)

شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے چار اشخاص مقدادؓ، ابو ذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ کے باقی جمیع اصحاب نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جناب امیرؓ حسنینؓ کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے کہ میرا ساتھ دو کسی نے ساتھ نہ دیا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا حضرت ابو بکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہو کر اصحابؓ رسولؐ نے قاطبۃً ان کی بیعت اختیار کر لی۔ اہلسنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے لَا تَجْتَمِعُ

اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (حضورؐ نے فرمایا۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی)

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۳۳ میں ہے۔ سیزدہم آنست کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نمی کشد وایشاں را بر گمراہی جمع نمی کند (ترجمہ: خواص امت نبی آخر الزماں سے تیرھویں بات یہ ہے کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی اور گمراہی پر ان کا اجماع نہ ہوگا۔

پھر کیسے مانا جاسکتا ہے کہ امت مرحومہ کلہم گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابوبکرؓ پر متفق ہوگئی۔ اور اپنے رسول پاکؐ کے فیصلہ کی پرواہ نہ کی۔ اس بات کو عقل ونقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالا ماننا پڑے گا کہ یہ بات درست نہیں کہ بمقام خم غدیر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

ھفتم: خم غدیر کا مسئلہ بلا فصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب امیرؓ نے دعوے خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلا فصل پر نص صریح تھی تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کرکے فریق مقابل کو ملزم کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے۔ یہ ثابت نہیں ہے کہ جناب امیرؓ نے حدیث خم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ھشتم: حدیث خم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کرکے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تو پھر بوقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کا فیصلہ لکھنے کے لئے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر کہا جائے کہ آنحضرتؐ کو اطمینان نہ تھا۔ کہ آپؐ کا فیصلہ مان لیا جائے گا۔ تو پھر جب کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا تو بحالت مرض ایک تنگ حجرہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئے گی)

# شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیتہ ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ؕ ترجمہ: تمہارے مددگار خدا اور رسول خدا ہیں اور مومن لوگ جو نماز روزہ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ رکوع وسجود کرنے کے عادی ہیں[1]

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو اگر لفظ وَلِی سے استدلال ہے تو یہاں خدا اور رسولؐ اور ان مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقع پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحجت ۲۸۸ میں ہے۔

کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَقَدْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَھُوَ رَاکِعٌ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ قِیْمَتُھَا اَلْفُ دِیْنَارٍ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَسَاہُ اِیَّاھَا وَکَانَ النَّجَاشِیُّ اَھْدَاھَا فَجَاءَ سَائِلٌ وَقَالَ سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ وَاَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ عَلٰی مِسْکِیْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّۃَ اِلَیْہِ وَاَوْمٰی بِیَدِہٖ اَنِ احْمِلْھَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْہِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ؕ

ترجمہ: "امیر المومنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاکؐ نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرت کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ بس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے۔ آپ نے وہ شال سائل کی

---

[1] وَھُمْ رَاکِعُوْنَ یا تو یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ سے حال واقع ہوا ہے یا یہاں رکوع بمعنی خشوع ہے ۱۲

طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ اتار دی۔"

ہمارا جواب :- ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علیؓ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ اَلْوَلِیُّ اَلْقُرْبُ وَالدُّنُوُّ وَالْوَلِیُّ الْاِسْمُ مِنْہُ وَالْمُحِبُّ وَالصَّدِیْقُ وَالنَّاصِرُ (ولی مصدر کا معنیٰ قرب اور نزدیکی کا ہے۔ ولی اس کا اسم ہے جس کا معنی محب اور دوست اور مددگار ہے)

اب بتلایئے کہ لفظ ولی سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جا سکتی ہے؟ اور روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں ہے۔

## روایت بالا کے موضوع ہونیکے دلائل

اوّل: حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ دنیاداروں کی طرح قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جلاء العیون کی روایت سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے ناطہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا تو آپ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا اور جب سامان شادی خریدنے کی آپ کو ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کرکے وہ سامان خرید کیا۔ علامہ سید علی حائری اپنی مؤلفہ کتاب غایۃ المقصود کے صفحہ ۱۵۴ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

" در آنجا در بیت النبوۃ از کمال زہد و تقویٰ و فقر تا بہ سہ یوم فاقہ مے گذرانیدند تا آنکہ بشہادت آیت یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ الخ نازل شد و ایں جا دو شالہائے خیل خال و تہ بستہ کشمیری و سر بر نمیگذارد و آنجا بر حصیر لیف خرما و اکثر بر خاک خوابیدہ دیدہ و فرمودہ۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ ازیں ہماں روز بابی تراب مکنّی شدہ۔ ترجمہ :- وہاں خاندان نبوت حضرت علیؓ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذارتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچہ جات کا استعمال ہوتا ہے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی بوریا۔ بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمادیا۔ اے "ابوتراب" چنانچہ آپ کی یہی کنیت مشہور ہو گئی۔

علامہ حائری کی اس تحریر اور جلاء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؓ کی زاہدانہ اور صوفیانہ پوزیشن کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ایسی پوشاکوں سے جو ایک طالب دنیا شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں داخل ہے۔ جو ایک متقی مومن پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ علی المرتضیٰؓ جیسے متقی متورع تارک الدنیا عالی مرتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے کہ وہ ایسے ریشمی اور طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ اصحاب رسولؐ کو دنیاداروں کی طرح زیب و زینت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے لیکن آپ کی چادر اور کرتہ پر متعدد پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے غلاملان وگورنران، سے جس شخص کی نسبت اطلاع ملتی۔ کہ وہ باریک ململ کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً اُن کو طلب کر کے تنبیہ کی جاتی بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعان علیؓ شجاعت مآب کو باقی خلفاء پر زہد تقویٰ میں ترجیح دیتے ہیں تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہیئے۔ جس سے حضور ممدوح کی شان اقدس کو بٹہ لگتا ہے۔

دوم:۔ اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؓ نے ایسی ریشمی طلائی چادر اوڑھ رکھی تھی اور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہو لیں۔ ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھی در راہ نما سے پہلے دریافت کر لیتا ہے کہ مسئول

عنہ کس حالت میں ہے. پھر اگر سائل نے ایسی حالت کی. تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی. پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی. اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نماز خشوع خضوع سے خالی تھی (یعنی استغراق تام نہیں تھا) آپ نے سائل کی آواز سن لی. تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر چادر اتار پھینکنا. اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا. کیا معنی رکھتا ہے. جب ایک فرض نماز ادا کر رہے تھے. تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادائے زکوٰۃ کی طرف متوجہ ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائل کو حُلّہ دینا تھا. تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے.

سوم :- آیت میں وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ لکھا ہے (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز پڑھتے ہیں) اور روایت موضوعہ میں سائل کو چادر قیمتی ایک ہزار دینار کا ذکر ہے. کیا ادائے زکوٰۃ کا یہی طریق ہے؟ اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہیئے کہ جناب امیر رضی صاحب زکوٰۃ تھے اور اس قدر مال رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار آپ کے ذمے واجب تھی. اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگالیں. تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے. تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی. تو پھر يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا. غرض یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے. ایسی وضعی روایات سے تمسک کر کے شیعہ حضرات خلافت بلافصل علی المرتضیٰ رضی کے بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے.

# شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو جناب امیر رضی کو بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا. کفار نابکار نے جناب امیر رضی کو طعنہ دیا کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے. جناب امیر رضی کو یہ بات ناگوار گزری آپ نے رسول خدا سے یہ ماجرا بیان کیا. اور عرض کی یا رسول اللہ

اللّٰہُ تُخَلِّفُنِی فِی النِّسَآءِ وَ الصِّبْیَانِ ۔ (کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ جاتے ہیں) تو حضور نے آپ کی دلجوئی کے لیے فرمایا ۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے ۔

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول پاکؐ حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے ۔ سو حدیث میں ایسا لفظ نہیں ہے جس سے آپ کی خلافت بلافصل کا استدلال ہو کیونکہ ۔

(۱) ہارون کو موسیٰ نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ مقرر کیا تھا ۔ جب کہ طور سے واپس ہوئے تو حضرت ہارون خلیفہ نہ رہے گو وہ نبی مستقل تھے ۔ ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہیئے ۔

(۲) اس قسم کی خدمت بسبب قرابت اپنے پسر یا داماد کے ہی سپرد کی جا سکتی ہے کہ مستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے ۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق ؟

(۳) یہ مسلّم ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے ۔ پھر خلیفہ کیسے جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبہ کی خلافت کیسی ؟

(۴) حضرت ہارون سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی ورنہ وہ نبی تھے عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے حقیقی بھائی تھے ۔ جناب امیرؓ میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی ۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلافصل چہ معنی دارد ۔

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری موسیٰ کی نیابت کرتے تھے ۔ ویسے جناب امیرؓ بھی خدمات خانگی پر حضور کی عدم موجودگی میں مامور رہے ۔ بعد وفات موسےؑ حضرت ہارون نہیں ۔ بلکہ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے ۔ اسی طرح بعد وفات نبی ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے ۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے ۔ نہ کہ ان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے ۔

# شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ۔

ترجمہ :- حضور نے فرمایا میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیرؓ کی خلافت بلافصل کا استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافت آنجناب پر دلالت ہو۔ ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شیعہ و سنی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور عترت رسول کی عزت کرتا ہے اور ان سے تمسک کرتا ہے اور کون فریق ان سے کوسوں دور پڑا ہے۔

**ثقل اکبر:-** قرآن پاک کی عزت اہل سنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اس کے شیعہ حضرات اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو محرف ناقص پر از اغلاط سمجھتے ہیں۔ جس قرآن کے انتظار میں ہیں۔ اس کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد جامع القرآن حضرت عثمانؓ کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے بالکل محروم ہیں برخلاف اس کے کہ اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سنیوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ہوتا ہے لیکن شیعہ تراویح کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ اس لئے ختم قرآن کیوں کریں وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

**ثقل اصغر:-** عترت رسول کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ ہم عترت رسول سے محبت رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی

بزرگ تر خیال پر طعن دراز کر نا گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تبرا باز دل کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمۃ للعلمین کی امت ہیں کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے اہلسنت کا دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے کہ زنگ وبغض اس کو مکدر نہیں کر سکتا۔

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ‌ ‌ ‌ آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبان طعن سے نہ اپنا بچ سکتا ہے۔ نہ بیگانہ۔ عترت رسول سے جو سلوک کرتے ہیں اس سے توبہ۔

# توہین عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عترت رسول سے مراد آپ کے خویش واقارب ہیں بشیعہ، عائشہ رضی صدیقہ و حفصہ رض کو معاذ اللہ کافر ومنافق کہتے ہیں تحفۃ العوام جلد ا صفحہ ۲ میں ہے۔ کتاب تہذیب میں وارد ہے۔ کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنوامیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراد ان سے چار مرد ہیں۔ کہ حق مرتضی کا چھین لیا۔ محسن رض کو شہید کیا۔ نسبت نبی کی اہتمام بہ ہذیان کیا اور چار عورتیں ہیں۔ کہ آزار پہنچایا۔ نسبت جناب رسول مقبول کی

اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وَاَبْرَءُ اِمِن فُلَانٍ وَ فُلَانٍ وَ فُلَانَۃٍ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ وَعَلٰی اَولِیَآءِھِمْ۔

ترجمہ:۔ میں بیزار ہوں فلاں فلاں مرد اور فلاں عورت سے۔ لعنت خدا ہو۔ ان پر اور ان کے دوست رکھنے والوں پر، حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ بجائے فلاں کے نام ان کے لے جنہوں نے حق مرتضی کا چھین لیا

# سنی بھائی توجہ کریں!

جو سنی بھائی ایسے روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب وازواج رسول سے یہ سلوک رکھتے ہوں کہ ہر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت

وتبرّا کرنا ان کا یومیہ ورد ہو اور ان بزرگان دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں کو پھر حیف ہے کہ غیور سُنّی ایسے بدطینت اشخاص کو اپنا دوست بنائے۔ جو عترتِ رسول سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنیوں سے ان کو ایسا بیر ہو۔

# سُنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے اوّل تو سنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعائے میّت پر بددعا کرے۔ چنانچہ تحفۃ العوام ص۱۳۸ میں ہے "اور اگر میّت سُنّی خلاف مذہب[1] ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے۔ تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِی عِبَادِکَ وَ بِلَادِکَ اَللّٰھُمَّ اَصْلِہٖ حَرَّ نَارِکَ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِکَ۔

(ترجمہ) اے خدا اس بندے کی میت کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اے خدا اس کو نارِ جہنم سے جلا۔ اے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے۔

---

[1] یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے جدید طبع میں یار لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے اور پرانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں "سنی میّت خلاف مذہب ہو" لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسری تحفۃ العوام جو تازہ نولکشور میں طبع ہوئی ہے اس میں یوں لکھا ہے: "اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلبیت ہو۔ الخ ص۲۱۵ مطلب دونوں عبارتوں کا ایک ہے کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں یہ لوگ معاذ اللہ دشمن اہل بیعت سمجھتے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ پرانے مطبع کی کتاب نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ دے سکتے ہیں کہ تحفۃ العوام ص۱۳۸ میں یہ عبارت نہاں لکھی ہے۔ ناقص

مسکینو! جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں: کیا تم اس بات کو گوارہ کر سکتے ہو؟ کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کے لئے بددعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہنم میں داخل کر۔ اور سخت بے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرت! ؎

نہ آنے دیجو انہیں لاش پر خدا کے لئے
نماز پڑھنے جو آئیں گے بددعا کے لئے

پھر عترت رسول میں سے آنحضرت کی تین لڑکیوں، ام کلثوم، رقیہ، زینب کو اولاد رسول سے ہی خارج کر دیا۔ یہ کس قدر توہین و ہتک عترت رسول ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ، فاطمۃ الزہرا، حسینین سے اگرچہ بظاہر محبت کا دعا ہے لیکن ان کی توہین و ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت علی کو گالی گلوچ دے لینا جائز کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۴۸۴ میں ہے

انّ علیًا علیہ السلام قال علیٰ منبر کوفۃ یا ایّھا النّاس ستدعون الیٰ شیٔ فسبّونی۔ (ترجمہ) حضرت علی نے کوفہ میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ لوگو! تمہیں میری سب و شتم کی طرف بلایا جائے گا بس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا) واہ چہ خوش! ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت دے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔ ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

پھر حضرت علی کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لے کر ان کی ہجو ملیح صریح کرتے ہیں۔

# حضرت علیؓ کی ہجو ملیح

طفولیت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابھی شیر خوار بچے تھے کہ مکہ میں اژدہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار بالشت لمبے۔ منہ بیس گز چوڑا اور گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اژدھا سیدھا حضرت کی طرف آیا

ؔ شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی امرتسری نے جس کو علامہ حائری لاہوری کا نفس ناطقہ کہا جا سکتا ہے۔ بمقدمہ مسجد بنڈ داد نخاں عدالت دیوان سیتا رام صاحب سینئر جج جہلم میں اپنے حلفی بیان میں لکھوایا کہ جو شخص حضرت علی کو گالیاں دے وہ بھی مسلمان ہے۔

آپ نے لیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون کا دریا جاری ہو گیا۔ اژدھے کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے۔ جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے آٹھ سو آدمیوں نے بمشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا۔ اور جناب امیرؑ کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا (فضائل مرتضوی ص ۲۲ (۲۱))

**دوسرا معجزہ:** خیبر کی لڑائی میں یہود کی طرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت علیؑ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو تلوار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں سے اتر کر گاؤ زمین تک پہنچی حامل زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبرائیل نے پر نیچے بچھائے جو کٹ کر پرے جا پڑے۔

زیں کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذر — دو کر کے زین خاک پر آئی وہ شعلہ ور
سیماب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر — پہنچی زمین سے گاؤ زمین پر بہ کرّ و فر
بیٹھی تو پاس پیک خدائے جلیل کے — اٹھی تو کاٹتی ہوئی پر جبرئیل کے

نیز سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔

رَوَی البُرسی فی کِتابِہٖ لَمّا وَصَفَ وَقعَۃَ خَیبَرَ وَ اَنَّ الفَتحَ فِیھا کَانَ عَلیٰ یَدِ عَلِیٍّ اِنَّ جِبرائیلَ جَاءَ اِلیٰ رَسُولِ اللّٰہِ مُستَبشِرًا بَعدَ قَتلِ مَرحَبٍ فَقَالَ النَّبِیُّ عَن استِبشَارِہٖ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِنَّ عَلِیًّا لَمّا رَفَعَ السَّیفَ لِیَضرِبَ بِہٖ اَمَرَ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ اِسرافِیلَ وَ مِیکائیلَ اَن یَقبِضَا عَضُدَہٗ فِی الھَوَاءِ حَتّیٰ لَا یَضرِبَ بِکُلِّ قُوَّتِہٖ مَعَ ھٰذا قَسَمَہٗ نِصفَینِ وَ کَذَا مَا عَلَیہِ مِنَ الحَدِیدِ وَ کَذَا فَرَسَہٗ وَ وَصَلَ السَّیفُ اِلیٰ طَبَقَاتِ الاَرضِ فَقَالَ لِی اللّٰہُ سُبحَانَہٗ یَا جِبرائیلُ بَادِر اِلیٰ تَحتِ الاَرضِ وَ امنَع سَیفَ عَلِیٍّ عَنِ الوُصُولِ اِلیٰ ثَورِ الاَرضِ حَتّیٰ لَا تَنقَلِبَ الاَرضُ فَمَضَیتُ فَامسَکتُہٗ وَ کَانَ عَلیٰ جَنَاحِی اَثقَلَ مِنَ المَدَائِنِ قَومِ لُوطٍ وَ ھِیَ سَبعَ مَدَائِنَ قَطَعتُھَا مِنَ الاَرضِ السَّابِعَۃِ وَ رَفَعتُھَا فَوقَ رِیشَۃٍ وَاحِدَۃٍ مِن جَنَاحِی اِلیٰ قُربِ السَّمَاءِ وَ بَقِیتُ مُنتَظِرَ الاَمرِ اِلیٰ وَقتِ السَّحَرِ حَتّیٰ اَمَرَنِی اللّٰہُ بِقَلبِھَا فَمَا وَجَدتُ لَھَا ثِقلًا کَثِقلِ سَیفِ عَلِیٍّ فَسَأَلَہُ النَّبِیُّ لِمَ لَم تَقلِبھَا مِن سَاعَۃٍ رَفَعتَھَا فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِنَّہٗ

قَدْ كَانَ فِيهِمْ شَيْخٌ كَافِرٌ نَائِمٌ عَلَىٰ قِفَاهُ وَشَيْبَتُهُ إِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَحَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ فَلَمَّا اَنْ كَانَ وَقْتَ السَّحَرِ اُنْقَلَبَ ذَالِكَ الشَّائِبُ عَنْ قِفَاهُ فَامَرَنِی بِعَذَابِهَا۔

ترجمہ:۔ برسی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ جبکہ اس نے خیبر کا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بشارت دی تو نبی کریم نے فرمایا۔ کہ یہ کیسی بشارت ہے۔ پس جبرائیل نے عرض کیا۔ کہ اے رسول خدا جب حضرت علیؓ نے مرحب کے مارنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اللہ نے حضرت اسرافیل اور حضرت میکائیل دونوں کو حکم دیا کہ وہ ہوا میں حضرت علیؓ کا ہاتھ تھام لیں۔ تاکہ پورے زور سے تلوار نہ مارنے پائیں۔ اور باوجود اس کے انہوں نے مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی طرح اس کی آہنی زرہ اور اس کے گھوڑے کو بھی دو نیم کر دیا۔ اور تمام طبقات تک اتر گئی۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جبرائیل زمین کے نیچے فوراً پہنچو۔ اور حضرت علیؓ کی تلوار روک لو۔ تاکہ وہ گاؤ زمین کو نہ کاٹ ڈالے تاکہ زمین زیر و زبر نہ ہو جائے۔ پس میں گیا اور اس کو روک لیا۔ اور وہ تلوار میرے پروں پر قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ وہ سات شہر تھے جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑا اور اپنے بازوں کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھایا تھا اور میں حکم کے انتظار میں سحر تک ٹھہرے رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کو الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن میں نے ان کا بوجھ حضرت علیؓ کی تلوار کے بوجھ کے برابر نہ پایا۔ حضور نے فرمایا۔ تو نے اٹھانے کے وقت ہی کیوں نہ پلٹ دیا۔ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اس لئے کہ ان لوگوں میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور اس کے بال سفید آسمان کی طرف تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کے عذاب دینے سے شرم آئی۔ اور پھر جب سحر کا وقت ہوا بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا تعالیٰ نے مجھے ان کو عذاب دینے کا حکم فرمایا۔

شیعہ صاحبان کو ایسی دور از عقل و قیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہیے۔ کیا یہ جناب شجاعت مآب کی تعریف ہے۔ یا آپ کی نسبت تمسخر ہے۔ تعجب ہے کہ تلوار کا

وجود زیادہ سے زیادہ تین چار فٹ ہوگا۔ پھر وہ کس طرح ساتویں طبقات زمین کو چیر کر گاؤ زمین تک جا پہنچی۔ باوجودیکہ جناب ممدوح نے اپنی پوری قوت سے بھی تلوار نہ چلائی تھی۔ پھر اس کا ثقل جبرائیل کے بازوں پر۔ حضرت لوط علیہ السلام کے سات شہروں کی زمینوں سے جو ساتویں طبقہ تک جبرائیل نے سحر تک اٹھائے رکھا کس طرح زیادہ ہو گیا۔ پھر حق تعالیٰ کو جب اس امر کا علم تھا کہ جناب امیرؓ کی تلوار اس قدر غضب ڈھانے والی ہے تو بجائے اس کے کہ اسرافیل و میکائیل کو ہوا میں ان کے بازو تھام رکھنے اور جبرائیل کو ساتویں زمین کے نیچے جا کر سیف علی کی زد میں سے زمین کو بچانے کا حکم دے۔ جناب امیرؓ کے دل ہی میں القا کیا جاتا کہ تلوار چلانے وقت ذرا رحم سے کام لینا۔ ایسا نہ ہو کہ سیف علیؓ طبقات ارض کو چیر کر گاؤ زمین کے ٹکڑے ہی کر ڈالے اور زمین تہ و بالا ہو جائے۔

ایسی ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلے میں جب تفریط سے کام لے کر آپ کی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

## حضرت علیؓ کی ہتک صریح

حضرات شیعہ جناب امیرؓ کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں۔ تو جناب شجاعت مآب کو ایسا نکما اور بزدل بنا دیتے ہیں۔ کہ مخالفین آپ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت ابو بکرؓ کے واسطے گھسیٹ لے جاتے ہیں۔ اور معاذ اللہ خاتون جنت کے شکم محترم پر دروازہ گرا کر محسنؓ کو شہید کر دینے کی روایات بیان کر کے توہین عترت رسول کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۱۵۲ میں ہے:
"پس اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے" اور بروایت دیگر "جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا اور ورم ہو گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہؓ کے تھا اور حضرت رسولؐ نے اس کا نام محسنؓ رکھا تھا شہید کیا۔

اب جائے غور ہے اس سے زیادہ توہین عترت رسول کیا ہو سکتی ہے کہ اصحاب کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ اور خاتون جنت کی غایت درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے کہ اگر اصحاب رسولؐ خاتون جنتؓ جگر گوشہ رسولؐ کی یوں ہتک کرتے تو کوئی متنفس بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؓ خاتون جنتؓ کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ کس کی جرات تھی کہ شیر خدا کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کرلے جائے اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیت سے کرتے ہیں ایسا خارجی بھی جرات نہیں کرتے۔

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی
کیوں دامن ادب کی اڑاتے ہو دھجیاں

# حضرت علیؓ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰؓ نے شیعہ و سنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرما دیا ہے چنانچہ نہج البلاغۃ صـ ۱۹۹ و ایضاً مطبوعہ طہران صـ ۱۷۸ میں ہے۔

سَیَهْلِکُ فِیَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَخَیْرُ النَّاسِ فِیَّ حَالًا اَلنَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ یَدَ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیْطَانِ کَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ اَلَا مَنْ دَعَا اِلٰی هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْ کَانَ تَحْتَ عِمَامَتِیْ هٰذِهٖ۔

(ترجمہ) "دو فرقے میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے محب دوستی میں افراط (غلو) کرنیوالا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے، اور دشمن دشمنی میں افراط کرنے والا کہ اس کو یہ عناد حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارہ میں وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم

اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں ان کو قتل کر دو۔ اگرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں

جناب امیرؓ نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنّت والجماعت پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ رافضی محب مفرط ہیں جو جناب امیر اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علیؓ کو دیگر انبیاءؑ سے افضل اور نبی آخر الزماں کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیرؓ کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں (اس کی تفصیل آگے آئے گی۔)

اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ان کو حاصل ہونا، اشیائے حلال وحرام کرنے کا اختیار، موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے اوصاف ہیں۔ جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب امیرؓ یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خارجی جو جناب امیرؓ سے اس درجہ بغض رکھتے ہیں کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود و ازلی ہیں۔ ہاں نمط اوسط میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہلسنت والجماعت ہے۔ جو جناب امیرؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوت والوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں۔ اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر والحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیر کے نزدیک مذہب برحق ہے۔

دوم:۔ جناب امیرؓ نے کھلے الفاظ میں فرما دیا ہے کہ مذہب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سواد اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ روافض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنّت والجماعت آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سواد اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہل سنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ امیرؓ یہی لوگ اہل حق ہیں اور خدائے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے اور اس مذہب

سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جناب امیر شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محبان علیؓ کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالتصریح فرمایا ہے کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہونے کا مدعی یعنی حب علیؓ کا دعویدار ہو۔

امید ہے کہ جناب امیرؓ کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی قسمت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے۔ وہ ایسے روشن دلائل سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ؎

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ      باب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

# ائمہ اہل بیت کی توہین

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنتؓ سے روافض کے سلوک کا ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہل بیتؓ سے بھی شیعان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

## حضرت امام حسنؓ

جناب امیر کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت وخون سے بچایا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور وستم کی جس طرح شکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے (۱) جلاء العیون ص ۲۶۸ میں ہے، "جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا، ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہؓ سے صلح منظور رہے اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہؓ کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ معاذ اللہ! یہ شخص مثل پدر کافر ہوگیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا کر دیا اور اسباب امام حسنؓ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا دوش مبارک سے اتار لی۔

(۲) جلاء العیون ص ۲۷۶۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہؓ

بہتر ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا بخدا معاویہ رضی سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کر لوں اور اپنے اہل و عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ رضی سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی کو دیدیں۔

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۷۷ میں ہے۔ "شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے، ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن لیلیٰ کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (اے ذلیل کنندہ مومنان)"

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعان علیؓ نے ان کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے کیا سلوک کیا، صرف اس جرم پر کہ معاویہ رضی سے صلح کر لی ہے ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیرؓ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ علاوہ بریں ان پر ٹوٹ پڑے، مال لوٹ لیا، اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلّے کھینچ لیا اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ پھر ایک مخلص نے آپ کو ذلیل کنندہ مومنان کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔

## متاخرین شیعہ

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کسی شہدے اوباش کی طرف منسوب کی جائیں تو وہ بھی ازالۂ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دے۔

چنانچہ متاخرین شیعہ کا سرگروہ ملا باقر مجلسی امام ممدوح کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے جلاء العیون اردو صفحہ ۲۸ میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز امام حسنؓ مجلس میں تشریف رکھتے تھے مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسنؓ نے فرمایا! سبب اس کا یہ ہے کہ بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہے اور ہماری ازواج بوجہ خوشبو استشمام کرتی ہے اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے

رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس لیئے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا: بنی ہاشم میں ایک خصلت بد یہ ہے کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا: خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی ہے اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی ہے اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی ہے اور یہی سبب ہے کہ زنِ امویہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لاحول ولا قوۃ۔ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو اوباش لوگ بھی کرنے سے شرماتے ہیں۔ یہ ان پاک لوگوں کے ذمے افترا ہے کہ وہ سر مجلس اجنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سونگھتی ہیں اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال رخسار سفید ہو جاتے ہیں اور پھر یہ مقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کمینہ حملہ کر سکتے ہیں کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت بھر آئی ہے کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ اکبر! ایسے نادان دوستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے ؎

ترا اژدھا گر بود یار غار — ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

دیکھیے۔ تو شیعہ صاحبان جو بعض گی نوشوں کی مجلس میں دائرے میں بیٹھ کر آپس میں یاوہ گوئی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی قیاس کرتے ہیں۔ شرم! شرم!!

توبہ، توبہ! ناعاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؑ کی پاک ذات پر کیسا جابرانہ حملہ کیا ہے کہ وہ سر اجلاس ایسی بدتہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے جو ہوا پرست بے تمیز مشٹنڈے تخلیہ میں بیٹھ کر باہم ایسی فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو کیا شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کیا کرتے چنانچہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲۱ میں رقمطراز ہیں: "و بسند معتبر از حضرت امام رضا منقول است کہ از اخلاقِ پیغمبران است خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن و بسیار جماع کردن و بسیار زنان داشتن"!!

ترجمہ:۔ امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں۔ اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا خوشبو لگاتے رہنا، بہت جماع کرنا اور بہت عورتیں رکھنا۔

لاحول ولا قوۃ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے۔ شیعو! ہوش کرو، مخالفین اسلام تمہاری یہ حالت دیکھ کر شان انبیاء وائمہ میں کیا کہیں گے؟ افسوس! ؎

شرم بادا ز خدا و از رسول ؐ — نے فروعت محکم آمد نے اصول

## قاتلان امام حسین رضؓ شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوایا۔ پہلے حضرت امام مسلم کو مع خورد سال بچوں کے شہید کیا پھر امام حسینؑ کو انہی شیعہ حضرات نے بیدردی سے قتل کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد ا صہ ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

" پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھیں کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔ (اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

## قاتلانِ امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے،

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضی بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علی کا مرکز تھا، ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صہ ۲۲۲ میں درج ہے

" پس جبرائیل نے کہا۔ محمد بدرستیکہ آپ کا برادر علی بن ابی طالب بعد آپ کے مقہور و مظلوم ہوگا اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہونگے۔ اور اس سے غصب خلافت کرینگے۔ اور آخر میں بدترین خلائق و بدترین اولین وآخرین دنظیر۔ پے کشندہ ناقہ

صالح کے ہاتھ سے اس شہر میں جہاں ہجرت کرے گا۔ وہاں شہید ہوگا اور وہ علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا محل و مسکن ہوگا۔"

ابن ملجم قاتلِ جناب امیرؓ شیعہ تھا۔ جس نے آنجناب سے بمنت و خوشامد بیعت کی تھی اور اپنے عہد و پیمان پر قسمیں کھائی تھیں۔ چنانچہ کتاب مذکور کے جلد ا ص ۱۹۹ میں ہے،

شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی۔ اس وقت عبدالرحمن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لیے۔ الخ۔

## نظم

ان کوفیوں نے کیسی دغا دی امیرؓ کو
بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو

بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں
پر بڑھ گئے ہیں رافضی شر و فساد میں

مسلم کو بھی شہید کیا کر کے میہماں
مظلوم کو نہ ایک بھی شیعہ نے دی اماں

پھر کر دیا شہید جناب حسینؑ کو
ابن علیؓ رسولؐ کے اس نور عین کو

بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات
پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ فرات

بھوکے پیاسے مار دیئے اہلبیت سب
بن کر مرید! پیر پہ ڈھایا تھا یہ غضب

قاتل جناب کے بھی یہ رافض ہیں آہ آہ
اس پر کتابیں شیعہ کی ہیں سر بسر گواہ

ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے
ہیں ماتمی یہ گویا مرید اس عنید کے

اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب
رونے میں پیٹنے میں نہ گو ہرگز ہے کچھ ثواب

صابر کو ملتا ہے اجر رب العباد سے
چھوڑے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے

کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہے بس گناہ
اس مسئلہ پر سارے ائمہ بھی ہیں گواہ

مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیر
کینہ حسد سے اپنا مگر صاف ہے ضمیر

# حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہم اللہ تعالیٰ

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہا سے زیادہ عنایت ہے بلکہ وہ اپنے مذہب کی دارومدار ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان نے لگائے ہیں سن کر تعجب آتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص۱ میں لکھا ہے۔

دَخَلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَلْبَاقِرُ فِیْ بَیْتِ الْخَلَاءِ فَوَجَدَ لُقْمَةً فِی الْقَذَرِ اَخَذَهَا وَغَسَلَهَا وَدَفَعَهَا اِلٰی مَمْلُوْكٍ كَانَ مَعَهٗ فَقَالَ تَكُوْنُ مَعَكَ لِاٰكُلَهَا اِذَا خَرَجْتُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوْكِ اَیْنَ اللُّقْمَةُ قَالَ اَكَلْتُهَا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الخ۔ ترجمہ :۔ امام محمد باقر بیت الخلاء (پاخانہ) میں داخل ہوئے تو وہاں ایک روٹی کا ٹکڑا گوبہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھو لیا اور اپنے غلام کے حوالے کیا کہ اسے محفوظ رکھنا۔ جب میں باہر نکلوں گا اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوکر سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا حضرت وہ تو میں نے کھالیا۔ آپ نے کہا میں نے تجھے آزاد کیا کیونکہ تو ٹکڑے کے کھانے سے جنتی ہو گیا اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے۔" دیکھئے یہ کیسا الزام امام والامقام پر ہے کہ آپ گوبہ سے ملوث ٹکڑا کھالینا جائز سمجھتے تھے بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھتے کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے۔ بھائی جنت تو پاک ہے پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے ؟

(الف) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے ؟ گوبہ سے ملوث ٹکڑا کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے

(ب) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ارزاں ہو گئی ہے کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہرحال امام ہمام کی طرف ایسی روایات منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی از حد توہین ہے۔

(۲) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَقُوْلُ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

الآخر فلا يدخل الحمام الا بميزر قال فدخل ذات يوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورة على بدنه ألقى الميزر فقال له مولى له بابي انت وامي انك لتوصينا بالميزر ولبسه وقد القيته عن نفسك فقال اما علمت ان النورة اطبقت العورة (فروع كافی جلد ۲ ص۲۱۱)

ترجمہ:۔ امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں تہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگا دیا۔ جب چونہ لگا چکے۔ تو تہہ بند کھول کر پھینک دیا۔ غلام نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو ہمیں تہہ بند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہہ بند اتار کر پھینک دیا ہے۔ فرمانے لگے تجھے معلوم نہیں کہ چونہ نے شرم گاہ کو چھپا لیا۔

توبہ توبہ! آئمہ پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے کہ لوگوں کو تو تہہ بند باندھے حمام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اور خود شرم گاہ کو چونہ لگا کر تہہ بند پھینک اپنے غلام کے سامنے ننگ دھڑنگ کھڑے ہوئے اور اس کے معترض ہونے پر یہ جواب ہاتھ آیا۔ کہ چونہ لگا لینا ستر عورت کے لیے کافی ہے۔ کیا ایسی حرکت بھی کوئی باحیا آدمی کر سکتا ہے۔ ؟ ایسی بے ہودہ روایات آپ کے ذمہ لگا کر آپ کی ہتک کی جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔ ایک اور سنئے۔

(۳) فروع کافی جلد ۲ ص۲۰ میں ہے۔ عن ابی حسن الماضی قال العورة عورتان القبل والدبر اما الدبر فمستور بالاليتين فاذا سترت القضيب والبيضتين فقد سترت العورة وقال فی روایة اخری فاما الدبر فقد سترته الاليتان فاما القبل فاستره بيدك۔

ترجمہ:۔ امام ابوالحسن ماضی فرماتے ہیں کہ شرم گاہیں صرف دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی لیکن پچھلی تو خود چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ پس جب تو نے ذکر اور خصیتین کو چھپا لیا۔ تو تو نے اپنی شرم گاہ کو چھپا لیا اور دوسری روایت میں ہے کہ دبر کو تو چوتڑوں نے چھپا لیا ہے اور اگلی کو فقط ہاتھ سے چھپا لو بس ستر عورت ہو گیا۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ ! امامانِ پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے کوئی باحیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا کہ انسان سرتا پا ننگا صرف ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروع کافی جلد ۲ ص ۶۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام قَالَ النَّظْرُ اِلٰی عَوْرَۃِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظْرِکَ اِلٰی عَوْرَۃِ الْحِمَار

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

واہ جہ خوش! حضرات شیعہ اپنے آئمہ عظام کی طرف کیسے عجیب مسائل منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان مرد اور عورت کی شرم گاہ تو چونے سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد عورت کی شرم گاہ دیکھا کرو جیسے گدھے کی شرم گاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کا فر کا بھی وہی حکم ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ
کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشت نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں۔

# مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

**پہلا مسئلہ** یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بداء ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے اس کو سب باتوں کا علم نہیں اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشنگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔

یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۸۴ میں مستقل باب ہی بداء کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں

(۱) عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَحَدِھِمَا قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰہُ بِشَیْئٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ۔

(۲) عَنْ مَالِکٍ الْجُھَنِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِی الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ الْاَجْرِ مَا فَتَرُوْا عَنِ الْکَلَامِ فِیْہِ

(۳) عَنْ مَرَازِم بْنِ حَکِیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ مَا تَنَبَّاءَ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَقِرَّ لِلّٰہِ بِخَمْسٍ بِالْبَدَاءِ وَالْمَشِیَّۃِ وَالسُّجُوْدِ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ وَالطَّاعَۃِ

ترجمہ:۔ (۱) زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت بدار کے برابر کسی چیز میں نہیں (۲) مالک جہنی کہتے تھے۔ کہ امام صادق نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بدار کے اقرار کرنے میں ثواب ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں (۳) مرازم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی، جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بدار اور مشیت اور سجدہ اور عبودیت اور طاعت کا

ان روایات سے بدار کا ضروری مسئلہ ہونا اس کا ثواب عظیم اعلیٰ عبادت میں داخل ہو جانا ثابت ہو گیا ہے رہی یہ بات کہ بدار کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَءَ لَہٗ اَیْ ظَھَرَ لَہٗ مَالَمْ یَظْھَرْ۔ (فلاں شخص کو بدار ہوا۔ یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی۔)

## بدار کی مثالیں

شیعہ کی کتابوں میں بدار کے واقعات بہت مذکور ہیں ذیل میں دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادق نے بتایا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسماعیل کو امامت کے لیے نامزد کیا ہے۔ لیکن بعد میں فرمایا کہ بجائے اسماعیلؒ کے موسےٰ کاظم کو خدا نے امام بنا دیا ہے جیسے کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے۔

عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ جَعَلَ اِسْمَاعِیْلَ قَائِمَ مَقَامِہٖ بَعْدَہٗ فَظَھَرَ مِنْ اِسْمَاعِیْلَ مَالَمْ یَرْتَضِہٖ فَجَعَلَ قَائِمَ مَقَامِہٖ مُوْسٰی فَسُئِلَ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ بَدَاءَ لِلّٰہِ فِیْ اِسْمَاعِیْلَ مَا بَدَاءَ لِلّٰہِ فِیْ شَیْئٍ کَمَا بَدَاءَ لَہٗ فِیْ اِسْمَاعِیْلَ ابْنِیْ

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسماعیل کو اپنا قائم مقام پیچھے بنایا پھر اسماعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسےٰ کاظم کو اپنا قائم

مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو امام نے فرمایا اسماعیل کے متعلق خدا کو بدا رہا۔ اور خدا کو پہلے ایسا بدا نہیں ہوا جیسے میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا۔

**دوسرا واقعہ:-** امام علی تقی نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا۔ جب وہ نہ ہوا۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلنی پڑی حسن عسکری امام ہوئے۔ یہ واقعہ اصول کافی ص ۲۰۴ میں مذکور ہے۔

عَنْ اَبِی الْهَاشِمِ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰی اِبْنُهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَاِنِّی لَاُفَکِّرُ فِیْ نَفْسِیْ اُرِیْدُ اَنْ اَقُوْلَ کَاَنَّهُمَا اَعْنِیْ اَبَا جَعْفَرٍ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ کَاَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِنَّ قِصَّتَهٗ کَقِصَّتِهِمَا اِذْ کَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْمُرْجٰی بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ یَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِیْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ مَا لَمْ یَکُنْ تُعْرَفُ لَهٗ کَمَا بَدَا لَهٗ فِیْ مُوْسٰی بَعْدَ مُضِیِّ اِسْمَاعِیْلَ مَا کَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَهُوَ کَمَا حَدَّثَتْکَ نَفْسُکَ وَاِنْ کَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ اِبْنِی الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِیْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْهِ وَمَعَهٗ آلَةُ الْاِمَامَةِ[1]

ترجمہ:- ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ابو الحسن (امام تقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب ان کے بیٹے ابو جعفر (محمد) فوت ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور کہنا چاہتا تھا۔ کہ محمد اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور

---

[1] تعجب ہے کہ حسب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی پر آیت وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لکھی ہوئی ہے۔ نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ لفافے سربمہر کے نام لکھ دیتے تھے۔ جو جبرائیل درگاہ الٰہی سے لائے تھے۔ پھر حضرت امام کو مغالطہ کیسے لگا۔ اسماعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوئی ہوگی اور لفافہ بھی ان کے نام کا موجود ہوگا پھر خدا کو بھی شناخت نہ ہوئی۔ مگر اعلان کرنا پڑا کہ اسماعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم امام ہونگے۔ (یا للعجب)

اسماعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ اچانک امام تقی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابھی میں بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا کہ اے ابو ہاشم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارے میں محمد کے بعد بداء ہوا جو بات معلوم تم ہوئی معلوم ہو گئی۔ جیسا کہ خدا کو دربارہ موسیٰ کاظم اسماعیل کے بعد بداء ہوا جس سے اصل حقیقت ظاہر ہو گئی اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور ابو محمد (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے اور نیز اس کے پاس آیت امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بداء کے ماننے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الاصول ص۱۹۸ میں تحریر کیا ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْبَدَاءَ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّقُوْلَ بِہٖ اَحَدٌ لِاَنَّہٗ یَلْزَمُ اَنْ یَّتَّصِفَ الْبَارِیْ تَعَالٰی بِالْجَھْلِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔ (ترجمہ) جاننا چاہیے کہ بدا کا قائل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے باری تعالےٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ متاخرین شیعہ میں مولوی دلدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہلسنت نے شرمندہ کیا تو کہنے لگے کہ بدا کا قائل نہ ہونا چاہیئے لیکن شیعہ مولوی دلدار کو مانیں یا اصول کافی جیسی مستند اور مصدقہ امام مہدی کی کتاب حدیث کا اعتبار کریں۔ شیعہ بداء کے ماننے پر مجبور ہیں۔

ع: آنچہ استاد ازل گفت ہماں سے گویم، نعوذ باللہ حضرات شیعہ خدا کے بداء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بتا رہے ہیں۔ تو دوسروں کی کیا شکایت ہے

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی ذوق بات انکی کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

## دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اس کو اعلیٰ عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی ص۴۸۴ میں ہے قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلتَّقِیَّۃُ دِیْنِیْ وَدِیْنُ اٰبَائِیْ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ۔ (امام محمد باقر نے فرمایا ہے۔ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو تقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے۔

نیز اصول کافی ص۴۸۲ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام یَا اَبَا عُمَرَانَ تِسْعَۃَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّۃِ وَلَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ (صادق علیہ السلام نے فرمایا نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین و ایمان تقیہ چیز کیا ہے۔ واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا۔ اور حق کا اخفا کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اصول کافی ص۴۸۳ میں ہے عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام التَّقِیَّۃُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قَالَ اَیْ وَاللّٰہِ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ[له] اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ وَاللّٰہِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا وَلَقَدْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَاللّٰہِ مَا کَانَ سَقِیْمًا۔

ترجمہ:۔ ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا واللہ خدا کے دین سے ہے یوسف نے کہا۔ اے قافلہ والو! تم چور ہو۔ بخدا انھوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ معاذ اللہ یوسف و ابراہیم جھوٹ بولے کہ قافلہ والوں نے کوئی سرقہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اور ابراہیم تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

حیات القلوب جلد ا ص۴۳ میں ہے۔

---

[له] یہ غلط ہے کہ یوسف نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْن ترجمہ: کسی پکارنے والے نے یہ پکار کی کہ قافلہ والو تم چور ہو۔ شیعہ کی قرآن دانی پر افسوس ہے کہ یہ بات حضرت یوسف کی طرف منسوب کر دی کیا کریں معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہو تو اس کو پڑھیں اور معانی سمجھیں ایسا ہی ابراہیم کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں ہرگز جھوٹ نہ تھا! ایک صادق الایمان شخص کفار کے نرغے میں آ کے اس کا دل سخت رنجور ہو جاتا ہے۔ صحبت ہم جنس سے بڑھ کر بیماری کیا ہو گی۔ تو آپ کا کہنا میں بیمار ہوں امر واقعہ تھا جھوٹ نہ تھا۔ مگر شیعہ کی سمجھ کا کیا جائے ۱۲۔

دو چند حدیث معتبر دیگر فرمود۔ کہ تقیہ ہیچکس بہ تقیہ اصحاب کہف نمیرسد بدرستیکہ ایشاں زنارمے بستند و بعید گاہے مشرکان حاضر شدند پس خدا ثواب ایشاں بمضاعف گردانید۔

ترجمہ:۔ دوسری حدیث معتبر میں ہے۔ کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر نہیں ہو سکتا کہ وہ جنجو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خدا نے ان کا ثواب دوچند کر دیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا۔ کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر جنجو پہن لیتے۔ اور مشرک بن کر کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں، اولیاؤں، اماموں کو تقیہ باز جھوٹ کہنے والا کہنے سے تامل کیا کریں۔ ہرگز نہیں۔ ان کے دست ستم سے نہ امام بچتا ہے نہ ولی، نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علامہ حائری لکھے گئے ہیں۔ میرے سامنے ہے۔ اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا:۔ اس اصول پر جس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا۔ اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹۳ انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا۔ جناب امیر نے بھی قلت[له] انصار و اعوان کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت و جرات

---

[له] رسول خدا اور تقیہ خدا کے لئے غور کرو۔ رسول پاک نے ہر چند کفار مکہ سے اذیتیں اٹھائیں تکالیف کا سامنا ہوا اظہار حق اور اعلان کلمۂ توحید سے نہ رکے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلاد کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا؟ [له] قلت اعوان و انصار کا عذر فضول ہے۔ جن کے شامل حال نصرت ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعوان کی پرواہ نہیں کرتے۔ کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔ [له]
ساری خدائی ایک طرف۔ فضل الٰہی ایک طرف۔ حضرت علی کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لیوا لاکھوں

اگلے صفحہ پر

پر کوئی حرف نہیں وارد ہوتا۔ تو لازماً نفس رسولؐ (علیؓ) پر کسی طرح پیغمبرؐ سے کسی وصف میں بھی زیادہ نہ تھے کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید براں جناب امیرؓ نے بھی محض حفاظت اسلام کے لیے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر تقیہ نہ کرتے صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا۔ پس علیؓ نے بنا بر حدیث معتمدؓ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر بیعت ثلاثہ کے لیے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ مقابلہ میں ذوالفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کے لیے وہ مجبور کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی باعتراف اکابر علما اہلسنت علیؓ نے سیرت ثلثہ پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیرؓ کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا۔ اور آپ نے دوران خلافت میں اصحابؓ ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کا از سر نو احیاء کیا۔

## مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجدان مذہب شیعہ نے جب یہ دیکھا کہ جناب امیرؓ کے خطبات اور ائمہ اہل بیت کے اقوال سے اصحابؓ ثلاثہ کی تعریف بے حد پائی جاتی ہے۔ اور جناب امیرؓ عہد خلافت اصحابؓ ثلثہ میں ان کے شیر و شکر رہے اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر با تدبیر رہے

تعریف ۳۱۳ کی تعداد میں تھے۔ رسول پاک کے پاس کونسی فوج تھی۔ جب آپ نے ابتدا میں کفار کے سامنے کلمۃ الحق توحید الٰہی کا اعلان کیا پھر جناب امیرؓ جیسا کہ نہج البلاغت میں کہا ہے۔ سارے جہاں کے مقابلے میں طاقت رکھتے تھے۔ اور موت بھی ان کے اختیار میں تھی۔ پھر تقیہ کرنے کی کیا ضرورت۔ شیعہ کی کتب معتبرہ اصول و فروع کافی جلاء العیون حملہ حیدری میں تصریح ہے کہ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کے لیے ابوبکر کے پاس لے گئے اور آپ نے مجبوراً بیعت کی۔ کیا یہ سب روایات جھوٹی ہیں؟ حائری کے پاس اس کے خلاف کونسی روایت معتبر موجود ہے؟ فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲ میں تصریح ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرتا ہوں تو لوگ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے اسی لیے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ کیا جناب امیرؓ سچے ہیں۔ یا سید علی حائری اس کی تفصیل اس کتاب کے ص ۲۴۰ پر ملاحظہ ہو جس سے حائری صاحب کی تاویلات کی قلعی کھل جاتی ہے۔ (احقر منظور حسین غفرلہٗ)

ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنائم سے حصہ لیتے رہے اور ماہانہ وظائف نقد وجنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے کہ اصحاب ثلثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کے لئے انہوں نے مسئلہ تقیہ ایجاد کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیرؓ اور اہل بیت کا تقیہ تھا۔ اور بے حد فضیلت رکھتا ہے اور دین کے دس اجزا میں سے ۹ اجزا تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین وایمان تقیہ ہی تھا چلو چھٹی ہوئی جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیا کافی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ ائمہ اہلبیت نے زمادیا ہے کہ دین حق ظاہر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ اصول کافی ص۴۸۵ میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا

یَا سُلَیْمَانُ اِنَّکُمْ عَلٰی دِیْنٍ مَنْ کَتَمَہٗ اَعَزَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَذَاعَہٗ اَذَلَّہُ اللّٰہُ۔ ترجمہ:۔ اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا۔ اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے۔ خدا اس کو ذلیل کرے گا۔

دوسری جگہ اس کتاب کے ص۵۵۲ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَیْنَا شَیْئًا مِنْ اَمْرِنَا کَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا اَوْ لَمْ یَقْتُلْنَا خَطَاءً

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کر دے گویا اس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا۔ نہ خطاءً

نیز کتاب مذکور کے ص۵۵۱ میں ہے کہ مَنْ اَذَاعَ عَلَیْنَا حَدِیْثَنَا سَلَبَہُ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ

ترجمہ:۔ امام صادق نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کر دے خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے۔

ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیثیں یاروں کی گھڑت ہیں ورنہ ائمہ دین ایسا کیوں کہیں کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الٰہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودی خدا ہے۔ اور ائمہ حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کر دینا ایسا ہے جیسا ان کو عمداً قتل کر دینا۔ ہاں یہ درست ہے کہ روافض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے اس کی تشہیر باعث فتنہ وفساد اور امن عامہ میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب روافض ہرگز ہرگز مذہب اہل بیت

نہیں ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات المومنین ازواج رسول کو گالیاں دینا ان کو لعنت تبرا بھیجنا جائز بلکہ داخل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

دیکھیں جو نا خلف بغض و حرامت کی ماؤں سے      انہیں پھر آب کوثر شیر مادر ہو نہیں سکتا

# تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا۔ ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک مقولہ اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس کا اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ فاعل اور مفعول صرف اس قدر بجالانے سے کلید جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

# فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۲۷۱ میں فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا۔ وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مؤلفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ نیر اپریل پریس لاہور کے ص ۵ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْہُ سَبْعِیْنَ مَلَکًا یَسْتَغْفِرُوْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرے سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اس متعی شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

(۳) ایسا ہی منہج الصادقین ص۳۵۶ میں ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً اَمِنَ سَخَطَ اللّٰهِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ حُشِرَ مَعَ الابرار وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَاحَبَنِیْ فِی الْجِنَانِ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کہ ایک مرتبہ متعہ کرے۔ خدا کے قہر سے نجات ملے جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کا حشر پاک لوگوں (پیغمبروں۔ اماموں، ولیوں) کے ساتھ ہو گا جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا۔

(۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً وَاحِدَةً عُتِقَ ثُلُثُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ عُتِقَ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ کُلُّهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا۔ جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث، اور جو تین مرتبہ کرے اس کا تمام بدن آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ مَن تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهٗ کَدَرَجَةِ الْحَسَنِ وَمن تَمَتَّعَ مَرَّتَینِ دَرَجَتُهٗ کَدَرَجَةِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهٗ کَدَرَجَةِ عَلِیٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهٗ کَدَرَجَتِیْ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؓ کا پائے اور جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ امام حسینؓ کا حاصل ہو۔ تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم مرتبہ ہو جائے۔ ایسا ہی شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین ص۳۵۶ میں ہے۔

سبحان اللہ شیعہ مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز، روزہ، نہ حج نہ زکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے کہ حسب روایت نمبر۱ عمر بھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متعہ جیسا کار ثواب کرے۔ عذاب دوزخ سے نجات مل جائے۔ اور حسب روایت نمبر۲

متعہ کنندہ جب غسل کرتا ہے تو اس کے بدن سے جو بے تعداد قطرات پانی کے
گرتے ہیں ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک اس نیک
مرد متعہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں موجب روایت نمبر ۳
ایک دفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الہٰی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ یہ عمل کرنے
سے حشر مع الابرار (صدیقین، شہداء، انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ تیسری دفعہ
عمل متعہ کو بجالانے سے تو جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے۔ جو نبی آخر الزماں کے لئے مخصوص ہے
بمضمون روایت نمبر ۴ ایک دفعہ متعہ کرنے سے بدن کی تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی
تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر دوزخ حرام ہو جاتا ہے بمنطوق روایت نمبر ۵ متعہ کی
اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے حسنؓ کا درجہ مرتبہ کرنے سے امام حسینؓ
کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر
نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت، جن میں بدنی و مالی تکالیف
اٹھانی پڑتی ہیں بس چار دفعہ کار ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔ ہم خرما و ہم ثواب حظ
نفس بھی حاصل ہو اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ امام حسنؓ
امام حسینؓ علیؓ رسول پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعیم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص
ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے کہ یہ بیہودہ روایات متعہ آئمہ دین کی طرف
منسوب کی جاتی ہیں۔ فی الواقع ان کے ہی اقوال ہیں یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص شہوت
رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت فردوس کا مالک بن
جائے اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ
أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ایسے اقوال کا ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب
کرنا عزت رسول کی بہت بڑی ہتک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

افسوس ہے کہ متعہ جیسا حیا شکن مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کرکے دامن
اسلام پر ایک بدنما دھبہ لگاتا ہے۔ ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض
کرتے ہیں آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتایئے اس کا کیا جواب

دیا جا سکتا ہے۔

# متعہ کیا چیز ہے

متعہ فی الحقیقت زنا ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف سارے وہی ہیں کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں۔ تعداد بھی معین نہیں۔ جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زنا میں خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی متعہ میں بھی ہے۔ پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں اسی طرح ممتوعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اجرت متعہ:۔ بازاری عورتوں کی اجرت خرچی چار آٹھ آنے یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن ممتوعہ عورت کی اجرت (خرچی) حسب روایات شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۴ میں ہے:

عَنِ الْاَحْوَلِ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰی مَا تَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةُ قَالَ کَفٌّ مِنْ بُرٍّ (راوی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ متعہ کی کم درجہ اجرت کیا ہے؟ آپ نے کہا مٹھی بھر گیہوں (۲) دوسری روایت اسی کتاب کے ص۱۹۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰی مَهْرِ الْمُتْعَةِ مَا هُوَ قَالَ کَفٌّ مِنْ طَعَامٍ اَوْ دَقِیْقٍ اَوْ سَوِیْقٍ اَوْ تَمْرٍ (ابو بصیر کہتا ہے میں نے صادق سے دریافت کیا کہ متعہ میں ادنٰے مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستو یا کھجور۔

# لاتعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن متعہ کی عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے ممانعت نہیں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُتْعَةِ اَهِیَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِیْنَ (فروع

کافی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۹۱ ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ اَعْيَنَ قَالَ مَا تَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ

(زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے؟ کہا جتنا جی چاہے۔

# ایک عورت سے بار بار متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق ثلثہ دی جائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ وَيَنْقَضِي شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ آخَرُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا الْاَوَّلُ حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ اَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ شَاءَ لَيْسَ هٰذِهِ مِثْلَ الْحُرَّةِ هٰذِهِ مُسْتَاجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَاءِ۔

ترجمہ:۔ زرارہ کہتا ہے (میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے۔ پھر دوسرا شخص اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے۔ پھر اس سے متعہ کرے۔ حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کر چکی ہو کیا پہلا شخص اس سے متعہ کر سکتا ہے۔ آپ نے کہا جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے۔ یہ آزاد اصیل عورت جیسی نہیں۔ بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے۔

# متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے۔ کہ ایک

عورت سے ایک رات میں دس بیس آدمی متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں۔ اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔

وَاَمَّا تَاسِعًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهٗ اِلٰی اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ يَّتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُوْنَ لَيْلًا وَّاحِدَةً مِّنِ امْرَأَةٍ سَوَآءٌ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِمَّا خَانَ فِيْ بَعْضِ قُيُوْدِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذٰلِكَ بِالْاٰئِسَةِ لَا بِغَيْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ۔

ترجمہ:۔ مصنف نواقض الروافض نے جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے اشخاص ایک رات مل کر ایک عورت سے متعہ کریں وہ حیض والی ہو یا آئسہ ہو۔ اس میں خیانتاً بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں۔ کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو۔ نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے۔

بہر حال ایسا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعہ کرنا کتنا بڑا بے حیائی کا فعل ہے۔ جس کو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

## ایک بیہودہ حکایت

دلدادگان متعہ نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکائتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ ایسی بیہودہ حکایات سے آئمہ اہل بیت کی کہاں تک توہین ہوتی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ میں ہے:۔ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيُّ اِلٰی اَبِيْ جَعْفَرٍ فَقَالَ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِيْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ اَحَلَّهَا اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَعَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَهِيَ حَلَالٌ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا اَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ يَقُوْلُ هٰذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهٰی عَنْهَا فَقَالَ وَاِنْ كَانَ فَعَلَ فَقَالَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَهٗ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهٗ فَاَنْتَ عَلٰی قَوْلِ صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلٰی قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الْاَعْنَتْ فَاِنَّ الْاَوَّلَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُکَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَیْرٍ فَقَالَ اَیَسُرُّکَ اَنَّ نِسَائَکَ وَبَنَاتِکَ وَاَخَوَاتِکَ وَبَنَاتِ عَمِّکَ یَفْعَلْنَ قَالَ فَاَعْرَضَ عَنْہُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ حِیْنَ ذَکَرَ نِسَاءَہٗ وَبَنَاتِ عَمِّہٖ۔

ترجمہ :۔ ابن عمر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور اپنے رسولؐ کی زبان سے حلال کیا ہے بس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمیر نے کہا آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت عمرؓ نے بیان کی اسے آپ حلال کریں امام باقر نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر اور میں رسول اللہ کے قول پر کاربند رہوں گا پہلی بات قول رسول ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمیرؓ نے کہا۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ بہنیں، پھوپھیاں۔ یہ فعل کریں۔ امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ اللہ متعہ کی حلت کے اس قدر قائل تھے کہ اس کو سنت الرسول اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اس اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ جو ذکور کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ و بالعکس اس سے صاف ثابت ہے کہ متعہ عورت مرد کے لئے یکساں حرام ہے نہ عقلاً اسے درست سمجھتی ہے اور نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ص ۱۱۹ پر ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی قسم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

# متعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد ۲ صـ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ فِي الْمُتْعَةِ دَعُوْهَا اَمَا يَسْتَحِيْ اَحَدُكُمْ اَنْ تَرَىٰ فِيْ مَوْضِعِ الْعَوْرَةِ فَيَحْمِلَ ذَالِكَ عَلٰى صَالِحِيْ اِخْوَانِهٖ وَاَصْحَابِهٖ۔

ترجمہ: مفضل کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرم گاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے۔

نیز اسی کتاب میں اسی صـ۱۹۲ پر درج ہے۔ كَتَبَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى بَعْضِ مَوَالِيْهِ وَلَا تُصِرُّوْا عَلَى الْمُتْعَةِ اِنَّمَا عَلَيْكُمْ اِقَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَشْتَغِلُوْا بِهَا عَنْ فُرُشِكُمْ وَحَرَائِرِكُمْ فَيَكْفُرْنَ وَيَتَبَرَّأْنَ وَيَدْعِيْنَ عَلَى الْاٰمِرِ بِذَالِكَ فَيَلْعَنُوْنَنَا (فروع کافی جلد ۲ صـ۱۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا کہ متعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سنت بجالاؤ۔ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ پاکباز رہ کر ہماری دامن گیر ہوں۔ اور ہمیں اس وجہ سے کہ حکم متعہ دیا ہے، لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے۔ اور یہ بات احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے۔ کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست کونسا درست نہیں یہ ایک تشریح طلب امر ہے۔ جس کو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

غرض متعہ جیسا مخرب اخلاق حیا سوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ بندگان نفس و ہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے۔

مطلوب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو          مذہب وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

# چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث، قطب ولی، امام ہو۔ لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آئمہ اہل بیتؓ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین اردو صـ۸۵ میں ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیرؓ و دیگر تمام آئمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔

**پانچواں مسئلہ:** شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جناب امیرؓ و دیگر آئمہ خدا کی زبان، منہ، آنکھ، ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی ہیں) اصول کافی صـ۸۴ میں ہے۔ عَنْ اَسْوَدَ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاَنْشَاءَ یَقُوْلُ اِبْتِدَاءً مِنْهُ مِنْ غَیْرِ اَنْ اَسْئَلَهٗ نَحْنُ حُجَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ بَابُ اللّٰهِ وَنَحْنُ لِسَانُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ وَنَحْنُ عَیْنُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ وَنَحْنُ وُلَاةُ اَمْرِ اللّٰهِ فِیْ عِبَادِهٖ (اسود بن سعید کہتا ہے۔ میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے۔ بغیر اس کے میں نے دریافت کیا ہو ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان ہیں اور خدا کا منہ اور خدا کی آنکھ ہیں اس کی مخلوق ہیں۔ اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِیْ هَاشِمُ ابْنُ عَمَّارِ الْجُهَنِیُّ سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُ اَنَا عَیْنُ اللّٰهِ وَاَنَا جَنْبُ اللّٰهِ وَاَنَا بَابُ اللّٰهِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے۔ میں نے امیر المومنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ۔ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں۔

**چھٹا مسئلہ:** اگرچہ اسلام کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف حضرت علی کو رسول کے ہم رتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے۔ چنانچہ اصول کافی صـ۱۱۸ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَا سُلَیْمَانُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُؤْخَذُ بِهٖ مَا نَهٰی عَنْهُ یُنْتَهٰی عَنْهُ جَرٰی لَهٗ

مِنْ فَضْلِ مَا جَرٰى لِرَسُولِ اللّٰهِ (صادق نے فرمایا اے سلیمان جو امیر المومنین حکم دیں مانو۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے۔ جو رسول کو ہے)

پھر اسی کتاب مذکور میں ہے۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا قَسِیْمُ اللّٰهِ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِیْسَمِ وَلَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جَمِیْعُ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحُ بِمِثْلِ مَا اَقَرَّتْ بِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حُمِلْتُ عَلٰی مِثْلِ حَمُوْلَةِ الرَّبِّ وَاِنَّ مُحَمَّدًا یُدْعٰی وَیُکْسٰی وَیُسْتَنْطَقُ وَاُدْعٰی فَاُکْسٰی وَاُسْتَنْطَقُ فَاَنْطِقُ عَلٰی حَدِّ مَنْطِقِهٖ وَلَقَدْ اُعْطِیْتُ خِصَالًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ عُلِّمْتُ عِلْمَ الْمَنَایَا وَالْبَلَایَا وَالْاَنْسَابِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ فَلَمْ یَفُتْنِیْ مَا سَبَقَنِیْ وَلَمْ یَعْزُبْ عَنِّیْ مَا غَابَ عَنِّیْ اُبَشِّرُ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کُلُّ ذٰلِکَ مَکَّنَنِیَ اللّٰهُ فِیْهِ بِاِذْنِهٖ۔

ترجمہ۔ امیر المومنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں میں فاروق اعظم ہوں اور صاحب عصا اور میسم ہوں۔ تمام ملائک و ارواح نے اسی طرح میرا اقرار کیا۔ جیسا کہ رسول کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا۔ جو رسول کی سواری من جانب اللہ تھی محمد صلعم بلائے جائیں گے اور پوشاک پہنائے جائیں گے اور کلام کئے جائیں گے۔ اسی طرح میں پکارا جاؤں گا۔ اور پوشاک پہنایا جاؤں گا۔ اور بلایا جاؤں گا میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئی۔ مجھے موتوں مصیبتوں، نسبوں فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں۔ پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی رہے۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دوں گا۔ اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کر دوں گا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دے دیا ہے۔

ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسولؐ اور علیؑ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے کہ جملہ فضائل رسول علیؑ کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے کہ جو خصوصیات رسول اکرم کی ہیں۔ ان میں علی ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسول سے علیؑ کا نمبر فائق ہو گیا۔

بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۵۱۱ میں ہے ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے علی سے فرمایا۔ اے علی تمہارے لیے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان جیسی میرے لیے بھی نہیں ہیں اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی بیوی میرے لیے نہیں ہے اور تمہارے نطفہ سے بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں اور خدیجہ رض جیسی تمہاری ساس ہیں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ میرا کوئی خسر نہیں ہے اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی بھائی نہیں ہے اور فاطمہ بنت ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

ساتواں مسئلہ:۔ یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح خدائے پاک ہے م اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت م کو ائمہ طاہرین سے مل کر بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حق الیقین اردو صفحہ ۴۹۶ میں ہے۔ حدیث میں اشارہ ہے کہ آنحضرت م بھی تمام ائمہ طاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں۔

آٹھواں مسئلہ:۔ موت وحیات ائمہ کے اختیار میں۔

یہ مسلم امر ہے کہ موت وحیات خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار

---

لہ سبحان اللہ اثبات فضیلت علی کے لیے موجدان مذہب شیعہ نے کیا عجیب استدلال قائم کیا ہے اس منطق کی رو سے تو رعیت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے۔ یوں کہہ کر کہ ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ لیکن آپ کا کوئی بادشاہ نہیں ہے یا ایک زندیق شان الٰہی میں کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا خدا جل جلالہ کبریا اور وحدہ لاشریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے اس لئے نعوذ باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں ؎

ہر شے میں رائے شیعہ عجب باصواب ہے	جو بات کی خدا کی قسم لاجواب ہے

نہیں دیا گیا لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہلبیت کو موت وحیات پر کلی اختیار تھا چاہے مریں یا نہ مریں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵۸ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔ بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِيَارٍ مِنْهُمْ (باب اس کا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور موت ان کے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَيُّ اِمَامٍ لَا يَعْلَمُ مَا يُصِيْبُهُ وَاِلٰى مَا يَصِيْرُ فَلَيْسَ ذَالِكَ بِحُجَّةِ اللّٰهِ۔ (ابو بصیر کہتا ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچے گی تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا

نواں مسئلہ:۔ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں اصول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَاَنَّهُ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ (باب اس کا کہ ائمہ کو علم ماکان وما یکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے)

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے۔ سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ عِلْمَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا فِي النَّارِ وَاَعْلَمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ (امام صادقؓ نے فرمایا۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ سب کچھ جانتا ہوں اور گزشتہ و آئندہ کل واقعات دنیا کا بھی مجھے علم ہے)

دسواں مسئلہ:۔ آسمان و زمین و مافیہا جناب امیر کے تابع حکم۔

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و مافیہا سب کچھ ہے۔ چنانچہ حق الیقین ص۴۳۶ میں ہے "میں صاحب عصا و میسم ہوں۔ میں وہ ہوں[۱] کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و مہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت کا ہادی ہوں"

گیارھواں باب:۔ میت پر بد دعا

---

[۱] تو پھر اصحاب ثلاثہ کے بارے میں قلت اعوان و انصار کا عذر درست نہ تھا۔ جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ اور دریا اور رعد و برق بلکہ ستارے اور آفتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو ثلاثہ کے (باقی صفحہ ۲۴۸ پر

ایک مشہور کہاوت ہے۔ "مرے ہوئے کو مارے شاہ مدار" مرے ہوئے شخص سے کسی کو بیر باقی نہیں رہتا۔ ہر ایک متنفس کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہے۔ لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطن ہیں کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سنی ہو تو اس کے جنازے میں کھڑے ہو کر بجائے دعا کے بد دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بروایت تحفۃ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ائمہ طاہرین کے ذمہ بھی الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی صہ ۹۹ جلد ۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُنٰفِقِیْنَ مَاتَ وَخَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَمْشِیْ وَلَقِیَہٗ مَوْلٰی لَہٗ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْھَبُ یَا فُلَانُ قَالَ فَقَالَ لَہٗ مَوْلَاہُ اَفِرُّ مِنْ جِنَازَۃِ ھٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْھَا فَقَالَ الْحُسَیْنُ اُنْظُرْ اَنْ تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا سَمِعْتَنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَہٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْہِ الْاِمَامُ اللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَکَ الف الف مرۃ مُؤْتَلِفَۃٍ غَیْرَ مُخْتَلِفَۃٍ اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ وَاَصْلِہٖ حَرَّ نَارِکَ وَاَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَاءَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَاءَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ۔

ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے کہ آپ کا غلام راستہ میں مل گیا۔ امام نے پوچھا۔ کہاں جاتا ہے؟ کہا۔ میں اس کے جنازہ سے بھاگتا ہوں۔ اس پر نماز پڑھنا نہیں چاہتا آپ نے کہا۔ دیکھو میری داہنی جانب کھڑا ہو جانا۔ اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا۔ جب تکبیر ہوئی امام حسینؓ نے یوں کہا۔ الٰہی! تو اپنے فلاں فلاں بندے کو ہزار ہزار لعنتیں کر جو ملی

(بقیہ ۲۴۷) مقابلہ سے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو حکم دیتے دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا اور رعد و برق کو اشارہ کر دیتے۔ آن کی آن میں ان میں ان کو جلا کر بھسم کر دیتے مہاجرین کے ۳ بدر حسینؓ کو ساتھ لے کر مدد حاصل کرنے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس شیعہ صاحبان ایسی خلاف عقل باتیں بنا کر جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ اور صفات مختصہ باللہ میں جناب امیر کو شریک گردانتے ہیں۔

ہوئی الگ الگ نہ ہوں۔ الٰہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ کی گرمی میں تپا۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی کرتا تھا اور تیرے نبی کے اہلبیت کا دشمن تھا۔

جائے غور ہے کہ حضرت امام حسینؓ جیسے بے ردو رعایت شخص کو جس نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹا دیا۔ ایک منافق کا جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکہ میں پڑ جائیں کہ یہ تو کوئی بڑا پکا سچا مسلمان تھا کہ اس کے جنازہ میں امام حسینؓ جیسے برگزیدہ امام بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دی یا بد دعا کرتے تھے

دوم : نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتی ہے۔ اگر جناب امام کو اس کمبخت میت کے لئے بد دعا کرنا ہی منظور تھی تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا مقام کی بد دعا گھر بیٹھے ہی تیر بہدف تھی۔

دیکھئے ! کیسی کیسی بیہودہ روایات گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمہ اتہام لگائے ہیں بھلا جس شخص کے نانا رسول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں حتیٰ کہ رب العزت فرمائے کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے استغفار کی گئی تو بھی یہ بخشا نہ جائے گا۔ قربان جائیں۔ اس نبی رؤف و رحیم کے کہ آپ فرمانے لگے۔ میں اکہتر دفعہ استغفار کرتا۔ اگر اس سے بخشا جاتا۔ پھر امام حسین اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں کہ میت کے جنازہ پر دعا کرنے کے لئے مدعو ہوں اور الٹے بد دعا کرنے لگیں۔ استغفر اللہ۔

بارھواں مسئلہ :۔ امام ران سے نکلتے ہیں۔

قرآن گواہ ہے کہ تولد ہر ایک انسان کا ماں کے رحم سے ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ آیت اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین ص۲۱۲ میں ہے۔ دوسری روایت

کے مطابق حضرت نے فرمایا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پہلو میں رہتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں اور خدا نے چرک ونجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

تیرھواں مسئلہ :۔ خنزیر کے بال وچمڑہ وغیرہ۔

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال، پشم، چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رسی بناکر کنوئیں سے پانی نکال کر پینا کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بناکر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں (۱) فروع کافی جلد ا صفحہ ۴ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنِ الْحَبْلِ یَکُوْنُ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِیْرِ یُسْتَقٰی بِہِ الْمَاءُ مِنَ الْبِئْرِ ھَلْ یُتَوَضَّأُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ :۔ ترجمہ۔ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام صادقؓ سے دریافت کیا کہ خنزیر کے بالوں کی رسی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے"

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ ص ۳۰۱ میں ہے قال. فَقُلْتُ لَہٗ شَعْرُ الْخِنْزِیْرِ یُعْمَلُ حَبْلًا وَیُسْتَقٰی بِہٖ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یُشْرَبُ مِنْھَا اَوْ یُتَوَضَّأُ مِنْھَا قَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ وَزَادَ فِیْہِ عَلِیُّ بْنُ عُقْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ رِبَاطٍ قَالَ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ کُلُّہٗ ذَکِیٌّ۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا خنزیر کے بالوں کی رسی بناکر کنوئیں سے پانی نکالا جائے، جس سے پانی پیا جائے، یا وضو کیا جائے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علیؓ بن عقبہ اور علی بن حسین بن رباط نے یہ ازاد کیا ہے۔ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہے"

(۳) من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۰ میں ہے :۔ سُئِلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقِیْلَ لَھُمَا اِنَّا نَشْتَرِیْ ثِیَابًا یُصِیْبُھَا الْخَمْرُ وَوَدَکُ الْخِنْزِیْرِ عِنْدَ حِکْمِھَا اَنُصَلِّیْ فِیْھَا قَبْلَ اَنْ نَغْسِلَھَا فَقَالَا نَعَمْ لَا بَأْسَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ اَکْلَہٗ وَشُرْبَہٗ

وَلَحْمِ مُحَرَّمٍ تُلْبَسُهُ وَمَسَّهُ وَالصَّلٰوۃُ فِیْھَا۔

ترجمہ: امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں کہ ان کو خنزیر کی چربی اور شراب لگا ہوا ہوتا ہے۔ کیا ان کو چھیل کر دھوئے بغیر نماز ان میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ملوث کپڑے پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے ذھب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب سے آلودہ ہو اس کو خوشی سے استعمال کرنا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیا کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ :- مذی ودی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے وہ پلید ناقص الوضو ہے لیکن شیعہ مذہب میں مذی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ اگرچہ ایڑیوں تک چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ جنانچہ فروع کافی جلد اص۲۱ میں ہے عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلَ مَنْ ذَكَرِكَ مِنْ مَذْیٍ اَوْ وَدْیٍ وَاَنْتَ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلٰوةَ وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِبَيْكَ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ ۔

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو۔ جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس کو مت دھوؤ۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو اگرچہ یہ بہہ کر تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی بہنا۔

من لایحضرہ الفقیہ ص۱۳ میں ہے کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَرٰی فِی الْمَذْیِ وُضُوْءً وَّلَا غَسْلَ مَا اَصَابَ مِنْهُ وَرُوِیَ اَنَّ الْمَذْیَ وَالْوَدْیَ بِمَنْزِلَةِ الْبُصَاقِ وَالْمُخَاطِ فَلَا یُغْسَلُ مِنْهُمَا الثَّوْبُ وَلَا الْاِحْلِیْلُ ۔

ترجمہ: امیر المومنین مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ مذی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی

ہیں۔ پس جس کپڑے کو لگ جائیں، اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

واہ شیعہ! پاک مذہب کا کیا کہنا منہ، ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا ہے جیسے منہ و ناک سے نکلی ہوئی رطوبت پاک ہے۔ ویسا ہی اس (پاک عضو مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت بھی پاک ہے ع

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

پندرھواں مسئلہ :۔ کنوئیں میں کتا۔

کتا نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارا پانی نہ نکلے پاک نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ مذہب میں ہے۔ کتا، مرغی، چوہا، بلی وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے تو صرف پانچ ڈول نکال دو۔ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص۲ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عبداللہ عَلَیْہِ السَّلام فِی الفارۃِ وَالسِّنَّوْرِ وَالدَّجاجَۃِ وَالطَّیْرِ وَالْکَلْبِ قَالَ مَالَمْ تَتَفَسَّخْ اَوْیَتَغَیَّرْ طَعْمُ الْمَاءِ فَیَکْفِیْکَ خَمْسُ دِلَاءٍ

ترجمہ: صادق علیہ السلام سے چوہا، بلی، مرغی، پنچھی کتے کی بابت دریافت کیا گیا (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا۔ اگر سوج نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدلے تو پانچ ۵ ڈول نکال دینا کافی ہیں۔

سولھواں مسئلہ :۔ شیعہ مذہب کی رو سے کنوئیں میں گوہ گر پڑے تو دس ڈول نکالنے کافی ہیں اور گل جائے تو چالیس ڈول۔ من لایحضرہ الفقیہ ص۵ میں ہے۔ متیٰ وَقَعَ فِی الْبِیْرِ عِفَارَۃٌ اُسْتُقِیَ مِنْھَا عَشْرُ دِلَاءٍ وَاِنْ زَابَتْ فِیْھَا اُسْتُقِیَ مِنْھَا اَرْبَعُوْنَ دَلْوًا اِلٰی خَمْسِیْنَ دَلْوًا۔

ترجمہ :۔ جب کنوئیں میں گوہ گر جائے تو دس ۱۰ ڈول پانی کے نکالے جائیں اور گل جائے تو چالیس سے ۵۰ تک نکال دیں۔

سترھواں مسئلہ :۔ کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے۔ گوہ گیلا ہو یا خشک۔ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ پر ہے۔: وَاِنْ وَقَعَ فِی الْبِیْرِ زَنْبِیْلٌ مِنْ عَذِرَۃٍ رَطْبَۃٍ

اَوْ بَالِـَةٍ اَوْ زَنْبِيلٌ مِنْ سِرْقِيْنٍ فَلَا بَأْسَ بِالْوُضُوْءِ مِنْهَا وَلَا يُنْزَحُ مِنْهَا شَيْءٌ

ترجمہ:۔ کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گیلا ہو یا خشک، زنبیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے۔ کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارھواں مسئلہ:۔ نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے۔ عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو تو وہ تالی پیٹے یا رانوں پر ہاتھ مارے۔ من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ اَرَادَ الْحَاجَۃَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ وَالْمَرْأَۃُ اِذَا اَرَادَتِ الْحَاجَۃَ تُصَفِّقُ۔

ترجمہ:۔ امام صادق نے فرمایا۔ نمازی مرد نماز میں ہو اور کسی بات کی حاجت ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے مانگ لے۔ اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو تو وہ تالی بجائے۔"

انیسواں مسئلہ:۔ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔

فروع کافی جلد ۲ ص۱۰۵ میں ہے:۔ وَقَعَتِ الْفَارَۃُ اَوِ الْکَلْبُ فِی السَّمْنِ وَالزَّیْتِ ثُمَّ خَرَجَ مِنْہُ حَیًّا لَا بَأْسَ بِاَکْلِہٖ ترجمہ:۔ چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے جی نکل جائیں۔ اس گھی وغیرہ کو کھایا جا سکتا ہے کچھ حرج نہیں۔

بیسواں مسئلہ:۔ گوشت کی دیگ پکائی جائے اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل پڑے۔ شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھا لو۔ کتاب مذکور ص۱۰۵ قِدْرٌ طُبِخَتْ فَاِذَا فِیْہِ فَارَۃٌ، یُھَرَاقُ مَرَقُھَا وَیُوْکَلُ لَحْمُھَا بَعْدَ اَنْ یُغْسَلَ۔ ترجمہ:۔ دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو۔ تو شوربہ پھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھایا جائے)

اکیسواں مسئلہ:۔ ایک پانی کا پرنالہ دوسرا پیشاب کا جاری ہو تا آپس میں مل جائیں کپڑا یا چیز جس کو وہ پانی لگ جائے۔ پلید نہیں ہوتے۔ فروع کافی جلد اص۷

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا کَانَ مِیْزَابَیْنِ سَالَا اَحَدُھُمَا مِیْزَابُ بَوْلٍ وَّاْخَرَیٰ مِیْزَابُ مَاءٍ فَاخْتَلَطَ ثُمَّ اَصَابَکَ مَا کَانَ بِہٖ بَاسٌ

ترجمہ:۔ صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دو پرنالے جاری ہوں ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ تیرے بدن یا کپڑے سے لگ جائے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

بائیسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب میں جنبی شخص قراۃ قرآن کر سکتا ہے فروع کافی جلد ۱ میں ہے۔

عَنْ اِبْنِ بُکَیْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجُنُبِ یَاکُلُ وَ یَشْرَبُ وَ یَقْرَءُ یَذْکُرُ اللّٰہَ مَا شَاءَ۔ ترجمہ:۔ ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنبی شخص کھا پی سکتا ہے، اور قرآن پڑھ سکتا ہے؟

آپ نے کہا۔ ہاں کھائے پیئے۔ قرآن پڑھے۔ جس قدر اذکار کرنا چاہے کرے۔

تیئسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص۹۳ میں ہے۔ عَنْ یُوْنُسْ بِنْ یَعْقُوْبَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَۃِ اُصَلِّیْ عَلَیْھَا بِغَیْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا ھُوَ تَکْبِیْرٌ وَ تَسْبِیْحٌ وَ تَحْمِیْدٌ۔ ترجمہ:۔ یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا۔ ہاں۔ جنازہ صرف تکبیر اور تسبیح اور حمد و ثنا ہے۔

چوبیسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے یا جورو کی بیٹی سے زنا کرے۔ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص۱۷۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّہٗ قَالَ فِیْ رَجُلٍ زَنیٰ بِاُمِّ اِمْرَءَتِہٖ اَوْ بِابْنَتِھَا اَوْ بِاُخْتِھَا فَقَالَ لَا یُحَرِّمُ ذَالِکَ عَلَیْہِ اِمْرَءَتَہٗ۔

ترجمہ:۔ امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے اس سے اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔

پچیسواں مسئلہ:۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے

تو وہ مزنیہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہوتی ہے فروع کافی جلد ۲ ص۱۷۶ میں ہے۔

قَالَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ زَنٰی رَجُلٌ بِامْرَأَۃِ اَبِیْہِ اَوْ جَارِیَۃِ اَبِیْہِ فَاِنَّ ذَالِکَ لَا یُحَرِّمُہَا عَلٰی زَوْجِہَا وَلَا یُحَرِّمُ الْجَارِیَۃَ عَلٰی سَیِّدِہَا۔

ترجمہ:۔ امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ عورت مزنیہ اس کے باپ پر حرام اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی۔

**چھبیسواں مسئلہ:۔** شیعوں کی معتبر کتاب حدیث استبصار ص۱۳ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلاف فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲ ص۳ میں یوں لکھی ہے۔ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یَاْتِیَ الْمَرْأَۃَ فِیْ ذَالِکَ الْمَوْضِعِ وَفِی الْبَیْتِ جَمَاعَۃٌ وَقَالَ لِیْ وَرَفَعَ صَوْتَہٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَلَّفَ مَمْلُوْکَہٗ مَا لَا یُطِیْقُ فَلْیَبِعْہُ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ وُجُوْہِ اَھْلِ الْبَیْتِ ثُمَّ اَصْغٰی اِلَیَّ فَقَالَ لَا بَاْسَ بِہٖ۔ ترجمہ: حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ رسول اللہ نے فرمایا اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز نہیں بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہیے (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے۔ راوی کہتا ہے دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فروع کافی جلد ۲ ص۲۳۴ میں ہے۔ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِیْکَ اَمَرَنِیْ لِاَسْئَلَکَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ ھَابَکَ وَاسْتَحْیٰ مِنْکَ اَنْ یَسْئَلَکَ قَالَ وَمَا ھُوَ قُلْتُ الرَّجُلُ یَاْتِیْ اِمْرَئَتَہٗ فِیْ دُبُرِھَا قَالَ ذٰلِکَ لَہٗ قُلْتُ فَاَنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِکَ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا

ہے۔ "میں نے کہا مرد اپنی عورت کی مقعد میں ادخال کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں کہا ہم ایسا نہیں کرتے۔ خود رافضیحت دیگراں را نصیحت۔

ستائیسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا چومنا جائز ہے۔

فروع کافی جلد ۲ ص۲۱۳ میں ہے عَنْ عَلِی ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَنِ الرَّجُلِ یُقَبِّلُ فَرْجَ اِمْرَأَتِہٖ قَالَ لَا بَاْسَ۔ ترجمہ:۔ "علی بن جعفر سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوالحسن سے دریافت کیا مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو چوم سکتا ہے۔ ؟ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے۔"

اٹھائیسواں مسئلہ:۔ اپنی عورت کی شرم گاہ کو دیکھنا بھی مضائقہ ندارد اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں ہے۔ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یَنْظُرُ اِلٰی اِمْرَأَتِہٖ وَھِیَ عُرْیَانَۃٌ قَالَ لَا بَاْسَ بِذٰلِکَ وَھَلِ اللَّذَّۃُ اِلَّا بِذٰلِکَ۔ (ترجمہ) "اسحاق بن عمار نے صادقؑ سے دریافت کیا کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ بحالت برہنگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضائقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے" حاشا وکلا۔ ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا ان کی غایت درجہ کی توہین ہے ایسی باتیں تو شہوانی مزاج تماشہ بین کرنے سے بھی شرماتے ہیں۔

انتیسواں مسئلہ:۔ عاریۃ الفرج (دوسرے کو عاریتاً دے دینا) بھی جائز لکھا ہے۔

استبصار جلد ۲ ص۷۵ میں ہے سألت اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامُ عَنْ عَارِیَۃِ الْفُرُوْجِ قَالَ لَا بَاْسَ بِہٖ۔ (ترجمہ) "امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفروج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں"

تیسواں مسئلہ:۔ جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک مسئلہ منسوب کیا گیا ہے

جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں، وہ یہ کہ ایک عورت جنگل میں اکیلی جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہمبستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المومنین عمر رض کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم فرما دیا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا بس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔

چنانچہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۰ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَہِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِہَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِکَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَکِّنَہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْہَدَنِی الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ سَقَانِیْ فَاَمْکَنْتُہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ تَزْوِیْجٌ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

ترجمہ:۔ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رض کے پاس آئی اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر رض کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زنا کیا اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا اس نے کہا مجھ سے ہمبستری کرے تو پانی دوں گا۔ جب پیاس نے مجھے بے تاب کر دیا اور مر جانے کا اندیشہ ہوا تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیر رض نے فرمایا بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے

جائے غور ہے کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروج تھا ہی اس روایت پر عمل کیا جائے تو زنا کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی وہاں بھوک ستاتی ہے۔ بہر وہ بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ زنا نہ رہا۔ تعجب ہے کہ ارکان نکاح دو گواہ وایجاب وقبول سے ایک

بات بھی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی۔ اس کی کانشنس نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ میں نے خلاف شرع زنا کا ارتکاب کیا ہے خوف عقبیٰ سے دربار شریعت میں گئی تاکہ سزا ہو کر عفو جرم ہو۔ امیرؓ نے حکم دیدیا سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان ہے امیرؓ پر مخالف اسلام یہ واقعہ سن لے تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعیان علی ہیں جو آپ کو یوں مطعون کرتے ہیں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کسی نے سچ کہا ہے۔ "دشمن دانا بہ از نادان دوست"

اکتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب میں ہے کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ تحفۃ العوامؒ ص۲۷۶ میں ہے: "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو۔" اللہ رے بے شرمی!

بتیسواں مسئلہ: لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کی رو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہیئے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۲۷۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ فِی الرِّجَالِ وَمَکْرُمَۃٌ فِی النِّسَآءِ (ترجمہ) "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا، ختنہ لڑکوں میں تو سنت ہے اور عورتوں میں باعث فضیلت ہے۔" ایسا ہی حق الیقین اردو ص۷۲ میں ہے: "ختنہ کا حکم سنت واجبہ ہے پسر کے لیے اور دختر کے لیے شوہر کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چہ خوش!!

تینتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب کی رو سے خصی مرد سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۲۳۱ میں ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ بَزِیْعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ قِنَاعِ الْحَرَائِرِ مِنَ الْخِصْیَانِ قَالَ کَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلٰی بَنَاتِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَا

---

لہ ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ ص۲۱۹ میں ہے۔

يَتَقَنَّعْنَ قُلْتُ فَكَانُوْا اَحْرَارًا قَالَ لَا قُلْتُ فَالْاَحْرَارُ يَتَقَنَّعُ مِنْهُمْ قَالَ لَا

ترجمہ۔ محمد بن اسمٰعیل کہتا ہے۔ میں نے امام رضا سے پوچھا کیا اصیل عورتوں کو خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا۔ خصی مرد ابوالحسن کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا۔ کیا وہ مرد اصیل تھے۔ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اصیل خصی مرد سے پردہ کرنا چاہیے۔ کہا نہیں۔

چونتیسواں مسئلہ:۔ جلق (مشت زنی) کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے فروع کافی جلد ۲ ص۲۳۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ سَئَلْتُہٗ عَنِ الْجَلْقِ قَالَ نَاکِحُ نَفْسِہٖ لَا شَیْءَ عَلَیْہِ۔ (ترجمہ) امام جعفر صادق رضؓ سے در بارۂ جلق (مشت زنی) دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل کرتا ہے۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

پینتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ ص۲۵۳ میں لکھا ہے کہ جو شخص محرم عورتوں، ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کرے اس کو زنا نہیں کہتے بلکہ من وجہ یہ فعل حلال ہے اور من وجہ حرام ہے اس کو سفاح کہیں گے زنا نہیں کہتے۔ اولاد پیدا ہو، اس کو اولاد زنا کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے وہ قابل سزا ہے، ملخص عبارت یوں ہے۔ اَلَّذِیْ یَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِیْ ذَکَرَہَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ تَحْرِیْمَہَا فِی الْقُرْاٰنِ مِنَ الْاُمَّہَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ کُلُّ ذٰلِکَ حَلَالٌ مِّنْ جِہَۃِ التَّزْوِیْجِ حَرَامٌ مِّنْ جِہَۃِ مَا نَہَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْہُ لَا یَکُوْنُ اَوْلَادُہُمْ مِنْ ہٰذَا الْوَجْہِ اَوْلَادَ الزِّنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُوْدَ مِنْ ہٰذَا الْوَجْہِ جُلِدَ الْحَدَّ لِاَنَّہٗ مَوْلُوْدٌ مُتَزَوِّجٌ وَشُدَّۃٌ۔ (ترجمہ) جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں، بیٹیوں وغیرہ سے (جن کا آخر آیت تک ذکر ہے) نکاح کریں۔ یہ سب حلال ہیں نکاح کی جہت سے، اور حرام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ان کی اولاد اس وجہ سے اولاد زنا نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت

دے دکہ وہ والدالزنا ہیں) اس کو سزائے تازیانہ دی جائے گی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ اللہ! شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے ؎

يُلَازِمُكَ الْخَطَاءُ بِكُلِّ رَأيٍ لَعَمْرِيْ اَنْتَ اَزْكَى الْاَزْكِيَاءِ

**چھتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ مذہب کے نزدیک سنی مسلمان کتے اور ولدالزنا سے بھی برا ہے**

فروع کافی جلد ا صـ۸ پر ہے: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَغْتَسِلْ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یَجْتَمِعُ فِیْھَا غُسَالَةُ الْحَمَّامِ فَاِنَّ فِیْھَا غُسَالَةَ وَلَدِ الزِّنَا وَھُوَ لَا یَطْھُرُ اِلٰی سَبْعَةِ اٰبَاءٍ وَفِیْھَا غُسَالَةُ النَّاصِبِ وَھُوَ شَرُّھُمَا اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَھْوَنَ مِنَ الْکَلْبِ وَاِنَّ النَّاصِبَ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْکَلْبِ۔

ترجمہ:۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنویں کے پانی سے مت نہاؤ جس میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولدالزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے اور ولدالزنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ناصبی[۱] (سنی) کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے اور وہ ناصبی (سنی) ولدالزنا اور کتے سے بھی بدتر ہے۔ خدا نے تمام مخلوق سے برا کتے کو بنایا ہے اور ناصبی کتے سے بھی برا ہے دیکھو! شیعہ صاحبان سنیوں کو کتے اور ولدالزنا سے بھی برا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سنی ان سے برتاؤ کریں تو ان سے بڑھ کر کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

**سینتیسواں مسئلہ:۔ شیعہ کے عقیدہ کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا داخل ثواب ہے۔** چنانچہ بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جا چکا ہے اور نیز حق الیقین صـ۶۸۵ میں ہے "اور ہمارا اعتقاد اس برأت

---

[۱] شیعہ سنی کو ناصبی کہتے ہیں۔ جیسے حق الیقین صـ۶۲۹ میں ابن ادریس نے کتاب السرائر میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں کہ حضرت امیر المومنین پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانے اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ ناصبی ہے

و تبرا میں یہ ہے کہ بیزاری طلب کرنا چاہیئے۔ چاروں بتوں سے یعنی ابو بکر رض عمر رض، عثمان رض و معاویہ رض اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہ رض حفصہ رض و ہندہ رض و ام الحکم سے اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے ؛

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگانِ دین اصحابِ ثلاثہ رض کو بت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور امہات المومنین ازواج پاک رسول کو لعنت و تبرا کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایسوں کو کافر کہیں تو ہمیں متعصب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام     وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اڑتیسواں مسئلہ :۔ شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہل بیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجنا واجب ہے جنہوں نے دعوئ امارت کیا۔ چنانچہ حق الیقین ص۶۳۶ میں لکھا ہے کہ ثلاثہ دشمنان اہل بیت اور معاویہ و یزید و دیگر مخالفین اہلبیت سے بیزاری واجب ہے، کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

ہمارے تو رہے، شیعان علی رض کے دست ستم سے اولاد علی رض (اہلبیت) بھی نہ بچ سکے اور ثلاثہ رض تو کس شمار میں ہیں :۔ ؎

صوفی و رند دونوں تیرے غمزہ سے تباہ ؛ خانقاہ گر ہے ویراں تو خرابات خراب

انتالیسواں مسئلہ :۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۴ کتاب الروضہ ص۱۱ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی۔ عبارت یہ ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ اُقِرَّ لَکَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعْنَۃُ اللّٰہِ بَلٰی فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ حُسَیْنٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَکَ بِمَا سَأَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُّکْرَہٌ لَّکَ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِکْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اَوْلٰی لَکَ حَقَنْتَ دَمَکَ وَلَمْ یَنْقُصْکَ ذٰلِکَ مِنْ شَرَفِکَ۔

ترجمہ :۔ پھر یزید نے امام زین العابدین کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی

جو قریشی مرد کے ساتھ کی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ کہ میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کروں تو مجھے قتل کر دے گا۔ جیسا کہ کل مرد قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا ہاں ایسا ہی ہو گا۔ امام زین العابدین نے کہا۔ میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا، تو نے اچھا کیا ہے، اپنی جان بچالی ہے اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی۔)

غور کرو شیعہ کہا کرتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت تو اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں کہ امام زین العابدین کی بیعت کے قائل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے اور امام سجاد زین العابدین جو اس امام عالی مقام کے فرزند تھے جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام موصوف سے استقامت میں بڑھ نکلا کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

**چالیسواں مسئلہ:** تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔ اصول کافی صفحہ ۱۸۸ میں ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يُّصَلِّیْ عَمَّنْ لَا يُصَلِّیْ مِنْ شِيْعَتِنَا وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى تَرْكِ الصَّلٰوةِ لَهَلَكُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يُّزَكِّیْ مِنْ شِيْعَتِنَا عَمَّنْ لَا يُزَكِّیْ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى تَرْكِ الزَّكٰوةِ لَهَلَكُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِمَنْ يَّحُجُّ مِنْ شِيْعَتِنَا عَمَّنْ لَا يَحُجُّ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى تَرْكِ الْحَجِّ لَهَلَكُوْا وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَتْ اِلَّا فِيْكُمْ وَلَا عَنٰى بِهَا غَيْرَكُمْ۔ ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام

نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعوں کے طفیل بے نمازوں کو بچا لیتا ہے اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں۔ تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے اور نہ حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مدافعت نہ کرے تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں ہیں"۔

پھر تمام شیعوں کو کیا پڑی ہے کہ نماز، روزہ و حج و زکوٰۃ کی اصالتاً تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہونگے جو یہ فرائض ادا کر چھوڑتے ہیں پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز، بے روزہ، حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ امان دیگا

خوب! شیعہ صاحبان کے لئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لانے والوں کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے کہ جیسا کہ متعہ جیسا کار ثواب کرنے والے ہیں۔ (کما مرّ)

یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ بنائے اسلام پانچ ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ولایت۔ سب سے فضیلت ولایت کو ہے جیسا کہ اصول کافی میں ہے۔ نیز جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کے قائل ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخل جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص جب سال بھر میں ایک دفعہ غم امام حسینؓ میں سینہ کوبی کر لیں۔ پھر نماز، روزہ، حج زکوٰۃ ایسی صعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے

اکتالیسواں مسئلہ: شیعہ حضرات شیخینؓ کو لعنت و تبرا کہنا اتنا بڑا ثواب سمجھتے ہیں کہ ایک دفعہ لعنت کرنے سے سات کروڑ نیکی کا درجہ ملتا اور سات کروڑ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین مرزا ابو الفضل اسے یوں نقل کرتا ہے۔

"بالجملہ خاتمہ این بحث را بنقل یک حدیث در ثواب لعن جبت و طاغوت کہ در عرف اہل بیت عبارت از تیم و عدی است و گاہ بمطلق غاصبین حقوق ثمرات زاکیہ تاویل شدہ اختصار میکنم فاضل زاہد ورع اخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی کہ تلامذہ استاد اعلم آقائے

بہبہانی قدس سرہٗ بودہ وخود از فضلائے محدثین وعرفائے مخلصین است۔ در کتاب اجمع الفضائح از ابوحمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ حدیث میکند کردے از امام ہمام زین العابدین وسید الساجدین علیہ السلام روایت کردہ قَالَ مَنْ لَعَنَ الْجِبْتَ وَالطَّاغُوْتَ لَعْنَةً وَاحِدَةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحٰى عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ وَمَنْ اَمْسٰى يَلْعَنُهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً كُتِبَ مِثْلُ ذَالِكَ قَالَ مَوْلَانَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلٰنَا اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ فَقُلْتُ يَا مَوْلَايَ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ قَالَ هَاتِ يَا ثُمَالِيُّ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ قَالَ نَعَمْ يَا ثُمَالِيُّ اَتُحِبُّ اَنْ اَزِيْدَكَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا مَوْلَايَ فَقَالَ مَنْ لَعَنَهُمَا لَعْنَةً وَاحِدَةً فِيْ كُلِّ غَدَاةٍ لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ اَمْسٰى لَعَنَهُمَا لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ ذَنْبٌ فِيْ لَيْلَةٍ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ فَمَضٰى اَبُوْ جَعْفَرٍ فَدَخَلْتُ عَلٰى مَوْلَانَا الصَّادِقِ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ اَبِيْكَ وَجَدِّكَ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ فَقَالَ حَقًّا يَا اَبَا حَمْزَةَ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُرْفَعُ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ كَرِيْمٌ۔ ترجمہ:۔ جو شخص جبت وطاغوت (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو ایک دفعہ لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سات کروڑ نیکی کا ثواب دیتا ہے اور سات کروڑ گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ جو شام کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت کرے اور اسی قدر اس کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہا جب حضرت زین العابدین گزر گئے تو میں حضرت امام باقر کے پاس آیا اور کہا کہ جناب میں نے ایک حدیث آپ کے والد ماجد سے سنی ہے فرمایا بتاؤ اے ثمالی، میں نے وہ حدیث سنائی تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے کیا تو چاہتا ہے کہ مزید بتاؤں۔ میں نے کہا، ہاں حضور آپ نے فرمایا۔ جو شخص ہر صبح کو ایک دفعہ دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا شام تک اور جو شام کو ان دونوں پر لعنت کرے اس رات کو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ صبح تک۔ کہا۔ جب محمد باقر گزر گئے تو میں امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے آپ کے باپ دادوں سے ایک حدیث سنی ہے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اے ابوحمزہ

میں نے حدیث سنائی۔ فرمایا بالکل درست ہے پھر فرمایا اس کے سات کروڑ درجے بھی بلند ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ واسع الرحمت اور کریم ہے۔

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی برا کہنے سے منع کرے اور جناب باقر علیہ السلام فرمائیں کہ سِبَابُ الْمُؤْمِنِیْنَ فُسُوْقٌ وَّ قِتَالُہٗ کُفْرٌ یعنی مسلمان کو برا کہنا کبیرہ جرم ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ امام ممدوح کے متبع لعنت کو ثواب عظیم اور باعث رفع درجات سمجھتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو شیعوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی ادائیگی کی ضرورت کیا ہے۔ جب وہ لعنت لعنت کا ورد کر کے پورے لعنتی بن جائیں تو نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں اور کروڑوں گناہ کرتے پھریں۔ ان کا کوئی گناہ شام تک نہیں لکھا جاتا۔ اور رات کے وظیفہ کے بعد صبح تک کوئی بدی نہیں لکھی جاتی۔ تو چلو چھٹی ہوئی۔ چوری، زنا، شرابخوری، حرام کاری وغیرہ سب بدمعاشیاں کرتے رہیں، ان کو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ایسے عقائد ایسے مذہب کا کیا کہنا!

بیالیسواں مسئلہ: شیعہ نہ صرف فاتح روم و فارس خسر نبی و داماد علی رض حضرت عمر رض کو ہی معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کو جو ان کو اپنا پیشوائے دین سمجھتے ہیں، کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ملّا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتا ہے "و شکے نیست در کفر عمر رض و کسے کہ عمر را مسلمان داند" پھر اگر ہم غالی شیعہ کو کافر کہیں تو ہمیں کیوں ملامت کی جاتی ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

## آمدم بر سر مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں حدیث ثقلین کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلافصل جناب امیر رضی اللہ عنہ پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل

سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر نقل اصغر ائمہ اہل بیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی ہے اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک مسائل منسوب کرتے ہیں جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ اسلام سے ہی خارج کئے دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

# شیعہ کی دلیل پنجم

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (میں تم سے اس تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں۔ "کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔"

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علیؓ پر کوئی اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اگر یہی معنی تسلیم کر لیا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقربا سے دوستی رکھنا ضروری ہے تو اہل سنت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علیؓ کو پہلا خلیفہ مان لو۔ جناب ممدوح خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہوگا۔ اور حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے بھی محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اگر آیت کا وہ معنی کریں جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت پر حرف آتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے۔ تو ختم المرسلینؐ کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے منافی ہے نیز یہ آیت دوسری آیت کے مخالف ہو جاتی ہے جو یوں ہے۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں)

اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی اور جانی امداد کرتے رہو تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی میں داخل ہوگا جس کا آنحضرت ؐ کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے۔

علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں مخاطب قوم کفار ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے کہ کفار جب کہ رسالت آپ سے دشمنی رکھتے تھے تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔

نیز آیت میں لفظ القربیٰ واقع ہے۔ ذوی القربیٰ نہیں۔ سو قربیٰ کے معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار اس کا معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہی ہے کہ آپ کفار و مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو۔ میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا۔ یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں۔ اس لئے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودّت کی مجھے امید ہونی چاہیئے۔ پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے جو شیعہ کہتے ہیں تو بھی اس میں اس امر کی کہاں تخصیص ہے کہ وہ حضرت کے قرابتدار یہی چار افراد علی رض فاطمہ رض اور حسنین رض ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے استدلال اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ آیت مکی ہے اور اس کے نزول کے وقت حسنین رض ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے، نہ حضرت فاطمہ رض جناب امیر کی زوجیت میں آئی تھیں بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ لیا جائے، شیعہ اس سے ہرگز استدلال نہیں کر سکتے۔

## شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلا فصل حضرت علی رض پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔ ترجمہ:۔ خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے جس ناپاکی کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علی بھی داخل ہیں معصوم تھے۔ اس لئے وہی امامت کے لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہوا اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؓ فاطمہؓ حسنینؓ کے خطابات میں آجائے جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔ بہرحال کوئی باسمجھ اور باانصاف شخص ماقبل اور مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوم:۔ لفظ اہلبیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہل خانہ عورت کو کہتے ہیں۔ ہندی میں گھر والی بھی عورت مراد ہوتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج رسول نہ ہوں۔

سوم:۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انہوں نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا تو ارشاد ہوا:۔ اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ط (ترجمہ) کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ تعجب کرتی ہیں خدا کی رحمت اور برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ بیشک وہ حمد کیا ہوا بزرگ تر ہے۔" اس جگہ لفظ اہل بیت سے مراد باتفاق شیعہ و سنی حضرت سارہ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہل بیت سے مراد خلاف محاورۂ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔

---

لہ شیعوں کی تفسیر صافی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں یعنی اِنَّ نِفۡرٰہٗ وَ اَمۡتَالَہَا بِمَا یَکۡرَہُمۡ۔

باقی صفحہ ۲۶۹ پر

چہارم:۔ اہل بیت (گھر والے) وہی ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے گھر میں ہی رہیں۔ سو یہ وصف ازواج میں ہی پائی جاتی ہے۔ جس گھر میں نکاح ہو گیا۔ وہیں کی ہو گئیں۔ لیکن بچیاں یا لڑکے یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لیے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی نکاح کے بعد اپنے شوہر علی المرتضےٰؓ کے گھر میں چلی گئیں۔ حسنینؓ کا تولد ہی دوسرے گھر میں ہوا۔ پھر رسول پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی بیبیاں ہی تھیں اس لیے اہل بیت النبیؐ بغیر ان کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

## اعتراض شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراض ہے کہ اگر اہل بیت سے مراد نساء النبیؐ (ازواج رسولؐ) ہوتیں تو بجائے عَنْکُمُ اور یُطَھِّرَکُمْ ضمائر مذکر کے عَنْکُنَّ و یُطَھِّرَکُنَّ ضمائر مونث استعمال ہوتیں

---

(بقیہ ۲۶۸ کا) اللّٰہ یہ یَا اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ فَلَیْسَ ھٰذَا مَکَانَ تَعَجُّبٍ (ترجمہ) یعنی اے اہلبیت نبوت یہ اور اس کی مثل اور برکتیں اللہ تعالیٰ تم کو عطا کرے گا۔ پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ الخ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی اہلبیت ہیں۔ کیونکہ تعجب کرنے والی وہی ہیں۔ (۳)۔ ملے واضح ہو کہ حضرت مصنف حضرت حسین وغیرہم کو صرف اہلبیت سکونت سے خارج کر رہے ہیں۔ نہ کہ مطلقاً کیونکہ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ از جہت ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت میں داخل ہیں نہ از جہت سکونت۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہلبیت کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ بیت سہ است، بیت نسب و بیت سکنیٰ۔ بیت ولادت۔ پس بنی ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر اند۔ صلی اللہ علیہ وسلم از جہت نسب و اولاد و جد قریب را بیت می خوانند و مے گویند خانہ، فلانے بزرگ است و ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلبیت سکنیٰ اند و اطلاق اہلبیت بر زنان مرد اخص و اعرف بحسب عرف و عادت است و اولاد شریف آنحضرت اہلبیت ولادت اند (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد رابع ص۶۹۲) اہل سنت والجماعت تمام اہلبیت کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں چنانچہ کتب احادیث میں اہل بیت رسولؐ کے فضائل و مناقب کے بیان کے لیے علیحدہ علیحدہ

(بقیہ ص ۲۷۰)

سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اہلبیت کے لفظ کا مصداق مونث (ازواج) ہیں لیکن چونکہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمائر مذکر استعمال ہوئیں جیسا کہ دوسری آیت مذکورہ میں باوجود اس کے کہ خطاب حضرت سارہ (مونث) سے تھا۔ لیکن بلحاظ تذکیر لفظ اہل البیت کے لئے عَلَیْکُمْ ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا ایسا ہی یہاں بھی ہے۔

دوسرا جواب:۔ یہ ہے کہ اہل بیت میں خود ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے۔ کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے برعایت ادب وتعظیم حضور (والا) تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب:۔ یہ ہے کہ کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر لایا کرتی ہے جیسا کہ شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ؎ فَاِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَاءَ سِوَاکُمْ ایسا ہی حضرت موسیٰ کے قصہ میں مذکور ہے قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا (موسیٰ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھہر جاؤ) سو یہاں بجائے اُمْکُثِیْ کے اُمْکُثُوْا ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ امید ہے کہ اس قدر جوابات سے معترض کو پوری تسلی ہو جائے گی

## دوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کساء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ فاطمہؓ حسنینؓ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ یعنی یہ آیت جس وقت نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چار بزرگوں کو ملا کر چادر کے نیچے کر لیا اور دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِیْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ط (اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں پس ان سے گناہ دور کر۔ اور (ان کو پاک کر جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) اگر اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ تھیں تو ان کو کیوں نہ بلا کر لیں دعا کی

(بقیہ ۲۶۹ کا) ابواب مقرر ہیں۔ ازواج مطہرات امہات المومنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ ان کو اہل بیت رسول سے خارج کرنا۔ قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین کو ہدایت نصیب فرمائیں (احقر مظہر حسین غفرلہ)

# جواب

سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آیت کا مصداق ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبت تھی جو کہ اہل بیت میں از جہت نسب و دلالت داخل تھے۔ اس لئے چاہا کہ یہ بھی اس انعام الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے ان کو یکجا کر کے دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ بھی میرے[۱] اہل میں داخل ہیں۔ ان کو بھی رجس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ چار ہی آیت کے مصداق ہوتے تو الٰہی حکم آجانے کے بعد پھر اس کے لئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو تحصیل حاصل تھا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض فوجی ملازمین کے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا ہے کہ جن فوجیوں نے جنگ یورپ میں خدمات کی ہیں ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اس قدر ماہوار وظیفہ ملا کرے گا۔ سو جن لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے۔ جب ان کو یہ انعام ملا تو بعض فوجی اصحاب نے سرکار کی خدمت میں عرضیاں دیں کہ حضور فلاں لڑکا میرا متبنیٰ ہے جو بیٹے کے قائم مقام ہے اس کو اس انعام سے حصہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ سرکار نے از راہ مہربانی ایسے لڑکوں کو بھی جو بطور متبنیٰ پیش کیے گئے۔ وظائف دے دیئے۔

---

[۱] یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کے ساتھ بھی فرمایا۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی نے یہ روایت درج کی ہے۔ عن ابی سعید الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح انت و بنوک غداً فان لی فیکم حاجۃ قال فجمعھم العباس فی بیت فاتاھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم کیف اصبحتم قالوا بخیر نحمد اللہ بابینا انت وامنا یا رسول اللہ قال تقاربوا تقاربوا فزحف بعضھم الی بعض قال فلما امکنوا اشتمل علیھم بملائتہ ثم قال صلی اللہ وسلم اللھم ھذا عباس عمی وھٰؤلاء اھل بیتی استرھم من النار کستری

(باقی ص ۲۷۲ پر)

سو ایسا ہی مَا نَحْنُ فِیْہِ میں خیال کرنا چاہیئے کہ جب اہل بیت النبی ازواج رسول کے متعلق تطہیر کا انعام نازل ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی، نواسوں داماد کو بھی یہ بتلا دیا کہ یہ لوگ بھی میرے اہلبیت میں داخل ہیں ان کو بھی یہ انعام عطا ہو اس کی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہ رضؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کی اَلَسْتُ مِنْ اَھْلِکُمْ (کیا میں اہل بیت میں داخل نہیں) آپ نے فرمایا اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ (تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے) یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیت سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے۔ چونکہ ام سلمہ رضؓ کے لئے دعا تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اس کو آپ نے اس دعا میں داخل نہ فرمایا۔

## بر تقدیر تسلیم

یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آیت تطہیر کے مصداق ازواج نہیں بلکہ چار اصحاب کسار ہیں تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؓ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے

---

بقیہ ۲۷۱ ایاھم بملاءتی ھذا فامنت اسکفۃ الباب وحوائط البیت امین امین ثلاثا دلائل النبوۃ ص۵۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن۔

ابو سعید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ کہا راوی نے (پس) اس پر حضرت عباس نے ان کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم تم نے صبح کس طرح کی۔ انہوں نے جواب دیا۔ خیریت سے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ پس وہ آپس میں مل کر بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں۔ جب وہ حضور کے اختیار میں آگئے۔ تو آپ نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا۔ اور فرمایا اے اللہ یہ عباس میرا چچا ہے۔ اور یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو آگ سے چھپا لے جس طرح میں نے ان کو چادر میں چھپایا ہے۔ پس اس پر دروازے کے سائبان اور گھر کی دیواروں نے تین دفعہ آمین آمین آمین کہا" لہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ اَنَا مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ (یعنی میں بھی اہل بیت سے ہوں) تو حضور نے فرمایا بلیٰ اِنْ شَاءَ اللہُ (ہاں انشاء اللہ) صواعق محرقہ (۱۰ تا ص۸۲)

کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تمہارے رجس (گناہ) دور کردے اگر پہلے ہی سے معصوم تھے تو رجس کا ازالہ بے معنیٰ ہوگا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْهَبَ الرِّجْسَ عَنْكُمْ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيرًا ط (خدا نے تم سے رجس کو دور کردیا ہے اور تمہیں کلی طور پر پاک کردیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

دوم:۔ اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیرؑ اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ

---

شیعہ صحیح مسلم میں زید بن ارقم والی روایت    اس کے جواب میں علماء    البقرہ ص۲۷۳، (از علامہ ابن حجر ہیثمی)

پیش کرتے ہیں جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فَقُلْنَا من اهلِ بَيْتِهٖ نِسَاءُهٗ قال لا ايم الله ان المرأة تكون مع الرجل العصرِ من الدهر ثم يطلقها فترجع الى ابيها وقومها اهل بيته اصله وعصبته والذين حرموا الصدقة بعده (ترجمہ) حضرت زید بن ارقم سے ہم نے پوچھا کہ آنحضرت کے اہل بیت کون ہیں کیا حضور کی ازواج اہلبیت ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا ایک حصہ شوہر کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے۔ پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ حضور کے اہل بیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کیے گئے۔ الخ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم از جہت نسب ولادت ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج فرما رہے ہیں نہ مطلقاً اور مناسب مقام یہی تھا کیونکہ حضرت زید یہاں ان اہلبیت کا محترم و مکرم ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ جن کو سلاطین بنو امیہ نے ان صدقات سے محروم کر دیا تھا۔ جو عہد نبوی اور عہد خلفاء اربعہ میں ان پر تقسیم ہوا کرتے تھے ورنہ حضرت زید سے صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ازواج رسول کا اہلبیت سے ہونے کا اعتراف صریحاً ثابت ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں فقم قال واهل بيتي فقال له حصين ومن اهل بيت يا زيد قال نساءه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة

باقی ص۲۷۴ پر

(لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کر دے اور اپنی نعمتوں کا تم پر اتمام کرے) دوسری جگہ ہے:۔
وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطَانِ (اور دور کر دے شر شیطان کو) سو یہ آیت اصحاب بدر (جن میں اصحاب ثلاثہ بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل ہونی چاہیئے۔ ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں جگہ ہیں۔ بلکہ اصحاب کی نسبت اتمام نعمت کا مضمون مزید براں ہے۔ اگر اصحاب بدر کی عصمت

---

قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرموا الصدقة قال نعم (صحیح مسلم کتاب الفضائل) (ترجمہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تم کو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں پس حصین نے زید سے پوچھا اے زید حضرت کے اہل بیت کون ہیں کیا آنحضرت کی ازواج آپ کے اہل بیت سے نہیں زید نے کہا حضور کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت دراصل وہ ہیں جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کیے گئے ہیں حصین نے کہا وہ کون ہیں؟ زید نے جواب دیا وہ آل علی اور آل عقیل اور آل جعفر اور آل عباس ہیں فرمایا کیا وہ سب صدقہ سے محروم کیے گئے زید نے فرمایا ہاں" معلوم ہوا کہ پہلی روایت میں از جہت نسب ازواج رسول کے لیے اہل بیت ہونے کی نفی کی گئی ہے لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہ رہا علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ دوسری روایت بوجہ نص قرآنی کے موافق ہونے کے راجح ہے اور باعتبار اسناد بھی اس سے قوی ہے کیونکہ پہلی روایت کے اسناد میں احسان بن ابراہیم آتا ہے جس کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال النسائی لیس بالقوی وقال ابن عدی حدث بافرادات کثیرة وهو من اهل الصدق الا انه یغلط۔ یعنی نسائی نے کہا کہ احسان بن ابراہیم قوی نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اس نے بہت سی مفردات روایت کی ہیں۔ اور وہ اہل صدق میں سے ہے لیکن غلطی کرتا ہے" لہٰذا پہلی روایت کے مقابلے میں دوسری روایت بہرحال قابل حجت ہوگی

حاشیہ ص ۲۷۲ گزشتہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود بھی اپنے غیر معصوم ہونے کا اعتراف کر لیا ہے چنانچہ چند... میں یہ حاکم اور علما کے حقوق بیان فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ فلا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا آمن ذالک من فعلی الا ان یکفی الله من نفسی ما هو املک به منی (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جزو اول ص ۲۴۰۔ مطبوعہ ایران ص ۳۴۴ فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۶۵) پس تم سچ بات کہنے یا عدل کے ساتھ مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں بذات خود خطا کرنے سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے فعل میں خطا سے محفوظ ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے لیے ایسا کام بنا دے جس سے وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے الخ حاشیہ صفحہ ۲۷۳ بقیہ سورہ مائدہ ع ۲ میں وضو و غسل کرنے اور

باقی صفحہ ۲۷۵ پر

باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی تو اصحاب کسار کی کیوں مانی جائے۔ بہرحال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

# شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ط آپ کہہ دیں آؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو۔ اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ اپنے وجودوں کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مباہلہ کریں کہ خدا کی لعنت جھوٹوں پر ہو۔

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کی رسول پاک کے دل میں کوئی قدرو منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؓ ہی آپ کی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

# جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں اور بس نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذات خود اور ان کی اولاد، ان کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے دعویدار اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحابؓ تھے جو کفار سے جہاد و قتال کرتے تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ اَنْفُسَنَا میں داخل تھے۔ انہوں نے ادھر سے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا۔ درجہ دوم میں ان کی اولاد

(بقیہ صفحہ ۲۷۴ کا) نسبت بھی اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی تنگی کریں۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم کو پاک کریں اور نعمت تم پر تمام کریں تاکہ تم شکر کرو۔ تو کیا اصل آیت میں لیطھرکم کے الفاظ سے ہر وضو اور غسل کرنے والے کی عصمت پر بھی استدلال کیا جائے گا۔؟ (از مقرر منظور حسین غفرلہ)

واحفاد ذکور واناث۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابوحارثہ، اسد، عاقب مع اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیعہ کا یہ کہنا کہ سوائے ان چار بزرگوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے۔ مضمون آیت سے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام مع علیؓ، فاطمہؓ، حسنینؓ کے نکلتے تو انفسنا، ابناءنا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے یعنی رسولؐ، علیؓ بذات خود نکلے۔ اولاد رسول سے فاطمہؓ حسنینؓ ساتھ ہوئے لیکن نساءنا کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نساء رسول نہیں بلکہ ابناء رسولؐ میں داخل تھیں۔ پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ تو رسول اور سردارانِ فوج اصحاب کبار سے ہو اور صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ، ان کے داماد علیؓ، آپ کی دختر فاطمہؓ اور حسینؓ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں۔ حضرت رسولؐ اور حضرت علیؓ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے لیکن فاطمہؓ و حسنینؓ جو جدال کے قابل نہ تھے اگر مقابلہ میں نکل کر چشم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی جب ان کے استیصال کے لئے عمر فاروقؓ اور ابوبکر صدیقؓ صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے۔

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؓ، فاطمہؓ اور حسنین کو ہی ساتھ لیا اور جب آیت سے حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوئی تو اس کے خلاف روایات خواہ کتب شیعہ کی ہوں یا اہل السنت کی، قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں اور کتب اہل سنت میں بھی دست اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

# ایک عجیب روایت

حیات القلوب ص۵۲ج۲ میں ہے "چوں ایں آیت نازل شد قرار کردند کہ روز دیگر مباہلہ کنند و نصاریٰ بجاہائے خود برگشتند۔ پس ابوحارثہ باصحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمد با فرزندان و اہلبیت خود می آید پس بترسید از مباہلہ او واگر باصحاب و اتباع

خود می آید از مباہلہ او پروا نکنید"۔

ترجمہ۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کے لیے مقرر ہوا اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس ہوئے تو ابوحارثہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ کل دیکھنا اگر محمد صلعم اپنے فرزندوں اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لیے نکلیں تو تمہیں ڈرنا چاہیے اور اگر اصحاب واتباع کے ساتھ نکلیں تو ذرا پرواہ نہ کرنا۔

اب جائے غور ہے کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؓ اور دیگر اہلبیت سے اس قدر خوش اخلاقی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ مباہلہ کے لیے ان کے نکلنے سے ان کی روح کانپتی تھی۔ ممکن ہے حضرت علیؓ کو تو انہوں نے دیکھا ہو اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا حکم لگا لیا ہو۔ لیکن حسنینؓ اور جناب سیدہ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ ان کے مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں ورنہ کفار کو دہشت جناب رسول پاکؐ اور ان کے اصحابؓ کی جو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق تھے، سے تھی اور ان کے کارنامہ سے آگاہ ہو چکے تھے انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصالحت پر مجبور ہو گئے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مہم نجران جناب امیرؓ کے طفیل ہی سر ہوئی تو یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمی کی آبادی ہو قبضہ میں آجانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ اضافہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ ہی کی جدوجہد اور جانفشانی و جاں سپاری کا نتیجہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اقطاع الارض میں نور اسلام پھیلا اور ظلمت کفر دور ہوئی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط

غرض شیعہ بیچارے اثبات مدعا، خلافت بلا فصل امیر کے لیے ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے ؎

ترسم کہ بکعبہ نہ رسی اے اعرابی ۔۔۔ کیں راہ کہ میروی بترکستان است

غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ پر نہیں۔ اور شیعہ

اپنے دعویٰ پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے بلکہ قرآن اور حدیث اس کے خلاف ہے اور واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضؓ کا حق تھی حسب منشار ایزدی مجلس شوریٰ مہاجرین وانصار کے اجماع سے عمل میں آئی۔ اس لیے تنقیح ۲ بھی بحق اہل سنت خلاف شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو تنقیحات اہم تھیں۔ اس لیے ان کی بحث طویل ہو گئی ہے۔ اب باقی دو امروں پر مختصر بحث کی جاتی ہے۔

# تنقیح سوم

## کیا حضرت علی خود طالب خلافت تھے؟

اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ جناب امیر رضؓ وفات نبوی صلعم کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے اور اس کے لیے جدوجہد کی اور حسب زعم شیعہ اس کوشش میں مہاجرین وانصار کے گھروں میں حسنین رضؓ کو ساتھ لیے در بدر پھرتے رہے یا یہ صرف جناب امیر رضؓ پر اتہام و بہتان ہے۔ ہم جناب ممدوح کے چند اقوال نہج البلاغۃ سے پیش کرتے ہیں۔
اول وہ خطبہ جو جناب امیر رضؓ نے عباس رضؓ اور ابو سفیان رضؓ کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

(۱) نہج البلاغۃ ص۲۶ و ص۲۷ مطبوعہ مصر میں ہے: اَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوْا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاۃِ وَاعْرِجُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَۃِ وَضَعُوْا عَنْ تِیْجَانِ الْمُفَاخَرَۃِ اَفْلَحَ مَنْ نَّھَضَ بِجَنَاحٍ اَوِ اسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ ھٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَّلُقْمَۃٌ یَّغَصُّ بِھَا اٰکِلُھَا وَمُجْتَنِی الثَّمَرَۃِ بِغَیْرِ وَقْتِ اِیْنَاعِھَا کَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِہٖ۔

ترجمہ: اے لوگو! فتنہ کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو اور مسلمانوں میں منافرۃ (مخالفت) پیدا کرنے کا طریق چھوڑ دو۔ اور فخر و غرور کے تاج اتار دو۔ کامیاب وہ ہے کہ وہ قوت بازو رکھتا ہو یا اطاعت کرکے آسائش حاصل کرے۔ یہ تلخ پانی ہے اور ایسا لقمہ کہ کھانے والے کا گلا پکڑتا ہے۔ جو شخص میوہ کو تیار ہونے سے پہلے توڑتا ہے

وہ ایسا ہے کہ گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے۔ اس خطبہ میں جناب امیرؓ اپنے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں۔

(۲) نہج البلاغت ص۲۱۶ میں ہے: وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ (میرا وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے) اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے اور آپ نے صاف فرما دیا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح دیتا ہوں۔

(۳) نہج البلاغۃ ص۵۱۹ و ص۳۴۷ مطبوعہ مصر میں ہے۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَّلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْھَا۔ (ترجمہ) خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی۔ البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا اور اس پر مجھے برانگیختہ کیا۔

اس کلام سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی۔ بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصب خلافت اختیار کرنا پڑا۔

اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیرؓ کے اقوال موجود ہیں۔ مگر چونکہ خطبات مسطورہ بالا سے ہمارا دعویٰ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے بخوف طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے۔ پھر جب اس قدر تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپ خلافت بلافصل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے۔ بلکہ قوم نے آپ کو اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تخت خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور آپ انکار نہ کر سکتے تھے تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافصل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے۔ بالکل روافض کی گھڑت ہے اور تنقیح سوم بھی ہمارے حق میں خلاف شیعہ ثابت ہے۔

# تنقیح چہارم

رہا یہ امر کہ آنجناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ۔ سو یہ امر مسلم فریقین ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی۔ ہاں اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بیعت بطیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحت درج ہے کہ ابو بکر رضؓ کی بیعت سے آپ پہلو تہی کرتے تھے لیکن ان کو گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر دربار صدیقی میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر کرم اللہ وجہ کی نسبت ذرہ بھی عقیدت ہے ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی جبرہ دستی کر کے ان سے بزور بیعت منوا سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ پر زبردستی کی گئی آپ کو طوق بگردن گھسیٹ کر لایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ کیونکہ آپ کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ کے اس رکیک عذر کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اس کو صبر نہیں کہتے کہ ایک شخص حق پر ہو اور اس کا حق زبردستی چھین لیا جائے اور ناحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوا لیں۔ اس کو یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے۔ کہ گلے میں رسی ڈال کر بازار میں گھسیٹا جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی خاتون جنت رضؓ کو کوڑوں سے پیٹا جائے۔ بطن مبارک پر لات مار کر اسقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پرلے درجہ کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا وکلا کوئی مسلمان ایسے دور از عقل ڈھکوسلوں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ جناب امیر رضؓ نے خلافت خلفاء ثلاثہ رضؓ کو صحیح تصور فرما کر بخوشی خود ان کی بیعت کی اور ان کے عہد خلافت میں اپنے مفید مشوروں سے خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے اور ان سے مل کر کام کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں

پڑھیں۔ غنائم سے حصہ برابر لیتے رہے۔

# بیعت کے متعلق شیعہ کے ۲ مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو بذلت و رسوائی باندھ کر کھینچ گھسیٹ کرلے گئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اور اسطرح بیعت بزور ادا ہوئی جیسا کہ جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۵۴ میں رسن بگردن گھسیٹ کرلے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے۔

" پس خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سوگند اگر بیعت نہ کروگے تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر حرکت دی اور دور پھینک دیا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر چند سعی کی مگر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑا یا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دست نجس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔"

غور طلب اور عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات جناب امیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھلاتے جاتے ہیں کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی کہ تلوار گر پڑی۔ لیکن آخرکار جناب موصوف کو ایسا مغلوب بنایا جاتا ہے کہ زور سے ان کا ہاتھ پکڑا یا گیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔

بہرحال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے ایک مصلحت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بخوشی قبول کرلی[۱]۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹ میں یوں درج ہے

---

[۱] شرح نہج البلاغت مصنفہ سلطان محمود طبسی جلد ۲ میں ہے (رُوِیَ اَنَّہٗ کَانَتْ وجوہ الناس الی علیٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمَّا مَاتَتْ فاطمہ رضی اللہ عنہا انصرفت وجوہ الناس عنہ و خرج من بیتہٖ فبایع ابابکر) (ترجمہ) روایت ہے کہ پہلے لوگوں کی توجہ امیر کی طرف تھی جب جناب سیدہ فوت ہوئیں تو لوگوں کی توجہ کم ہوگئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور بیعت ابو بکر رضی اللہ عنہ کر لی۔

عن زرارة عن ابی جعفر علیه السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابا بکر لم یمنع امیر المؤمنین علیه السلام من ان یدعو الی نفسه الا نظرا للناس و تخوفا علیهم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا الاوثان ولا یشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و کان عنده ان یقرهم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام و انما هلک الذین رکبوا فاما من لم یصنع ذالک و دخل فیما دخل فیه الناس علی غیر علم ولا عداوة لامیر المؤمنین علیه السلام فان ذالک لا یکفره ولا یخرجه من الاسلام فلذالک کتم علی علیه السلام امره و بایع مکرها حیث لم یجد اعوانا۔

ترجمہ:۔ زرارہ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب یہ بات کی کہ بیعت ابوبکرؓ کی کر لی تو امیرؑ کے لیے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا کہ اپنی طرف لوگوں کو بلاتے۔ سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں اور رسالت محمد صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ ان کو اس بیعت ابوبکرؓ پر ٹھہرا رہنے دیں۔ اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں اور بہر حال وہ لوگ ہلاک ہو گئے جو بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے۔ ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل نہ تھے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المومنین اس میں داخل ہو گئے، وہ کافر نہیں ہوئے نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا اور مجبور ہو گئے بیعت کر لی جب کہ اپنے مددگار نہ دیکھے!!

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے دیکھا کہ صحابہ رضؓ کلہم بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اور حالت ایسی

ابوبکرؓ سے منحرف ہو کر آپ اپنی بیعت منوانا چاہیں تو لوگ اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیں

نے اپنے استحقاق خلافت کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا

استحقاق نہیں جتایا اور مصلحتاً خود بھی بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو مار پیٹ کی، نہ کوئی ناگوار قصہ پیش آیا۔ آپ نے عین مآل اندیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا بلکہ بطیب خاطر خود بیعت کر لی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں رہتے اور بلاشبہ تنقیح چہارم بھی بحق اہل سنت والجماعت خلاف اہل تشیع ثابت ہو جاتی

# فیصلہ

جب ہر چہار امور تنقیح بحق اہل السنت والجماعت خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن وحدیث واحادیث ائمہ اہلبیت واقوال جناب امیرؓ سے ثابت ہو گئے ہیں۔ تو دعویٰ شیعہ باطل قرار دے کر ڈگری بحق اہل السنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے کہ امامت وخلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیرؓ کی خلافت بلافصل پر کوئی نص قرآن و حدیث میں ثابت نہیں ہے اور انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین وانصار اور اتفاق اہل حل وعقد سے عین منشاء ایزدی سے درست طور پر ہوا ہے۔ جناب امیرؓ ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزرات کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے اور انہوں نے برضا و رغبت ہر سہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق تھی۔ شیعہ کا یہ سب شور وشغب ان کی لاعلمی اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیرؓ اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آنحضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دینگے۔ اور استدلال عقلی ونقلی سے شیعہ کے ان ہذیانات کا قلع قمع کر دینگے۔ واللہ الموفق۔

# مطاعن شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل السنت والجماعت میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ اس سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں انکا اعتراضات کو دوہرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھ کر ان کے دندان شکن جواب لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ اہل السنت مناظرین کو ان کے خرافات کی جواب دہی میں سہولت ہو۔

# پہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبر رضؓ کی نسبت یہ ہے کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہؓ کی ماتحتی میں روانہ کیا اور سب کو نام بنام متعین کر دیا اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا کہ جَهِّزُوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تخلف کرے گا مورد لعنت ہوگا۔

# جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے تجہیز جیش اسامہؓ کا جو حکم فرمایا اس کی تعمیل صدیق اکبر رضؓ نے بوجہ احسن کی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرت نے حکم دیا کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہؓ کے انتقام کی مہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید رضؓ کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز (خمیس) کو باوجود بیماری کے آپ نے بدست خود نشان (علَم) کی درستی فرمائی اور اسامہؓ کو فرمایا۔ اُغْزُ بِسمِ اللہِ فِی سَبِیلِ اللہِ وَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللہِ (خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ اور

(سلہ حاشیہ برص۲۸۵)

کافروں سے جہاد شروع کردو)

اسامہ رضؓ حسب ارشاد نبوی علم ہاتھ میں لے کر باہر نکلے اور نشان بریدہ بن حصیب رضؓ اسلمی کے حوالہ کر دیا اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا۔ جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔ اصحاب کبار مہاجرین و انصار صدیق رضؓ فاروق رضؓ عثمان رضؓ علی رضؓ اور دیگر اکابر اصحاب نے بھی اور ہر تیاری کر کے اپنے خیمے مقام مذکور میں بھیج دیئے۔ اتنے میں حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہو گئی اور عشاق رسول بیقرار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضؓ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا (کتب طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے)۔ ۱۰ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسی قدر افاقہ ہوا اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لیے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہ رضؓ کو حضورؐ نے بغل گیر فرما کر دعا فرمائی۔ اسامہ رضؓ کوچ کے لیے تیار تھے کہ ام ایمن رضؓ مادر اسامہ رضؓ ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں کہ حضور کی حالت نازک ہو گئی ہے اسامہ رضؓ اور دیگر لشکریان یہ خبر وحشت اثر سن کر ششدر رہ گئے اور کمریں کھول دیں اور نشان در دولت نبوی ﷺ پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی اور منصب خلافت پر صدیق اکبر رضؓ جاگزیں ہوئے تو اسامہ رضؓ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا اور فوج جمع ہونے لگی۔ اسی اثنا میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے عرض کی کہ اس موقعہ پر لشکر اسامہ رضؓ کی روانگی مہم دوم پر ملتوی کر دی جائے۔ تاکہ مدینہ منورہ معرض خطر میں نہ رہے لیکن صدیق اکبر رضؓ نے نہ مانا اور کہا کہ جس لشکر کو آقائے نامدارؐ تیار فرما چکے ہیں میں اس کو بھی روک نہیں سکتا اور مہم کو ضرور روانہ کروں گا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکر اسامہ رضؓ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا اور حضرت عمر رضؓ کو حضرت اسامہ رضؓ سے اجازت لے کر ہمراہ خود لیا تاکہ ان کی تدبیر کار سے

---

حاشیہ صفحہ ۲۸۴: (لعن اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روافض کا الحاق ہے صرف محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں یہ جملہ لکھا ہے۔ شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل ثقہ نہیں بلکہ وہ شیعہ کی طرف مائل تھا۔ ایسے ... تحریر کو ... نہیں رکھتی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(باقی صفحہ ۲۸۶ پر)

فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کرسکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کرکے حدود شام کو مفتوح کیا اور مدینہ میں بافتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض صدیق اکبرؓ پر کرنا کہ آپ نے لشکر اسامہؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی درست نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ نے اس لشکر ظفر پیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کرکے روانہ کیا اور جہز و انہ کی تکمیل کا حق ادا کیا اور اگر روافض کا یہ اعتراض ہے کہ آپ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا خود ساتھ نہیں گئے ؟ تو ایسا اعتراض روافض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ یا بادشاہ کسی مہم کو کسی افسر کے ماتحت کرکے کسی جگہ روانہ کرتا ہے تو حقیقت میں قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے کیونکہ فوج بدوں سامان خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالات کے لشکر اسامہؓ کو بھیج کر زیدؓ بن حارثہ کا خواب انتقام لیا اور اسامہؓ مہم سر کرکے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسول پاک کے منشاء و حکم کو پورا کردیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہوسکتا ہے کہ آپ بھی لشکر اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے ؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں۔

---

حاشیہ صفحہ ۲۸۵) لہ کتب اہل سنت والجماعت میں تو اس کی تفصیل موجود ہے۔ کہ حضور صلعم کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے لیکن شیعہ حضرات اس خیال سے کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور استحقاق خلافت ثابت ہوتا ہے جہاں الفاظ میں اس بات کا اقرار نہیں کرسکتے لیکن چونکہ اصلیت چھپی نہیں رہتی اس لئے بعض منصف مزاج مصنفین کو اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے چنانچہ ذاکر حسین شیعی امامی اثناعشری لکھتے ہیں "ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلالؓ آنحضرتؐ کو اطلاع دیدیتا اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے۔ مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہوسکے اس موقع پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علیؓ کو بلا بھیجو بس علیؓ کو بلانے گئے۔ عائشہؓ نے کہا ابوبکرؓ کو بلاؤں تو کیا حرج ہے اور حفصہؓ نے کہا اگر عمرؓ کو بلاؤں تو کیا حرج ہے پس یہ سب آنحضرتؐ کے پاس آکر جمع ہوگئے۔ بس فرمایا۔ رسول اللہ صلعم نے کہ اب تم چلے جاؤ۔ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلاؤں گا۔ بس یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا۔ جواب ملا۔ البتہ فرمایا کہ ابوبکرؓ کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔" (تاریخ اسلام حصہ ۲ موفقہ ذاکر حسین ص۱۰ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۳۳۱ھ)

عاشقان ذات والا آپ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے تو مخالفین نابکار کا ہمیشہ کے لیے یہ اعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوس میں آ قائے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یاران خاص باہر سفر میں چل دیئے اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باز　　　عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بھی واضح رہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو خدمت امامت پر مامور کر دیا تھا تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسول ﷺ بار خلافت آپ کے سر پر ڈالا گیا تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی کہ خود امور خلافت کو سرانجام کریں آزمودہ کار فوج کو بماتحتی اسامہؓ پوری تیاری سے روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے اور فتح و ظفر کا سہرا صدیق اکبرؓ کے سر بندھا۔ حاسد نابکار کڑھا کریں ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

# دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورہ براءت کے احکام کی تبلیغ کے لیے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ بعد میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور پیغام دیا کہ اس کام کے لیے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورہ براءت انجام دیا تو جب آپ صرف ایک سورۃ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے، جس کے ذمہ تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے۔

# جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ بعد ازاں سورۂ

برارت کا نزول ہوا تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لیے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو روانہ فرمادیا اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لیے ابو بکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لیے، وہ کام آخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ امیر حج مقرر کرکے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سورۃ برارت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لیے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لیے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بجا تھی حضرت ابو بکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو اس کام کے لیے منتخب نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ برارت میں اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سالقہ معاہدات ختم ہو چکے اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے، اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عم زاد بھائی اور داماد تھے، دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لیے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے اگر حضور علیہ السلام جناب ابو بکرؓ میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداءً آپ ان کو اس کام کے لیے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لیے آپ صدیق اکبرؓ ہی کا انتخاب فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی جو کام جناب صدیق اکبرؓ کے سپرد کیا گیا وہ بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیے جو کہ احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے حضرت ابو بکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیے جو کہ احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لیے بھیجے گئے تھے اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تصفیہ و فصل خصومات کا کام صدیق اکبرؓ کے سپرد تھا۔ جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے سب

---

سلہ بیضاوی، مدارک، زاہدی، تفسیر نظام نیشاپوری، جذبات القلوب، شرح مشکوٰۃ ... اختیار کی گئی ہے ۱۲

کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا تھا۔ ایسے کام کے لیے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد اور بڑا ہی منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورۂ برأت کی چند آیات باواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہر الصوت اس کو پورا کر سکتا تھا اس لیے قیاس نہیں ہو سکتا کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی۔ وہ ایک سورۃ قرآن کی جابجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیق پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضہ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقع پر جناب امیر رضہ ہر ایک امر میں حضرت ابوبکر رضہ کی اقتدا کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیر رضہ بسواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکر رضہ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَاْمُوْرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر) آپ نے جواب میں فرمایا جِئْتُ مَاْمُوْرًا (میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں۔)

خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اصالتاً سورۂ برأت کا جابجا ہر خیمہ اور ڈیرہ میں جا کر سنانا متعذر تھا۔ اس لیے اس کام کے لیے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیر رضہ نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکر رضہ نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے

## تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایک دفعہ اسامہ رضہ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے تو ایسے معمولی اشخاص

کے تابع حکم نہ کر دیئے جاتے۔

# جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے، ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص یا اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیا۔

دوم:۔ یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہ کر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر کرنا منظور ہوتا ہے پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کے ماتحت کر دیا جاتا ہے مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص کو سول میں پہلے پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے ایسا ہی جو شخص صیغہ فوج میں ڈائرکٹ کمیشن حاصل کر کے جمعدار یا صوبیدار یا لیفٹننٹ گھر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پریڈ سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو اسی آئی سی یا فوجی سردار پر فوقیت حاصل ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت امامت و خلافت حاصل کر لی تھی اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگا دیا گیا تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو اور تابع رہ کر ان کو اپنے زمانہ اقتدار و متبوعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدر و منزلت ہو۔

سوم:۔ اسامہ رضی اللہ عنہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ روم و شام نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے باپ زید رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں بیدردی سے قتل کر دیا تھا۔ اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مقتول کا فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ خود اپنے باپ کا بدلہ لے کر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو ابن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھے اور اس وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو بڑے مکار اور حیلہ جو تھے اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جو اس فن و تدبیر امور میں مہارت رکھتا ہو۔

چہارم :۔ اگر اس خاص امارات سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے تو پھر جناب امیرؓ پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؓ کو چھوڑ کر اسامہؓ و عمروؓ بن العاص کو امیرؓ بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے جس کی کوئی وقعت نہیں ہے نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے۔ نہ افضلیت امیرؓ ثابت ہوتی ہے۔

# چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے کہا ہے : اِنَّ لِی شَیْطَانٌ یَعْتَرِیْنِی فَاِنِ اسْتَقَمْتُ فَاَعِیْنُوْنِی وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِی (میرے لئے بھی شیطان ہے جو وساوس ڈالتا ہے پس اگر میں راہ راست پر چل رہا ہوں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو) پھر ایسا شخص قابل امامت و خلافت کس طرح ہو سکتا ہے جو شیطانی وساوس سے بچ نہیں سکتا۔

# جواب

اول تو اہل سنت کی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ درست ہو۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاء کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے اور جن (شیطان) بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے پھر اگر حضرت ابو بکرؓ نے کمال کسر نفسی سے ایسا فرمایا ہو تو یہ آپ کی نیک نیتی اور بے نفسی کا ثبوت ہے۔

انبیاء باوجود عصمت کے ایسے کلمے فرمایا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا الایۃ (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطائیں معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا :۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (میں اپنے کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت

دلائل ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کر دے، حضرت علیؓ اپنے دیوان میں فرماتے رہے ؎

ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ　　اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَہَا

(ترجمہ) "میرے گناہ میری مصیبت ہیں، میرا کیا چارہ ہوگا جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا۔" (دیوان علیؓ)

حضرت زین العابدین فرماتے ہیں۔ قَدْ مَلَکَ الشَّیْطَانُ عِنَانِیْ فِیْ سُوْءِ الظَّنِّ وَضُعْفِ الْیَقِیْنِ وَاِنِّیْ اَشْکُوْ سُوْءَ الْمُجَاوَرَۃِ بِہٖ اِلَی طَاعَۃِ نَفْسِیْ (صحیفہ سجادیہ)

(ترجمہ) "شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے اور میں اس کے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔"

اگر انبیاء کے اقوال بالا اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے نبوت و امامت میں فرق نہیں آتا تو حضرت ابو بکرؓ نے بطور کسر نفسی یوں کہہ دیا تو کیا مضائقہ؟

# (پانچواں طعن (جنازہ رسولؐ)

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرت کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے تاکہ لوگ گمراہ ہوں کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

# جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آج کل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اللہ رے جہالت اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ہے

(۱) شیعوں کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی کے صـ ۲۸۶ میں لکھا ہے:-

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالْمُہَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا۔

ترجمہ:۔ امام باقر نے فرمایا۔ جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج نماز پڑھی۔" یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الف لام جب صیغہ جمع پر داخل ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اس لئے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین وانصار کا نماز جنازہ رسول پڑھنا ثابت ہے تو پھر شیعہ کی بکواس کہ شیخین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا کیا وقعت رکھتی ہے۔ تم سچے ہو یا حضرت امام سچے؟

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ مطبع حسینی رامپور کی مجلس اول ص۶۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِمَامًا حَیًّا وَمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ عَشَرَۃً عَشَرَۃً فَصَلُّوْا عَلَیْہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَۃَ الثُّلٰثَاءِ حَتّٰی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلٰثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ۔ (ترجمہ) حضرت امام باقرؓ نے فرمایا لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی اور منگل کے دن حتی کہ تمام چھوٹے بڑے مرد عورت نے مدینہ اور اردگرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی۔

اب شیعہ خود ہی انصاف کریں کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین وانصار چھوٹے بڑے مرد عورت، مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسول میں شامل تھے تو کیا مہاجرین وانصار اور صغیر و کبیر اور ذکر و انثیٰ کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں؟ اگر شیخین نے نماز نہیں پڑھی تو امام نے ان کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

## حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین وانصار تھے۔ نماز جنازہ رسول میں شامل تھے۔ لیکن ضد کی

شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اس لئے اب ہم وہ روایات لکھے دیتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص۱۸۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا اَنْ یَّدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَاَنْ یَؤُمَّہُمْ مِنْہُمْ رَجُلٌ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِمَامٌ حَیًّا وَّمَیِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَۃِ الَّتِیْ اُقْبَضُ فِیْہَا ثُمَّ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَۃً عَشَرَۃً یُصَلُّوْنَ ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ۔

ترجمہ: امام جعفرؒ نے فرمایا حضرت عباسؓ حضرت امیرؓ کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں دفن کریں اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص (ابوبکرؓ) امام ہو۔ پس امیرؓ لوگوں کے پاس آئے اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں جہاں میرا انتقال ہو۔ امیرؓ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی نماز پڑھتے اور پھر چلے جاتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ کو امام بنایا جائے لیکن جناب امیرؓ کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ابوبکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو، کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں ہے تو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ا ص۸۰ میں ہے: "جناب صادق سے روایت ہے کہ عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ حضرت کو بقیع میں دفن کریں اور ابوبکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدرستیکہ رسول خدا

پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات ہیں اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے۔"

اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائے گی کہ حضرت ابوبکرؓ حسب روایت امام صادقؒ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام ہوں (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے) پھر کس قدر بے شرمی ہے کہ ائمہ اہلبیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفہ تھے کہ رسول کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

# پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

روافض فضائل ابوبکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی شاہد ہیں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول ص۷۶ میں تصریح ہے کہ پیارے رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا وہ ابوبکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمراز یار غار ابوبکرؓ کو ہی بتلائیں۔ زہے نصیب ابوبکرؓ زہے قسمت ابوبکرؓ کتاب مذکور ص۷۷ میں یوں درج ہے۔

" ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ آئے اور کہا۔ یا حضرتؐ آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپؐ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماوی و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپؐ کو غسل کون دے گا؟ آپؐ نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کس چیز میں آپ کو کفن کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ انہی کپڑوں میں جو پہنے ہوں یا جامہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلہ آواز مردم بلند ہوا اور در و دیوار کانپنے لگے حضرت نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے گا۔"

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول پاک آخری دم تک جناب صدیق اکبر رض کو اپنا صادق انوداد اور محرم راز دوست سمجھتے تھے کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں کہ آخری وقت میں رسول پاک ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے۔ ؟ کہ نہ علی رض کو نہ دیگر اہلبیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے تابعدار یار غار رض کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جب ابو بکر رض آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدی پر اپنی جان نثار کیے ہوئے تھے پھر کیونکر ممکن تھا کہ نماز جنازہ رسول سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کما ینبغی قلع قمع ہو چکا اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

# چھٹا طعن (قضیۂ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے کہ ابو بکر صدیق رض نے فدک بنت رسول فاطمہ رض سے چھین لیا ان کو ناراض کیا اور رسول پاک نے خاتون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

# جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شدومد سے پیش کرتے ہیں اور طاعنین کے خیال میں بھی یہ ایک بڑا قلعہ ہے جس پر ان کے باقی مطاعن کی دارومدار ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعے کے پرخچے اڑائیں گے تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں کہ طاعنین کہاں تک راہ حق سے بہکے ہوئے باد ہوا باتیں کر رہے ہیں۔
اس لئے ہم پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ

میں آیا اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے اور رسول پاکؐ اور آپ کے صحابہ کرام اور اہلبیت علیہم الرضوان کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

# فدک کی تعریف

سو فدک جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے۔ جو خیبر کے نواح میں ہے اور جو یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرت فتح خیبر سے واپس ہوئے تو محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوشع بن نون نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضور کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضہ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اسے فے کہتے ہیں۔ اور فے کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی کل کائنات چند کھجوریں ہیں جن کے متعلق اس قدر دوہائی مچائی جاتی ہے کہ صحابہ نے خاتون جنت کی جائداد چھین لی۔ خاتون جنت نے مقدمہ بازی کی معتبر شہادت گزاری جو مسترد کی گئی اور دعویٰ خارج کیا گیا لیکن اس کی شیعہ کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے جو ایک لاکھ ۲۴ ہزار روپے کی مالیت کا ہے یعنی اس کی آمدنی اتنی ہے۔

# فدک کی حقیقت شیعی نقطۂ خیال سے

شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی ص۳۵۵ میں ایک طولانی حدیث لکھی ہے۔ جس میں حضرت ابوالحسن موسیٰ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ يَا اَبَا الْحَسَنِ حُدَّهَا لِيْ فَقَالَ حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِنْهَا سِيْفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا دُوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا كُلُّهُ فَقَالَ كَثِيْرٌ وَاَنْظُرُ فِيْهِ

ترجمہ:۔ مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتایئے۔ امام نے کہا۔ ایک کنارہ اس کا کوہ

احد[1] ہے، اور دوسرا عریش مصر۔ ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے کہا۔ کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا۔ ہاں۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ تو ایک ملک ہے اور میں اس بارہ میں غور کروں گا۔

شیعہ کی اس حد شماری سے جو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک آدھی دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ فدک لاکھوں کی جائداد تھی جو ابو بکرؓ نے دبائی۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ کیا رسول پاک دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا، وہ سب دختر نیک اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے کہ تمہارے رسول نے دعویٰ رسالت اسی لئے کیا تھا کہ ملک ملک اینٹھ کر بہو بیٹیوں کے حوالے کرتے جائیں۔ غور کرو اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاکؐ اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی کہ باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فاقے گزرتے تھے اور گیہوں کی روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوئی۔

تو آپ کی زرہ چند درہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ لاریب آپ کی صداقت کی بھی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دنیا کو ایک پرپشہ کی وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور آپ کے اہل بیت بھی اسی کے خوگر تھے کہ فاقے میں رہ کر یاد خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام کے ذمہ یہ ایک بہت بڑا افترا ہے کہ آپ نے ایک بڑا ملک جو بغیر فوج کشی ہاتھ لگا۔ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے سارے کا سارا اپنی بیٹی کو دیدیا

---

[1] فدک کے علاوہ حدود جو شیعوں کے امام معصوم موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی سے بیان کئے۔ حسب تشریح کتب شیعہ یوں ہیں ایک حد کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل مشرق کی جانب ہے دوسری حد عریش مصر ہے۔ جو شام سے مصر کے راستہ میں بحیرہ کے کنارہ عین سرحد مصر پر ہے (معجم البلدان ایاقوت) تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر عمان کے کنارہ پر ہوتا ہے۔ (صافی شرح کافی) چوتھی حد دومۃ الجندل ہے جو دمشق سے جنوب کی پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۱۵-۱۶ دن کی راہ ہے۔

اور اسی طرح لخت جگر رسول فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ دنیائے حقیر کی اس قدر دلدادہ تھیں کہ متاع الدنیا کے لئے کچہریوں میں مقدمات لڑتی پھریں۔ استغفر اللہ!

# فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلم اور یقینی ہے کہ فدک مال فے تھا جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا۔ اس کے متعلق ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورہ حشر میں ہے

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔

ترجمہ: جو زمین اور جائداد بطور فے اہل دیہات سے رسول کو ملی وہ خدا، رسول اور قرابتداران رسول اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں اور فقرا، مہاجرین اور ان سب مسلمانوں کے لیے (وقف) ہے جو آئندہ دنیا میں آئیں گے۔

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال فے دجو بدوں لڑائی ہاتھ آئے جب وہ غیر منقولہ ہو تو کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ وہ تمام مسلمان جو یتیم، مسکین یا مسافر ہوں اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے جلاوطن کیے گئے اور جو آئندہ پیدا ہونگے۔ یکساں ہیں پھر شیعہ کا یہ خیال بر خلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (مال فے) رسول پاک نے حضرت فاطمۃ الزہرا کی ملکیت میں دے دیا تھا، نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذمے اتہام لگاتا ہے کہ آپ نے حکم خداوندی کو پس پشت ڈال کر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں کہ فدک مال فے نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو اس

کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جن کا ذکر آیۂ مذکورہ میں بالصراحت ہے۔

# کیا فدک رسول پاک کی ذاتی جائیداد تھی ؟

فدک کا فاطمہ الزہراؓ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ فدک آپ کو بطور ہبہ ملا تھا اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسولؐ کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے اول تو یہ کہ آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آباؤ اجداد سے فدک ترکہ میں ملا اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدنی سے پیدا کیا۔ یہ مسلّم امر ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے۔ وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد اور ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضہ میں آتی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلیؒ نے اس کے متعلق حسب ذیل ریمارک کیا ہے جو ہر ایک ذی بصیرت کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ "یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات نہایت مختصر تھی اور جب کہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہوگئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے کیونکہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤدؑ زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی اور اس پران کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری

مملوکۂ حکومت مثلاً حضرت داؤد کے مقبوضہ مالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مذاق کے موافق ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خاں کے بعد ان کے مالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے بھائی، ماں، بہن وغیرہ میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلّم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علیؓ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے تو یہ نہیں ہوا کہ ان کی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا اور حسینؓ و عباسؓ و محمد حنیفہ و زینبؓ وغیرہ کو جو حضرت علیؓ کے وارث تھے، اس کا کچھ حصہ سہام کے پڑتہ سے ملتا۔ بلکہ حضرت امام حسنؓ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔" (الفاروق جلد ۲ ص ۱۷۱) پس جب فدک حضور علیہ السلام کے ذاتی املاک ہی سے نہ تھا تو اس کا ہبہ بحق خاتون جنتؓ کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

## ایک عجیب قصّہ

ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی ص ۵۵۵ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَکَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ یُوْجَفْ عَلَیْهِ بِخَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَلَمْ یَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ هُمْ فَرَاجَعَ فِیْ ذٰلِکَ جِبْرَائِیْلَ وَرَاجَعَ جِبْرَائِیْلُ رَبَّهٗ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ اَنِ ادْفَعْ فَدَکَ اِلٰی فَاطِمَةَ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهَا یَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَیْکِ فَدَکَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْکَ

ترجمہ:۔ "امام ابوالحسن رضؓ نے کہا۔ خدا نے رسولؐ پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کرئے۔ جن کے متعلق نوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَآتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّہٗ (دے رشتہ دار کو اس کا حق)، نازل کی تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذاالقربیٰ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیل سے استفسار کیا اور جبرائیل نے رب العزت سے استصواب کیا تو خدا نے وحی بھیجی (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہؓ کو دے دیجئے۔ تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دیدوں۔ فاطمہؓ نے کہا۔ میں نے خدا و رسولؐ سے یہ عطیہ قبول کیا۔"

قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاکؐ پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور حسب زعم شیعہ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ[1] سے آگاہ ہونے کے ذاالقربیٰ کے معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت آسان کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنیٰ صاحب الوحی سمجھ سکے، نہ حامل وحی ہی کی سمجھ میں آیا کہ اس کے متعلق بلا وجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا کہ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیل بارگاہ رب العزت میں دوڑے گئے اور وہاں سے آیت کا معنیٰ پوچھ کر پھر رسولؐ کو سمجھایا۔ کتنا آسان تھا کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَاٰتِ فَاطِمَۃَ فَدَکَ (فاطمہؓ کو فدک دے دیجئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہہ کر ناحق جگ ہنسائی کرتے ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ یہ آیت[2] مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں تھا۔ وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد قبضۂ اسلام میں آیا۔ پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی نہیں آئی تو اس کی بخشش کیسی؟ یا للعجب!

---

[1] مصنفؒ نے کتاب کے دوسرے مواقع میں غیر اللہ کے لئے علم ماکان ومایکون کے عقیدہ کا رد فرما دیا ہے۔ چنانچہ ص۱۲۴ میں صاف لکھا ہے یہ مسئلہ بھی مسلم ہے کہ علم ماکان ومایکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے [2] آیت ذاالقربیٰ حقہ۔ سورہ روم اور بنی اسرائیل میں ہے بالاتفاق دونوں سورتیں مکی ہیں ۱۲
(منظور حسین غفرلہٗ)

# دعوئے ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہرا نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہونے کا مقدمہ دربار صدیقی میں دائر کیا اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علی رض و ام ایمن) بھی پیش کئے لیکن ابوبکر رض نے شہادت رد کر دی اور دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ سو اول تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابوبکر رض کے عامل بالشرع اور بے رورعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ بحکم قرآن وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ (دو مرد گواہ رکھو۔ وہ مل نہ سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)۔

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا، نہ دو مرد نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لئے اگر ابوبکر صدیق رض اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسول ص کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں اس قدر آزادی تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی کہ یوں نہیں ہونا چاہیے اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سن کر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ ایوان عدالت میں شاہ وگدا، امیر و غریب شریف و رذیل سب ہم رتبہ سمجھے جاتے ہیں اور کسی بڑے کی پاس داری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ وَاسْتَشْهِدُوا کا حکم عام ہے جس سے کوئی مستثنےٰ نہیں ہو سکتا، اس لئے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شرع کی مہارت کے باوجود جناب امیر اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لے کر ایوان عدالت میں حاضر ہوں اگر ایسا ہو گیا ہو تو خلیفہ رسول کا اہم فرض تھا کہ بحکم خدائے جلیل اس نامکمل شہادت کی بنا پر خاتون جنت رض کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ ایسے فیصلہ سے جناب

امیر اور خاتون جنت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں حاکم شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیئے تھی کہ الٰہی فرمان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فصل خصومات کے لیئے زید بن ثابت رضؓ کو قاضی مقرر کیا تھا ایک دفعہ فاروق اعظم کسی تنازعہ کے لیئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا اور ابی نے دعویٰ زید رضؓ کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے۔ زید رضؓ نے خلیفہ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر ابی رضؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت عمر رضؓ سے قسم لینی چاہیئے۔ زید رضؓ نے فاروق اعظم کے رتبہ کا پاس کر کے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمر رضؓ اس طرفداری سے سخت رنجیدہ ہوئے زید رضؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔ (الفاروق جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ایسا ہی شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی اور اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا قاضی نے حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیر رضؓ نے امام حسن رضؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی۔ کیونکہ ایک حضرت امیر رضؓ کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لایحضر الفقیہ کتاب قضا میں مرقوم ہے کہ جناب امیر رضؓ قاضی مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضا سے معزول کیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعویٰ ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام باقی اقربا کو محروم کر کے اکیلے فاطمۃ الزہرا کو یہ جائداد دے سکتے تھے اور دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت نہ تھی۔

# دعویٰ وراثت

جب ہبہ کی طرف سے فیل ہوتے ہیں تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے ابو بکر رضؓ کے پاس دعوے کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیئے۔ سو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) اس لیے کہ وراثت بھی ان ہی اشیاء میں ہوتی ہے۔ جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب فدک حسب مسئلہ قرآن مال فیٔ (وقف) تھا اور عامہ مسلمین کا حق تھا تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لیے کہ دیگر ورثا کو محروم کر کے اکیلے فاطمہ رضؓ کو فدک بطور وراثت لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی ۹ بیویاں اور حضرت عباس رضؓ (چچا) بھی موجود تھے۔ پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنت کو مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ وراثت جاری ہو سکتا تھا اور انبیاء کے ترکہ میں توریث جائز ہوتی تو حضرت ابوبکر رضؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس سے آپ کی دختر حضرت عائشہ رضؓ بھی بہرہ یاب ہوتیں اور حضرت عباس رضؓ بھی جو حضرت ابوبکر رضؓ کے ہمیشہ مؤید رہے ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔

(۳) اس لیے کہ آنحضرت کی صحیح حدیث موجود ہے۔ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ (ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔

# سوال شیعہ

آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ط عام ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

حالانکہ کوئی استثنیٰ نہیں اور حدیث صحیح بھی ہو تو آیت کی ناسخ

نہیں ہو سکتی۔

## جواب

کئی آیات ہیں جو بظاہر عام ہوتی ہیں لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے آیت فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے زائد نہیں۔ رسول پاک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثنا کے نہ ہونے کے رسول مستثنیٰ ہیں اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے۔

## سوال شیعہ

حدیث لَا نُوۡرِثُ الخ حضرت ابو بکرؓ نے خود ہی وضع کر لی ہے۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔؟

## جواب

شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے۔ یہی حدیث شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں میں بروایت ائمہ اہلبیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہلبیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی ص۱۷ میں ہے۔ عَنۡ اَبِیۡ عَبۡدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الۡعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ ذَالِكَ[1] اِنَّ الۡاَنۡبِیَآءَ لَمۡ یُوَرِّثُوۡا دِرۡهَمًا وَّلَا دِیۡنَارًا اِنَّمَا اَوۡرَثُوۡا اَحَادِیۡثَ مِنۡ اَحَادِیۡثِهِمۡ فَمَنۡ اَخَذَ بِشَیۡءٍ مِّنۡهَا فَقَدۡ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ۔ (ترجمہ) ابی عبداللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و

---

[1] دوسری حدیث مندرجہ ص۵ وَرِثُوا الۡعِلۡمَ ہے ۱۲۔

سلیمانؑ کا وارث حضرت رسول پاکؐ قرار دیئے گئے۔ کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا کوئی (دفینہ) باقی رہ گیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے ترکہ نبوت کے صحیح معنوں میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔

دوسری آیت: وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ (اے خدا) مجھے ایسا ولیعہد عطا فرما جو میرے بعد میری اور آل یعقوب کی میراث سنبھالے) اس آیت سے تو شیعہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت زکریا نے جو فرزند صالح کی تمنا کی تھی۔ وہ اس لیئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے اور آپ کو کھٹکا تھا کہ اس کو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں، کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اس کے نصیب ہو۔ کیونکہ انبیاء کو مال و دولت دنیا سے کام ہی کیا۔ اگر ہو بھی اور وارثوں کو ملنا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر آثار موت دکھلائی دیتے، ادھر مال راہ خدا میں خرچ کر دیا جاتا اور انبیاء کے دل بخل و حسد سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ دنیا داروں کی طرح ان کو اپنے جدیوں سے یہ ضد کیونکر ہو کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپ کی دعا یہی تھی کہ قوم میں آپ کو کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا جو ان کے بعد نبوت یا خلافت پا کر اصلاح خلق کر سکے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولیعہد عطا ہو۔ جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے اور اصلاح خلق اللہ کر سکے

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یرثنی کا مضمون صحیح بھی ہو۔ تو یرث من آل یعقوب کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت زکریا کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو کیا اب تک آل یعقوب کا مال غیر منقسم پڑا تھا کہ وہ سب مال حضرت یحییٰ بن زکریا کو ملتا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو جو اس ورثہ نبوت کا منصب سنبھال سکے جو آل یعقوب کا ورثہ تھا۔ یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہو گا۔ غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہو نا کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے

یہ آیت شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعویٰ کی سخت ترین تردید کرتی ہے

تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ فدک مملوکہ خاص آنحضرت کا نہ تھا، نہ آپ نے فاطمہ رضؓ کو بطور ہبہ دیا نہ بطور وراثت آپ کو مل سکتا تھا۔ یہ مال فی تھا۔ مساکین و یتامیٰ و غرباء و فقراء کا حق تھا حضرت ابوبکر رضؓ نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسالت مآب نے کیا تھا۔ باقی صحابہ رضؓ نے بھی ایسا ہی کیا

# حضرت علی رضؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد میں بھی فدک ورثاء فاطمہ رضؓ میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ دستور سابق عامۃ المسلمین کے لئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ بدستور رہنے دیا۔ اس کے متعلق ہم فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۲۹، ۳۰ سے ایک خطبہ جناب امیر رضؓ کا درج کر دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اپنے وقت میں فدک ہی ورثاء فاطمہ رضؓ کو نہ دیا بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنی چاہیئے تھیں نہ کیں بلکہ حلت متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ پانچ تکبیر جنازہ نہ پڑھا سکے۔ نہ نماز تراویح کو ہی موقوف کرا سکے

ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ وَشِيْعَتِهٖ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِیْ اَعْمَالًا خَالَفُوْا فِيْهَا مُتَعَمِّدِيْنَ بِخِلَافِهٖ نَاقِضِيْنَ بِعَهْدِهٖ مُغَيِّرِيْنَ لِسُنَّتِهٖ وَلَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰى تَرْكِهَا وَحَوَّلْتُهَا اِلٰى مَوَاضِعِهَا وَاِلٰى مَا كَانَتْ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَتَفَرَّقَ عَنِّیْ جُنْدِیْ حَتّٰى اَبْقٰى وَحْدِیْ اَوْ قَلِيْلٌ مِّنْ شِيْعَتِیَ الَّذِيْنَ عَرَفُوْا فَضْلِیْ وَفَرْضَ اِمَامَتِیْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ ذِكْرُهٗ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَمَرْتُ بِمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَدَدْتُهٗ اِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِیْ وَضَعَهٗ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرَدَدْتُ فَدَكَ اِلٰى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَدَدْتُ صَاعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا كَانَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَمَرْتُ بِاِحْلَالِ الْمُتْعَتَيْنِ وَاَمَرْتُ بِالتَّكْبِيْرِ عَلٰى

الجنائز خمسة تکبیرات الی ان قال اذاً تفرقوا عنی واللہ لقد امرت الناس الا یجتمعوا فی شھر رمضان الا فی فریضة واعلمتھم ان اجتماعھم فی النوافل بدعة فنادی بعض اھل عسکری ممن یقاتل معی یا اھل الاسلام غیرت سنة عمر ینھانا فی شھر رمضان تطوعا

(ترجمہ) "جناب امیرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے جب کہ آپ کے گرد آپ کے اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسول خداؐ کی مخالفت کی گئی ہے اور دانستہ خلاف کیا ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسولؐ کی سنت تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کے لئے کہہ کر اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں جیسا کہ رسولؐ کے وقت میں تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسولؐ سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں مقام ابراہیم اس طرح کر دیا جائے جیسا کہ آنحضرتؐ کے وقت میں تھا اور باغ فدک ورثا فاطمہؓ کو واپس دلا دوں اور رصاع کو ایسا ہی کر دوں جیسا کہ رسولؐ کے وقت تھا اور لوگوں کو متعہ کا حق دیدوں اور پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نوافل (تراویح) کے لئے مجتمع ہونا بدعت ہے تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ مل کر لڑائی کر رہے ہیں منادی کر دی۔ کہا اے مسلمانو! حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز نفل تراویح پڑھنے سے منع کرتا ہے)

اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ تو فدک ورثا فاطمہؓ کو واپس دلا سکے، نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے، نہ بدعت کو ہی موقوف کر سکے تو اب سوال یہ ہے کہ امیرؓ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں ہوتی رہیں احکام جور و جفا جو نافذ کر گئے بدستور جاری رہے۔ یہاں تک بے بس تھے کہ باغ فدک وغیرہ بھی

حسنین رض کو نہ دلا سکے۔ متعہ جیسے فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی نہ ہو سکی۔ نماز تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے۔ پھر آپ کی خلافت سے آپ کے شیعہ کو فائدہ ہی کیا پہنچا؟ یہ بھی تعجب ہے کہ خلفا ثلاثہ رض کی زندگی میں تو درہ عمر رض یا تیغ صدیقی رض کا لوگوں کو خوف تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا کہ ان کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیر رض کے خطبات بلیغہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نہ ذوالفقار حیدری کی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کیا صداقت کفی جو دلوں کو فتح کر چکی تھی اور وہ نقش کالحجر کسی تدبیر سے بھی قلوب مومنین سے نہ مٹ سکا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رض نے اپنے عہد خلافت میں باغ فدک کے متعلق فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس میں دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورثا فاطمہ رض اس سے بہرہ یاب ہوئے اور ظاہر ہے کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں کہ لوگوں کے افتراق کا خوف تھا یا مصلحت وقت کا اقتضاء تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فدک کے متعلق جناب امیر رض کو خوب معلوم تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیث رسول ﷺ تھا۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا تو جب جناب امیر رض نے اپنے طرز عمل سے فیصلہ صدیق رض کی تصدیق کر دی تو اب شیعہ کا کیا حق ہے کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

اس کے جواب میں شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رض نے اپنے وقت میں فدک اس لئے واپس نہ دلایا کہ مغصوبہ چیز کا واپس لینا شان امامت کے خلاف تھا۔

جواب الجواب۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے اگر مغصوبہ چیز کا لینا درست نہ تھا تو خلافت مغصوبہ کیوں واپس لی گئی۔ جناب امیر رض نے اپنے فائدے کی چیز (خلافت) تو لے لی لیکن ورثاء فاطمہ رض کی حق تلفی روا رکھی گئی۔ لیکن شیعہ کے خلاف یہ ناطق فیصلہ اور قطعی دلیل ہے کہ فدک خاتون جنت کا ہرگز حق نہ تھا ورنہ جناب امیر رض اپنے زمانہ اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کرکے حسنین رض و دیگر ورثا خاتون جنت رض کو ضرور دے دیتے۔ جب آپ نے اور نہ امام حسن رض نے فدک واپس لیا تو ظاہر ہے کہ فیصلہ

خلفاء ماسبق کو ناطق سمجھ کر اس کی مخالفت نہ کی ۔

مدعی لاکھ پر بھاری ہے شہادت تیری ۔ جناب امیرؓ اور حضرت امام حسنؓ کے اس طرز عمل نے شیعہ کی چون وچرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً وکرہاً یہ کہہ لینا چاہیے کہ ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

## غضب فاطمہؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں فدک کے متعلق دعوے کیا۔ ابوبکرؓ نے نہ دیا تو فاطمہؓ غضبناک ہو گئیں۔ غضبِ فاطمہ غضبِ خدا و رسولؐ ہے اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کا غضب ہوا قابل خلافت نہ تھے۔

## جواب

اول :۔ صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے اور یہ قصہ درایتاً ناقابل تسلیم ہے۔ اول اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ سے جن کا لقب ہی بتول (تارک الدنیا) تھا یہ توقع نہیں کہ وہ چند کھجوروں کے لئے مقدمہ بازی شروع کر کے کچہری میں نامحرموں کے پاس جاکر اصالتاً حاضر ہو کر مخاصمہ کریں اور باغ نہ ملنے پر یہاں تک غضبناک ہو جائیں کہ خلیفہ وقت سے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ جو راوی اس قصہ کی ہیں ان کو عدالت میں جانے اور مقدمہ سننے کی کب اجازت تھی کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔

دوم :۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں لفظ وَجَدَتْ[1] ہے جس کے معنی نَدِمَتْ (پشیمان ہوئیں) کے ہیں یعنی صدیق اکبرؓ سے آپ نے معقول جواب سن لیا تو اپنے دعویٰ کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی۔ جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا

---

[1] وَجَدَ بمعنی حزن بھی آتا ہے۔ ملاحظہ ہو قاموس وغیرہ ۱۲

ہو ئیں۔ سوم:۔ اگر بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہؓ اس بات پر خفا ہو گئیں تو یہ اقتضائے بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے

اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا یعنی جس نے دانستہ آپ کو غضب ناک کیا۔ یہاں اغضاب نہیں ہے۔ کیونکہ ابو بکرؓ نے یہ معاملہ آپ کو غضب ناک کرنے کے لیے نہیں بلکہ نیک نیتی سے بہ تعمیل حکم خداوندی و رسولؐ تھا۔ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات خواص اہل اللہ کو بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر رنجیدگی لاحق ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی برا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے۔ حضرت موسیٰؑ ایک اولوالعزم رسول تھے۔ جب کوہ طور سے چلہ پورا کر کے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضب ناک ہوئے کہ الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا اور اپنے بھائی ہارونؑ (نبی) کو سر اور داڑھی سے پکڑ کر کھینچا۔ جس پر ہارونؑ نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں۔ (یہ قصہ قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہے۔ بخوف طوالت آیات نہیں لکھی گئیں) جب ایک رسول کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضب ناک ہو کر دست بگریباں ہونا طرفین میں سے کسی کے خطاکار ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا تو حضرت فاطمہؓ اگر غصہ کریں تو آپ کا یا جناب صدیق اکبرؓ کا اس سے مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔؟

چہارم:۔ شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جناب خاتون جنت حضرت علیؓ پر غضب ناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالت مآبؐ کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسول خداؐ بھی اس واقعہ سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِي۔ تو جب حضرت فاطمہؓ کے غضب ناک ہونے سے حضرت علیؓ پر کوئی اعتراض نہیں آتا اور نہ وہ وعید کے ماتحت آ سکتے ہیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہم جلاء العیون مؤلفہ باقر مجلسی سے ذیل میں ایسے ایک دو واقعات درج کرتے ہیں۔

# حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۳۷ میں ہے۔ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ اور مناقب خوارزمی بسند ہائے معتبر ابوذرؓ و ابن عباس سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ میں تھے۔ ان کے لیے کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی کہ اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کنیز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا اور وہ کنیز جناب امیرؓ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور پوچھا، آیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا بخدا سوگند میں نے اس کے ساتھ کوئی امر نہیں کیا۔ اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجالاؤں۔ جناب سیدہؓ نے کہا۔ مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیرؓ نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؓ نے سر پر چادر اوڑھی اور اس پر برقعہ ڈال کر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں اور

قبل اس کے کہ جناب فاطمہؓ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبرائیلؑ جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا۔ حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ جناب فاطمہؓ تمہارے علیؓ بن ابی طالب کی شکایت کرنے آتی ہیں۔ تم حق علیؓ میں کوئی چیز فاطمہؓ سے قبول نہ کرنا۔ جناب فاطمہؓ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ علیؓ کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں۔ پس جناب فاطمہؓ جناب امیرؓ کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی زود رنج تھیں کہ کنیز کو جناب کے پاس دیکھ کر خفا ہو گئیں۔ جناب امیرؓ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ حتیٰ کہ جبرئیلؑ کو جناب رسولؐ کے فرمانے پر واپس بجانہ ہوئیں۔

# دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہ رض

جلاء العیون اردو صـ ٦٢-٦٣ میں ہے "امام صادق سے روایت ہے کہ ایک شقی جناب سیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شقی سے کہا کہ تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں، سچ ہے۔ جناب فاطمہ رض کو بہت غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس عورت کے واسطے جو باوجود غیرت صبر کرے ایک ثواب مقرر کیا ہے۔ مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کے واسطے نگہبانی کرے پس جناب فاطمہ رض کو سخت صدمہ ہوا اور متفکر رہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوئی۔ جب رات ہوئی تو امام حسین رض کو کندھے پر بٹھایا اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ گھر تشریف لے گئیں۔ جب جناب امیر رض گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غم ہوا اور سخت دشوار ہوا مگر تشریف لے جانے کا سبب نہ معلوم ہوا بزرگوار کے گھر سے بلائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جاکر بہت نمازیں ادا کیں۔ اور تو وہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا جب جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ رض کو محزون پایا۔ غسل کیا اور لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے کہ خداوندا فاطمہ کے حزن کو دور فرما۔ اس لئے کہ جب گھر سے باہر آتے تھے۔ جناب فاطمہ رض کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں بدلتیں اور نالہ ہائے بلند کھینچتی تھیں۔ جب حضرت رسول ص نے دیکھا کہ فاطمہ رض کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے فرمایا۔ اے دختر گرامی اے فاطمہ رض اٹھو۔ جب فاطمہ رض اٹھیں اور جناب رسول ص نے امام حسن رض کو اور جناب فاطمہ رض نے امام حسین رض کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیر رض پہنچے۔ اس وقت جناب امیر رض آرام فرما رہے تھے۔ پس حضرت رسول ص خدا نے اپنا پاؤں جناب امیر رض کے پاؤں پر رکھ کر اور ہلا کر فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔ بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ

اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو بلالاؤ۔ پس جناب امیرؓ گئے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو بلا لائے۔ جب یہ دیگ رسول خدا حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد کیا یا علیؓ مگر تم نہیں جانتے کہ فاطمہؓ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہؓ سے ہوں۔ جس نے اسے آزار دیا اس نے مجھے آزار دیا اور جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا شل اس کے ہے کہ میری حیات میں آزار دیا اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا۔ ایسا ہے جیسے کہ میری وفات کے بعد آزار دیا جناب امیرؓ نے فرما دیا۔ یا رسول اللہ اسی طرح ہے۔ پس جناب رسول خدا نے فرمایا تم کو کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا۔ امیرؓ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپ کو براستی بھیجا ہے قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہؓ سے کسی نے کہا ہے فی الواقعہ صحیح نہیں ہے اور میرے دل میں کبھی وہ امور نہیں گزرے۔ جناب رسولؐ نے کہا تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ پس جناب فاطمہؓ شاد و خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ کسی کے حلفیہ کہہ دینے سے کہ جناب امیرؓ دختر ابو جہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، غضب ناک ہو گئیں اور یہاں تک بےصبری فرمائی کہ جناب امیرؓ سے اس امر کا تفحص بھی نہ کیا اور بدوں اجازت بعدم موجودگی جناب امیرؓ بال بچوں سمیت میکے چلی گئیں اور آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی۔ کروٹیں بدلتی بیقراری اور بے چینی طاری تھی۔ جناب رسول خدا سخت بے آرام ہوئے اور فاطمہؓ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے یاران غم خوار صدیقؓ و فاروقؓ کو بلا کر جناب امیر کو ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؓ پر کوئی طعن نہیں آیا اور ناراضگی فاطمہؓ سے کوئی خراب نتیجہ نکلتا ہے تو حضرت فاطمہؓ کی حقتلفی کے متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابو بکرؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے کیوں اس قدر شور و غل بپا کیا جاتا ہے۔

## جناب سیدہ کی نازک مزاجی

چونکہ جناب سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں۔ اس لئے معمولی باتوں

سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ شیعہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں اس سے آپ کی تنگ نظری، غیر مآل اندیشی اور خفیف الحرکتی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت شیعوں کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

## روایات شیعہ

شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر بوجہ اس کے نقلِ کفر کفر نباشد۔ ناظرین کی توجہ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جلاء العیون اردو جلد ا صفحہ ۱۳۰ میں ہے "پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ ہوا۔ جناب فاطمہؓ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا، میرا آپ کو اختیار ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہے اور بندہائے استخوان گندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں ہیں آنکھیں بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں"

کیا ایک شریف شرم مجسم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بجائے کنوار گی اپنے سرورِ عالم کے سامنے ایسی کلام کریں کہ ابا جان مجھے عذر تو نہیں لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں کہ وہ بڑے پیٹو ہیں۔ ہڈیوں کے جان جوڑ ناموزوں ہیں اور سر سے گنجے ہیں یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے "کتاب کشف الغمہ میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہؓ نے رسول خدا سے جناب امیرؓ کی شکایت کی کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ ایسی طامع و حریص تھیں کہ جناب امیرؓ کا خدا کی راہ میں صدقہ خیرات کرنا بھی ان کو ناپسند تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کے متعلق ایسی نا ملائم حرکات کی نسبت کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو ایک معمولی دنیا دار کی بہو بیٹیوں کے لئے بھی باعث ننگ و شرم ہے تو یہ لوگ بات کا بتنگڑ بنا کر فدک کی چند کھجوروں کے لئے جناب سیدہ کو کچہریوں میں پھرانے، کبھی

حضرت عمرؓ سے دست گریباں ہونے کبھی حضرت ابو بکرؓ پر خشمناک ہونے کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فدک حضرت فاطمہؓ کو دے کر سند بھی تحریر کر دی تھی جیسا کہ جلاء العیون اردو ص۱۵۱ میں ہے۔

بروائت دیگر ابو بکرؓ نے نامہ لکھا اور جناب فاطمہؓ کو دیا۔ عمرؓ نے راستہ میں دست مبارک جناب فاطمہؓ سے نامہ لے کر نامہ پر تھوکا اور نامہ پھاڑ دیا۔ اسی طرح اصول کافی ص۳۵۵ میں بھی روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کا فیصلہ لکھ دیا۔ علاوہ ازیں شیعوں کے شیخ ابن مطہر حلّی نے بھی اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ لَمَّا وَعَظَتْ فَاطِمَةُ اَبَابَكْرٍ فِیْ فَدَكَ كَتَبَ لَهَا كِتَابًا وَرَدَّهَا عَلَيْهَا (منھج الکرامۃ) ترجمہ:۔ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو فدک کے مقدمہ میں وعظ نصیحت کی تو انہوں نے فدک کو ان کے نام لکھ کر فدک کو ان کے حوالے کر دیا۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک دے کر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جناب صدیقؓ کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب احسان فراموش ہو۔ خدا تمہیں ہدایت کرے۔

جناب سیدہؓ کی رضامندی حضرت ابو بکرؓ سے شیعہ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا اور آپ نے فیصلہ حضرت ابو بکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے تو اب ناحق والے کیوں شور مچاتے ہیں۔

روایت یوں ہے:۔ اِنَّ اَبَابَكْرٍ لَمَّا رَأَى اَنَّ فَاطِمَةَ انْقَبَضَتْ عَنْهُ وَهَجَرَتْهُ وَلَمْ تَتَكَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْ اَمْرِ فَدَكَ كَبُرَ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ فَاَرَادَ اِسْتِرْضَاءَهَا فَاَتَاهَا فَقَالَ لَهَا صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْمَا ادَّعَيْتِ وَلٰكِنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقْسِمُهَا فَيُعْطِی الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ بَعْدَ اَنْ يُعْطِیَ مِنْهَا قُوْتَكُمْ وَالصَّانِعِيْنَ فَقَالَتْ اِفْعَلْ فِيْهَا كَمَا كَانَ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ فِيْهَا قَالَ اُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی اَنْ اَفْعَلَ فِيْهَا مَا كَانَ يَفْعَلُ اَبُوْكِ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَتَفْعَلَنَّ فَقَالَ وَاللّٰهِ

لَا نَفْعَلُ فَقَالَتْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ فَرَضِیَتْ بِذَالِکَ وَاَخَذَتِ الْعَھْدَ عَلَیْہِ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ یُعْطِیْھِمْ مِنْھَا قُوْتَھُمْ فَیُعْطِی الْفُقَرَاءَ وَالْمَسٰکِیْنَ۔

ترجمہ: ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے اور کہا آپ نے بے شک سچ کہا ہے۔ اے بنت رسولؐ۔ لیکن میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا کرتے تھے۔ جب پہلے تم اہل بیت کو خرچ دیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے۔ جناب فاطمہؓ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میرے والد ماجد رسول خدا کیا کرتے تھے تو ابو بکرؓ نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کرونگا جیسے رسول خدا کیا کرتے تھے جناب سیدہ نے فرمایا۔ بخدا تم ایسا کروگے۔ ابو بکرؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا۔ خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدہؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں اور عہد لے لیا۔

ابو بکرؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے اور بعد میں غرباء و مساکین کو دیتے تھے۔

## جنازہ فاطمۃ الزہراءؓ

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا جنازہ حضرت ابو بکرؓ نے نہیں پڑھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضامندی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی۔ میں کہتا ہوں یہ محض غلط ہے جب کتب طرفین سے رضامندی کا ہو جانا ثابت ہے تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ بخاری کی حدیث سے شیعہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاتون جنت کی وفات کی حضرت ابو بکرؓ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ جب کسی کے گھر میت ہو جاتی ہے تو گھر والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس کی اطلاع دیتے رہتے ہیں بلکہ ایسے واقعہ سے شہر کا ہر باشندہ واقف ہو جاتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ بنت رسولؐ والدہ حسنینؓ کی وفات ہو اور خلیفۃ المسلمین اس سے بے خبر رہیں بالخصوص جیسا کہ کتب میں ہے حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا۔

اسماء بنت عمیس رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ کی زوجہ تھیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ بیوی میت کو غسل دے رہی ہو اور شوہر کو وفات ہی کی خبر نہ ہو۔ یہ سب باتیں یار لوگوں کی افترا ہیں۔

یہ تو درست ہے کہ جناب سیدہ نے حضرت علی رضؓ سے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کا جنازہ رات کو اٹھایا جائے تاکہ ستر میں فرق نہ آئے اور اسی وصیت کی بنا پر جنازہ رات کو اٹھایا گیا اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے ہی جنازہ پڑھایا جیسا کہ طبقات ابن سعد جزو ہشتم ص۱۹ میں ہے۔ : اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ رَبِيعٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ صَلَّى عَلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ابْنُ اَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ صَلَّى اَبُوْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا۔

ترجمہ: یعنی فاطمہ رضؓ بنت رسول ؐ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے۔ ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول ؐ کا قبضہ فدک پر متولیانہ تھا۔ آپ صرف امین تھے اور بطور خازن فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہل بیت کو سالانہ قوت دے کر باقی غربا و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے دائرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھا ہے[1] ذیل میں چند کلمات اس رسالے سے درج کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ وَ نَحْوَ هٰذَا۔

# معقولی بحث

اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں کہ کیا رسول ؐ خدا

---

[1] باغ فدک کے متعلق حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ نے ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت قاسم العلوم کے قلم معجز رقم سے عجیب و غریب معارف و حقائق ظاہر ہوئے۔ اہل علم و بصیرت حضرات کے لئے بہت مفید ہے (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

نے فدک سچ مچ حضرت زہرا رض کو ہبہ کر دیا تھا لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی (بقول شیعہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے۔ پیغمبر ص خدا نے حضرت فاطمہ رض کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان تو روٹی کے محتاج رہیں۔ گھروں سے مستغنی ہو کر اصحاب صفہ کا لقب پائیں۔ کفار کے حملوں سے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے بلکہ خود رسول ص کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نان شبینہ کے لیے توکل پر سہارا ہو امہات المومنین مسکینی میں بسر کر رہی ہوں۔ نو مسلم فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں اور رحمۃ اللعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے رہیں اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں۔ بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کے لیے مخصوص کر دیں کیا اس رسول برحق کے لیے جو فقیروں کے لیے ملجاء غرباء کا سہارا، غلاموں کا مولیٰ، یتیموں کا والی اور اخلاق حمیدہ کا مجسم تھا۔ یہ تمام باتیں محالات وغیر ممکنات سے نہ تھیں۔ کیا وہ اپنی امت سے اس قدر مستغنی المزاج ہو گیا تھا کہ ان کے رکھ سکھ سے اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ کرتا تھا۔ وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کے لیے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا کہ وہ مہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں قربان کیا۔ ہجرت کے مصائب برداشت کیے اور خوشی سے فقر و فاقہ قبول کر کے اسلام کے لیے شمشیر بکف ہے۔ نان جویں کو بھی ترسیں اور رسول ص کریم کا ابر کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے۔ کیا اس سالار اعظم ص نے جس کی خیال میں انتہائی درجہ کی وسعت اور اولوالعزمی تھی۔ اندھا گردہ مسلمین کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دعویدار تھا، یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیش نظر ہوں اغماض کو کام میں لا کر اور امر الٰہی سے تجاوز کر کے تمام حقوق بلا وجہ تلف کر دے۔ کیا ممکن ہو سکتا ہے،

کہ اس زمانہ کے مسلمان اس قدر سادہ لوح تھے کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو ان کے حق میں روا رکھی گئی ہے، ذرہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنانِ اسلام ان حالات کی موجودگی میں بیانگ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دفعیہ اور ایثار و اخلاقِ مکارم کی تکمیل کا ذریعہ بنا نعوذ باللہ میدانِ عمل میں اس کے خلاف کرے، کیا ہم حضرت امیر رض یا خاتونِ جنت رض کے اخلاق و اسوۂ حسنہ سے یہ امید کر سکتے ہیں کہ ان کے باپ کی پیاری امت تو اس رنج و صعوبت میں گرفتار ہو اور وہ اتنی بڑی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں؟

# ساتواں طعن

حضرت ابوبکر رض کا قول ہے:۔ لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيكُمْ اَقِيلُونِي اَقِيلُونِي (میں تمہارے لیے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی رض تم میں موجود ہیں مجھے واپس کرو واپس کرو) اس سے فضیلت حضرت علی رض حضرت ابوبکر رض پر ثابت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

**جواب**:۔ اولاً یہ کہ یہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہل سنت کی کسی مستند کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے اگر اہل سنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابوبکر رض کا درج ہوتا تو ہم پر جواب دہی فرض ہوتی۔ وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ ثانیاً صحابہ کرام رض کے اس قسم کے اقوال ان کی کمال بے نفسی اور زہد و اتقاء کی وجہ سے ہوتے تھے جیسا کہ حضرت علی رض نے فرمایا کہ میرا وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے اَنَا وَلَا غَيْرِي کا دم بھرنا دنیاداران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بارِ گراں اہل حل و عقد نے بالاجماع ان کی گردن پر رکھ دیا اور انہوں نے باحسن وجوہ اس کو انجام دیا۔ غرض اس قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رض کو حضرت ابوبکر رض پر فضیلت تھی یا آپ خلافت کے نااہل تھے۔ ایسے متواضعانہ کلمات کہنے والے کی عظمت شان

دلالت کرتے ہیں ؎

تواضع کند ہوشمند ے گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

تکبر و غرور شیطانی اوصاف ہیں۔ بزرگانِ خدا باوجود کمال و جلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں۔ تکبر و نخوت نے ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا اور تواضع اور منکسر المزاجی ہی سے آدم ؑ مقبولِ بارگاہ ایزدی ہوئے۔ ؎

راندہ شد ابلیس از مستکبری
گشت مقبل آدم از مستغفری

# آٹھواں طعن

متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آج کل کے شیعہ

بے حیا باش ہرچہ خواہی گو!

کے مصداق ہو کر ایسی بے تکی ؎ "عربی نہ فارسی نہ ترکی۔ نہ تال کی نہ سُر کی" ہانک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض اس طعن میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَیْدِیِ وَکَانَ مِنْ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَرَّ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّھُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ مَالَکَ یَا حَنْظَلَۃُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا اَبَا بَکْرٍ نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَۃَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَکَذٰلِکَ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَالَکَ حَنْظَلَۃُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ

كَاَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ
تَقُوْمُوْنَ بِهَا مِنْ عِنْدِيْ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ فِيْ مَجَالِسِكُمْ وَعَلٰى فُرُشِكُمْ
وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً" (جامع ترمذی ص ۲۱۳)

ترجمہ:۔ حنظلہ اسدی سے مروی ہے جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا کہ وہ ابو بکرؓ کے پاس سے گزرا جب کہ وہ رو رہا تھا۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اے ابو بکرؓ ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں۔ جب کہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم دوزخ و جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہ کے پاس چلیں ہم دونوں رسولؐ کے پاس گئے۔ آپ نے دریافت کیا حنظلہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا حضور حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر جاتے ہیں۔ بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم اسی حال پر رہو جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہؓ ساعت بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔"

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے حالانکہ اس قسم کی احادیث ان کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے حنظلہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے یا ان کا کمال ایمان اور خوف و خشیت الٰہی ثابت ہوتی ہے کہ باوجود ان الطاف و برکات کے لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف خدا کی یہ حالت تھی کہ صرف اس بات پر وہ کانپ رہے تھے کہ جب حضور انور کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں تو دنیا کے کام دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ڈر ہے کہ اس

کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب وخطاب والے مجتہد بھی یہی خشیتِ الٰہی دل میں رکھتے ہیں، حاشا وکلا زور سے پلاؤ کھا کر رات ہے تو غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ دن ہے تو مریدوں میں بیٹھے حقہ گڑگڑاتے رہتے ہیں ؎

نہ آداب قرآں نہ داب صلاح — دھواں یکطرف ہیں ریاح

بھائی ہم تو دعا کرتے ہیں کہ ایسا نفاق ہم کو بھی نصیب ہو ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیثیں اصول کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ص۵۷۳ میں ہے۔

دَخَلَ عَلَى اَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حُمْرَانُ بْنُ اَعْيَنَ فَلَمَّا هَمَّ حُمْرَانُ بِالْقِيَامِ قَالَ لِاَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُخْبِرُكَ اَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكَ لَنَا وَاَمْتَعَنَا بِكَ اَنَّا نَاْتِيكَ فَمَا نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ حَتّٰى تَرِقَّ قُلُوبُنَا وَتَسْلُو اَنْفُسُنَا عَنِ الدُّنْيَا وَيَهُونَ عَلَيْنَا مَا فِي اَيْدِي النَّاسِ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ ثُمَّ نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ فَاِذَا صِرْنَا مَعَ النَّاسِ وَالتُّجَّارِ اَحْبَبْنَا الدُّنْيَا قَالَ فَقَالَ اَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا هِيَ الْقُلُوبُ مَرَّةً تَصْعُبُ وَمَرَّةً تَسْهُلُ ثُمَّ قَالَ اَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَا اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَخَافُ عَلَيْنَا النِّفَاقَ قَالَ فَقَالَ وَلِمَ تَخَافُونَ ذٰلِكَ قَالُوا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ وَذَكَّرْتَنَا وَرَغَّبْتَنَا رَغِبْنَا وَنَسِينَا الدُّنْيَا وَزَهِدْنَا حَتّٰى كَاَنَّا نُعَايِنُ الْاٰخِرَةَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَنَحْنُ عِنْدَكَ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ وَدَخَلْنَا هٰذِهِ الْبُيُوتَ وَشَمَمْنَا الْاَوْلَادَ وَرَاَيْنَا الْعِيَالَ وَالْاَهْلَ يَكَادُ اَنْ نُحَوَّلَ عَنِ الْحَالَةِ الَّتِي كُنَّا عَلَيْهَا عِنْدَكَ حَتّٰى كَاَنَّا لَمْ نَكُنْ عَلٰى شَيْءٍ اَفَتَخَافُ عَلَيْنَا اَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ نِفَاقًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّ هٰذِهِ خُطُوَاتُ الشَّيْطٰنِ

فلو غبتم فی الدنیا واللہ ولو تحدومون علی الحالۃ وصفتم
انفسکم بہا لصافحتکم الملئکۃ ومشیتم علی الماء

ترجمہ:- حمران بن اعین امام محمد باقر کے گھر گیا۔ جب اٹھنے لگا تو کہا کہ اے امام خدا آپ کی عمر دراز کرے اور ہمیں آپ کی ذات سے نفع بخشے۔ ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی خدمت میں اٹھتے وقت ہمارے دل بڑے نرم ہوتے ہیں اور دلوں کو دنیا سے قطع تعلق ہو جاتا ہے اور مال و متاع دنیا کو ہم حقیر سمجھتے ہیں۔ جب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں اور بیوپاریوں سے ملتے ہیں پھر ہمیں مال دنیا سے محبت ہو جاتی ہے۔ امام باقر نے فرمایا دل کبھی سخت ہو جاتے ہیں اور کبھی نرم پھر کہا۔ اصحاب رسولؐ کہتے تھے یا رسول اللہ ہمیں اپنے منافق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ اصحاب نے کہا جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمیں پند و نصیحت کرتے اور ترغیب و ترہیب کرتے۔ ہم ڈر جاتے ہیں، اور دنیا بھول جاتے ہیں حتی کہ اپنی آنکھوں سے آخرت اور بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب آپ سے اٹھ کر نکلتے ہیں اور گھروں میں داخل ہوتے ہیں، اور اولاد کو پیار کرتے ہیں اور اہل و عیال کو دیکھتے ہیں تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری وہ حالت جو آپ کے حضور میں ہوتی ہے، تبدیل ہونے کو ہے کیا آپ ہم پر نفاق کا اندیشہ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں جو تمہیں دنیا کی رغبت دیتے ہیں۔ بخدا اگر تم اس حالت پر نہ ہو جو تم نے ذکر کیا ہے تو آسمان کے فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ اور تم پانی پر چلنے لگو۔

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ ۴۲۵ میں ہے۔

عن حمران عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان رجلاً اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی نافقت فقال واللہ ما نافقت ولو نافقت ما اتیتنی تعلمنی ما الذی رابک اظن العدو الحاضر اتاک فقال لک من خلقک فقلت اللہ خلقنی فقال من خلق اللہ فقال ای والذی بعثک بالحق لکان کذا فقال ان الشیطان اتاکم من قبل الاعمال فلم یقدر علیکم فاتاکم من ہذا الوجہ لکی

يَسْتَزِلَّكُمْ فَإِذَا كَانَ كَذَالِكَ فَلْيَذْكُرْ أَحَدُكُمُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

حمران روایت کرتا ہے امام باقر سے۔ ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں آیا اور کہا حضور میں نے نفاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا اور اگر تو نفاق کرتا تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر فرمایا تبا کس چیز نے تجھ کو شک میں ڈالا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تو نے کہا کہ خدا نے پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے وہ شخص کہنے لگا۔
بخدا حضور یہی بات ہے آپ نے فرمایا، شیطان نے اعمال کے بارے میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا تو اس بات پر قادر نہیں ہو سکا۔ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے تاکہ تمہیں لغزش دے جب ایسا ہو تو تم خدائے وحدہٗ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان رفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہل بیت مذکور ہیں، حدیث حنظلہؓ کی تشریح کر دی ہے، جن کا مضمون بعینہٖ وہی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ہے کہ اصحابؓ کمال خوف الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے وسوسوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آ جاتا، حضورؐ ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا۔ اور جن کے ایمان میں کچھ خلل ہو ان کی ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانے ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے اعمال کی وجہ سے تو تم پر اس کا کوئی بس نہیں چلتا کہ تمہیں پھسلا سکے ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی خفیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے تم لوگ راسخ الایمان صالح الاعمال ہو اور یہی تمہارے کامل ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو امید ہے کہ معترض کی کسی قدر تشفی ہو گئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھ دیں کہ خاصان خدا کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی صفحہ ۵ میں ایک حدیث ہے کہ وَاللّٰهِ مَا يَخْرُجُ مِنَ الذَّنْبِ إِلَّا مَنْ أَقَرَّ بِهٖ (بخدا گناہ

سے وہ شخص نجات پاتا ہے۔ جو گناہ کا اقراری ہو) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو پیغمبر معصوم تھے کہتے ہیں۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے) کیا معترض اس سے یہ استدلال کرے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے مبرا نہ تھے بلکہ نفس کے تابع حکم تھے ایسا خیال کرنا ایک نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ بتاؤ کہ نبی آخر الزماں کو تو تم معصوم مانتے ہو۔ لیکن اصول کافی صـ۳۰۶ میں ایک حدیث ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عز وجلّ سے طلب مغفرت کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ العیاذ باللہ آپ گنہگار تھے، اس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ پھر جناب امیرؓ جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں اپنی خطاؤں کا ذیل میں اقرار فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں ؎

؎ ذُنُوبِي بَلَائِي فَمَا حِيلَتِي — إِذَا كُنْتُ فِي الْحَشْرِ حَمَّالَهَا
؎ أَتَيْتُكَ بَاكِيًا فَارْحَمْ بُكَائِي — رَجَائِي مِنْكَ أَكْثَرُ خَطَائِي
؎ يَظُنُّ النَّاسُ بِي خَيْرًا وَإِنِّي — أَشَرُّ النَّاسِ إِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّي

ترجمہ:۔ "میرے گناہ میرے لئے مصیبت ہیں۔ اور میرا چارہ کیا ہوگا جب کہ قیامت میں ان کا بوجھ میرے سر پر ہوگا۔ الہیٰ تیرے حضور میں روتا ہوا آیا ہوں۔ میری گریہ زاری پر رحم کیجیو۔ تیرے فضل کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔ لوگ مجھے اچھا سمجھتے ہیں اور میں سب سے برا ہوں۔ اگر تو مجھے معاف نہ کرے۔

اب بتاؤ ان اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اس کی اس منطق کی زد الٹی اس کے مذہب برادر بیٹھائے مذہب حضرت علی المرتضیٰ پر پڑتی ہے۔ ذرا ہوش کیجیے ؎

اے چشم اشکبار! ذرا دیکھ تو سہی — یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبان حضور رم کبریا اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمت ہائے غیر متناہی جو وہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں، گناہ سمجھ کر ہر وقت باعتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب ص۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں متصور رہوں گی۔

اب اس طعن کا ہر طرح سے ذبیحہ ہو چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق تھے اب وہ مطاعن لکھے جاتے ہیں جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروق اعظم کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

# نواں طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخَمِيسِ مَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِهٖ وَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم وَجَعُهٗ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِیْ عِنْدَ نَبِیٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَأْنُهٗ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْا اَنَّهٗ فَقُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِیْ فَالَّذِیْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِیْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ نَسِيْتُهَا۔

ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن۔ اور وہ کیسا دن تھا کہ اس میں آنحضرت صلعم کو درد کی شدت تھی۔ پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے آپ کا کیا حال ہے کیا آپ

ہجرت (دنیا سے) کرنے کو ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ ان لوگوں نے آپ سے سوالات شروع کیے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ پھر آپ نے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) کہ وفدوں کو میری طرح عطیے دیتے رہنا تیسری سے ابن عباس رضؓ نے سکوت فرمایا کہا اسے بھول گیا۔"

# توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ (میرے پاس شانہ اور دوات یا تختی اور دوات لاؤ) فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ (بعض نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے) ایک جگہ ہے۔ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ قَرِّبُوا يَكْتُبْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ قُومُوا قَالَ عبد الله فكان ابن عباس رضؓ يقول إِنَّ الرَّزِيَّةَ ما حال بين رسول الله وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَالِكَ الْكِتَابَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

ترجمہ:۔ عمرؓ نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے کتاب اللہ ہمیں کافی ہے بس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ کو کاغذ دو۔ ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ۔ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے۔ جب شور و غل پڑ گیا تو حضورؐ نے فرمایا چلے جاؤ۔ عبد اللہؓ کہتے ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی جو حضورؐ اور لوگوں میں تحریر کے متعلق رکاوٹ پڑ گئی کیونکہ

شور و غل زیادہ ہو گیا تھا۔

## خلاصہ طعن شیعہ

اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

(۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی الخ سراسر وحی تھا اور ردّ وحی کفر تھا۔

(۲) عمرؓ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسول اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں رفع صوت کیا جو بحکم آیت لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ الخ ممنوع تھا۔

(۴) وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حقِ امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔

## الجواب

اول۔ یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے اور ۶۸ھ مطابق ۶۹۸ء طائف میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جب کہ حضور کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہل بیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے ناممکن ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہؓ نے جن میں حضرت علی المرتضیٰ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے حضوری اشخاص پاس ہوا کرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے پھر جب درایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ سے

مردی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے. ناقابل اعتبار ہے تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

**دوم :- الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد کئے جاتے ہیں الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے**

سب سے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوپا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے قول آنحضرت کو ہذیان سے نسبت دی۔ لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش فہمی سے ہذیان کا معنی لیتے ہیں، وہ اَھُجِرَ ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا حدیث فَقَالُوْا مَاشَانُہٗ اَھُجِرَ اِسْتَفْھِمُوْا لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغے کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے ع۔

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نیز اَھُجِرَ کا معنی ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنی ہذیان کئے جائیں تو اِسْتَفْھِمُوْا کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنوں کو مجنوں یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ اِسْتَفْھِمُوْا اہل فہم کو سمجھانے کے لئے کافی ہے یہاں اَہْجَرَ کا معنی وہ معنی نہیں جو شیعہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں لکھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں تو پھر سارے ہوائی قلعے جو اس لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر اہجر کا معنی بفرض محال ہذیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ اہجر میں ہمزہ استفہام موجود ہے اور یہ استفہام انکاری ہوگا تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا نہیں ہو سکتا۔ مطلب قائل کا یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ فرما رہے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ہذیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس تحریر سے بحکم وحی کسی ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود ہے یا بطور استحسان حضور کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ جب حضورؐ کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

اور احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے بعض کہتے تھے۔ کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے۔ بعض قول عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے تھے کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر باقی نہیں۔ اس لئے حضور کو ایسے وقت تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہونگے اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمے لگاتے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار جناب امیرؓ اور جملہ بنو ہاشم بطریق اولیٰ ہونگے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے فرمان نبوی کی تعمیل نہ کی تو جناب امیر علیہ السلام کا فرض تھا کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

## کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جناب نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرماتے تھے، وہ کوئی ضروری امر تھا اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا یا دیسے مصلحتاً حضور وہ لکھنا چاہتے تھے اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت جناب خلافت علی المرتضیٰ کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف

ہے کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بروز خم غدیر حضورؐ نے خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا نہ اور کوئی حدیث یا آیات اس وقت تک خلافت علیؓ پر نص تھی تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ خلافت علیؓ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالات کی خود تردید کر دی، اور وصیت تحریری نہیں ہوئی شیعہ حضرات کو ناکامی کا سامنا ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر تحریر ضروری اور بحکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے اختلاف رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکم الٰہی کی تعمیل سے قاصر رہے تو آپ کے ذمہ سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی اور حضرت علیؓ اور دیگر اہل بیت کے ذمہ الزام ہے کہ انہوں نے چند اجنبی اشخاص کی مخالفت کی وجہ سے رسول پاکؐ کی امداد نہ کی۔ کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ، قلم دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیرؓ اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیئے۔ ؎

مردم از دست غیر نالہ کنند　　　سعدی از دست خویشتن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا، یہ ہے کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے کہ ان دو فریق سے حضورؐ نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا کہ مجھے بے حد تکلیف نہ دو۔

فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِیْ فَالَّذِیْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِیْ اِلَيْهِ۔

دحاضرین نے آپ سے بار بار سوال شروع کیے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں۔ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم مجھے تحریر کرنے کے لئے بار بار مجبور کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے) الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے تو شیعہ اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ خلافت علی رض کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلافت صدیق رض کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بنو ہاشم کو حضور کا رجحان معلوم ہوتا تھا۔ کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیق رض کو ہی مامور کیا گیا اس لئے کاغذ قلم دوات پیش کرنے سے اہل بیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور وغل کو اہل بیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا (اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے، پھر تعجب ہے، اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی رض فاطمہ رض، حسنین رض مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہلبیت سے حضرت عمر رض اور ان کے طرفداران مراد لئے کر اختلاف اور جھگڑے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یا للعجب! غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمر رض کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے، جب کہ حدیث میں تَنَازَعُوْا اِخْتَصَمُوْا۔ قَالُوْا وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور اس تنازعہ وجھگڑا اور رفع الصوت رد قول رسول و حق تلفی امت میں جملہ حاضرین حجرہ میں علی رض المرتضیٰ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

# حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ

ہاں یہ قصور حضرت عمر رض کا ہے کہ انہوں نے عشق ومحبت رسول کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی کہ جب یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

(آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضور م اقدس کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شیدایان ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمر رض کی رائے زرین سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور م رسول م پاک نے بھی اتفاق فرمایا کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرما دی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضور م زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا ہے۔ پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ کہنا جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے تو تمام مسلمان اس کے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کے لئے کافی وافی سمجھتے ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

# رَدِّ قولِ رسول م

اگرچہ ردّ قول رسول م کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسول م کے ذمے عائد ہوتی ہے لیکن اگر بفرض محال اس کا مجرم حضرت عمر رض کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبت وعشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ داخل جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو۔ ردِ قول رسول جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب جناب امیر رض بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۹۹ میں ہے کہ جب غزوۂ حدیبیہ میں صلحنامہ لکھنا تجویز ہوا۔ امیر المومنین علی المرتضیٰ رض کو اس کے لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمد رسول اللہ لکھا تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا۔ کہ اگر ہم آپ کو رسول م مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمد م بن عبداللہ لکھیں۔ اس پر حضور م نے فرمایا۔ یا علی رض محو کن آنرا محمد م بن عبداللہ بنویس۔ چنانچہ ادمی گو ید۔ حضرت امیر رض فرمود۔ کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ حضرت رسول بدست خود گرفتہ محو کرد" ترجمہ:۔ "اے علی رض! فقط محمد م رسول اللہ کو مٹا کر بجائے اس کے محمد بن عبداللہ لکھ دو جیسا کہ مخالف کہتا ہے جناب امیر رض نے کہا۔ کہ میں آپ کا نام پیغمبری سے محو نہ کروں گا۔ تو آپ نے کاغذ لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا۔"

اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ کیا یہ قول رسولؐ اور آپ کا عدول حکم نہ تھا اگر جناب امیر علیہ الرضوان اقتضائے عقیدت و محبت سے اس کی تعمیل حکم سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور یہاں جناب امیرؓ کے خلاف رائے آپ نے کاغذ لے کر خود اس لفظ کو جس کو مٹانے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ) اپنی کتاب درر الغرر میں یوں لکھتے ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْفِیَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ قَدْ اَکْثَرَ النَّاسُ عَلٰی مَارِیَةَ الْقِبْطِیَّةِ اُمِّ اِبْرَاهِیْمَ ابْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ ابْنِ عَمٍّ لَهَا قِبْطِیٍّ کَانَ یَزُوْرُهَا وَیَخْتَلِفُ اِلَیْهَا فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُذْ هٰذَا السَّیْفَ انْطَلِقْ فَاِنْ وَجَدْتَّهُ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا اَقْبَلْتُ نَحْوَهُ عَلِمَ اَنِّیْ اُرِیْدُهُ فَاَتٰی نَخْلَةً فَرَقٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَمٰی بِنَفْسِهٖ عَلٰی قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَیْهِ فَاِذَا هُوَ مَجْبُوْبٌ اَمْسَحُ لَیْسَ لَهٗ مَا لِلرِّجَالِ لَا قَلِیْلٌ وَلَا کَثِیْرٌ قَالَ فَغَمَدْتُ السَّیْفَ وَرَجَعْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ"

ترجمہ:۔ محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علیؓ المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام کے نسبت ان کے چچازاد بھائی قبطی پر اعتراض کیا جو اکثر ان کے پاس آتا جاتا تھا حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تلوار لو وہ اگر تجھے اس کے پاس ملے اس کو قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا اور اس نے میرا ارادہ سمجھا تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر کی طرف اٹھالئے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف مجبوب (مقطوع النسل) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ پس میں نے تلوار نیام میں کر دی اور واپس ہو کر حضورؐ کے پاس گیا اور

ماجرا بیان کیا تو حضورؐ نے فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ نے حکم رسولؐ کی تعمیل کی اور قبطی کو تلوار سے نہ قتل کیا بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار نیام میں رکھ لی۔ جب اس صورت میں جناب امیرؓ پر نافرمانیٔ رسولؐ کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اس میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بے گناہ کی مفت جان جاتی ہے تو حضرت عمرؓ نے جب مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی۔ کہ حضورؐ کو بے وجہ تکلیف نہ دی جائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی اہلبیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ:۔ شیعہ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے امالی میں یہ روایت لکھی ہے۔ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَعطٰے فَاطِمَۃَ سَبعَۃَ دَرَاھِمَ قَالَ اَعطِیھَا عَلِیًّا وَمُرِیہِ اَن یَّشتَرِیَ لِاَھلِ بَیتِہٖ طَعَامًا فَقَد تَغلِبُھُمُ الجُوعُ فَاَعطَتھَا عَلِیًّا وَقَالَت اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَکَ اَن تَبتَاعَ لَنَا طَعَامًا فَاَخَذَھَا عَلِیٌّ وَخَرَجَ مِن بَیتِہٖ یَبتَاعُ طَعَامًا لِاَھلِ بَیتِہٖ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُولُ مَن یُّقرِضُ المَلِیَّ الوَفِیَّ فَاَعطَاہُ الدَّرَاھِمَ۔ ترجمہ:۔ رسول پاکؐ نے فاطمہؓ کو سات دراہم دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ علیؓ کو دو۔ تاکہ اپنے اہل وعیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم ہیں۔ جناب سیدہ نے حضرت علیؓ کو وہ درہم دے کر فرمائش رسولؐ کی اطلاع دی۔ آپ وہ درہم لے کر غلہ خریدنے گئے تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کوئی شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپ نے وہ درہم اس کے حوالے کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ پاک کے اس ارشاد کی کہ ان دراہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے۔ جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کرتے

ہوئے ۲۰ درہم ایک سائل کو دے دیئے۔ کیا یہ فرمان نبوی م کی مخالفت نہیں ہے۔ اور رد قول رسول م کا جرم امیر رض پر عائد نہیں ہوتا۔ اگر جناب امیر رض کا یہ فعل ایثار نیک نیتی پر مبنی تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہرا رض اور حسنین رض اس سے ناراض نہ ہونگے نہ جناب رسول م ناخوش ہونگے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسول کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روائی کی جائے تو پھر حضرت عمر رض نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسول پاک کو اس تعمیل حکم کی خوشی کی بجائے تکلیف اور دقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے ٹلنے پر جناب والا آخر کار خوش ہونگے۔ ایسا کر دیا۔ تو کون سی خطا کی۔ غرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں ہیں نخل امید بار آور نہیں ہوتا۔ جو ان پاک نفوس اصحاب رض کرام پر طعن ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے ؎

نخل امید نہ اک بار بھی سرسبز ہوا — لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے والے

## خلاصہ جواب

اول تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایۃً حجت نہیں ہوسکتی۔

دوم :- حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عمر رض نے رسول م کو ہذیان کی نسبت دی کیونکہ لفظ ھَجَرَ میں ہجر بمعنی ہذیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق کا بھی اقتضا ہے کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا جائے تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہذیان ہو رہی ہے اور کسی حدیث میں ایسا کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمر ہیں حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا فیصلہ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو تو شیعہ کا ادعا نص خلافت علی رض کی تمام عمارت گر جاتی ہے یہ درست نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے اور حضور پر الزام آتا ہے کہ آپ نے تبلیغ حکم الٰہی میں قصور کیا۔ حضور علیہ السلام کی رائے

میں، رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا کہ مجھے دق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رہ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا نافرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے تو اس کے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دیگر اہلبیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کر کے تحریر حاصل کر لیتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی۔ اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام استدلات کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس! ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ ۔۔۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

# دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ جناب سیدہؓ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ دیں۔ ان کو کوڑوں سے پیٹا۔ شکم مبارک پر لات ماری حمل گرا دیا ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزور بیعت ابو بکرؓ کرائی۔

# جواب

یہ سب باتیں بیہودہ خرافات ہیں۔ جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے اگرچہ بظاہر اس یاوہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے لیکن درحقیقت

یہ توہین اہلبیت رسالت کے لیے ایک سخت باچیانہ حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جناب سیدۃ خاتون جنت، لخت جگر رسول کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰ اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشہ رسول کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں؟ یا غایت درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس کی عورت کی توہین کی جائے۔ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم داماد رسول اور لخت جگر رسول کی حمایت کے لیے تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی۔ نہ خلفاء بمونہ محشر برپا ہو جاتا کیا ایسی حرکت کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ تمکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا ہے۔ ابھی ابھی رسول خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائع فراق رسول سے پرجوش ہیں۔ کلیجے دہل رہے ہیں۔ پھر خاندان رسالت کی بے ادبی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیر خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لی جائے۔

شیعہ اس بارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اہل بصیرت ان کی باتوں کو یاد رہوا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلاء العیون اردو ص ۹۷ میں درج ہے۔ بسند معتبر جناب صادق سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکر نے جناب امیر سے خلافت غصب کی۔ جناب امیر نے فرمایا کیا رسول خدا نے میری اطاعت کا تجھے حکم دیا۔ ابوبکر نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکم اطاعت دیتے تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیر نے فرمایا۔ اگر آپ پیغمبر کو دیکھے اور تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کرے گا؟ ابوبکر نے کہا۔ ہاں۔ جناب امیر نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل۔ جب مسجد قبا میں پہنچے ابوبکر نے دیکھا حضرت رسول کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ جناب امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابوبکر کو انکار ہے کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم اسے نہیں دیا۔ رسول خدا نے ابوبکر سے کہا۔ میں نے مکرر تجھے علی کی اطاعت کا حکم

نہیں کیا۔ اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابو بکرؓ نے خائف و ترساں معاودت کی راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے عمرؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے جو تجھ ایسے احمق کو اپنا سردار کرے مگر تو نہیں جانتا۔ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ کو اس قدر قدرت تھی۔ کہ جناب رسولؐ خدا کو مسجد قبا میں ابو بکرؓ کے سامنے زندہ لا کھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے دلوں کو کیوں نہ مسخر کر لیتے۔

دوم:۔ جب ابو بکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال اور اہل و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسولؐ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس ہو سکتا ہے کہ جناب امیرؓ کی اد کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپؐ سے یہ ارشاد سنکر کہ اطاعت علیؓ تجھ پر فرض ہے۔ حضرت عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے کہ خلفائے اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور ہادئ اسلام پر طعن و تشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج خدا ہی ہدایت کرے ؎

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے　　　راستی پر آ خدا کو مان کر

# گیارھواں طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ اِنْ کَانَ لَکَ عَلَیْھَا سَبِیْلٌ وَّ لَیْسَ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِھَا سَبِیْلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے۔ لیکن اس کے بچہ شکم کو سزا دینے کا اختیار نہیں ہے) عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کر دی اور کہا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَّھَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

# جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محصنہ مزنیہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا۔ جس کی سزا رجم ہے۔ اس کے حمل کا جناب امیرؓ کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ پیٹ کی بات (حمل) کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گزر جائے۔ سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت امیرؓ نے بتا دیا۔ کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتوی کر کے جناب امیرؓ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ "کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے اور سزا نافذ ہو جاتی تو بچہ پر اس کا اثر پڑتا۔ وہ مر جاتا۔ اور مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اس قدر رنج ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا" نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صاف باطنی و خشیت الٰہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ سے ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر باہمی عداوت و دشمنی ہوتی تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

# بارھواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرانی مہر سے منع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ! خدا فرماتا ہے۔ اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا (اگر تم نقد خزانہ بھی عورتوں کو مہر میں دیدو تو واپس نہ کرو) اس پر خلیفہ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور کہا۔ کُلُّ النَّاسِ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ حَتّٰی الْمُخَدَّرَاتُ (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ مستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ تو آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

# جواب

ع بریں فہم و دانش بباید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے، اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپ کا نام سنکر لرز رہے تھے۔ ان کی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت تھی کہ ایک ادنیٰ عورت سر دربار ٹوک دیتی ہے۔ اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے۔ تو خلیفۂ وقت قرآن پاک کے ادب و لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن کی غرض سے کہتے ہیں کہ عمرؓ کو ادعا افقہ الناس ہونے کا نہیں ہے حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق رکھتی ہے کہ قرآن میں تدبر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سر دربار اس کی قطع کلام کرتا تو جانبر ہونا مشکل تھا یہی اصول مساوات ہے۔ جس پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی وصف ہے۔ جو خاصان حق میں پائی جاتی ہے ؎

رانده شد ابلیس از مستکبری گشت مقبل آدمؑ از مستغفری

معترض جس کی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر صفت کو داخل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمر باوجود افقہ الناس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں کمتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ "باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو اشر الناس کہتے ہیں ؎

يَظُنُّ النَّاسُ بِي خَيْرًا وَإِنِّي أَشَرُّ النَّاسِ إِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّي

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ فرمارہے تھے کہ سب سے زیادہ آیات قرآنی کے معانی سمجھنے والے رسولؐ پاک تھے۔ لیکن آپؐ نے اپنی بیٹیوں کے مہر بہت معمولی بندھوائے۔ اور آپ کا ارشاد

اَعْظَمُ بَرَکَۃً اَیْسَرُھُنَّ صَدَاقاً (بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے۔ جس کا مہر کم باندھا جائے) اور گرانی مہور کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں۔ فتنہ و فساد، مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اپنے قدرسے بڑھ کر جو شخص دکھاوے کے لیے حق مہر مقرر کرے، جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخرکار رسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر معاملہ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ کہ مہر میں قنطار کر اقتدر خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اسکا معنے یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے تو پھر دے کر اسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی فقاہت دیکھ کر کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے محض اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے اس کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لیے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبر کا اشتیاق بڑھے اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو۔ کہ جانشین رسولؐ نے ہر ایک فرد بشر کو آزادی ہو کہ اعلیٰ رائے زنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ جاہل معترض کمال نادانی سے ہنر کو عیب سمجھ رہا ہے ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

جناب امیرؓ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن حرسار ابن عبداللہؓ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے سَأَلَ رَجُلٌ عَلِیًّا عَنْ مَسْأَلَۃٍ فَقَالَ فِیْہِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَیْسَ ھٰکَذَا وَلٰکِنْ کَذَا وَکَذَا قَالَ عَلِیٌّ أَصَبْتَ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (ایک شخص نے علی المرتضےٰ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا۔ اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے آپ فرمانے لگے تو نے ٹھیک کہا اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے)

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں جو نبی تھے حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا حضرت سلیمانؑ اس وقت نبی نہیں تھے۔ کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقع ہو گیا

تھا۔ حاشا وکلا۔

# تیرھواں طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فَقَالَ اَبُوبَکْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ فَرَاَیْتُمَاہُ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ رضؓ فَکُنْتُ اَنَا وَلِیَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَوَلِیَّ اَبِیْ بَکْرٍ فَرَاَیْتُمَانِیْ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ، عباسؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو کاذب، آثم غادر، خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ جو ایسا ہو قابل خلافت کب ہو سکتا ہے۔

# جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا۔ کیونکہ ان میں کسی قدر مادہ انصاف موجود تھا اور شرم و غیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک نا ضع ہا شیئت پر عمل پیرا ہیں اس جگہ حضرت عمرؓ تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں کہ جو فیصلہ حضرت ابوبکرؓ نے مطابق فرمان نبوی صلعم کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا کیا تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھ کو اس بارہ میں کاذب، آثم، غادر، خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اور ابوبکرؓ اپنے دعویٰ میں سچے بار، راشد حق کے متبع تھے۔ یہ روزمرہ کا محاورہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ میں فی الواقع سچا ہوتا ہے۔ وہ اپنی برئیت کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کیا تم مجھے کوئی چور، بدمعاش ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیزیں دبا رکھی ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر اس بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم:۔ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ

کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے اِقْضِ بَینِی وَبَیْنَ هٰذَا الْکَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ (میرے اور اس علی جھوٹے آثم، غادر خائن کے مابین فیصلہ کرو) حضرت عباس رضؓ نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت علی رضؓ) کاذب، آثم الخ ہے۔ کہ تم اس کے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے ہو اس لئے وہی الفاظ حضرت عمرؓ نے اپنی اور حضرت ابوبکر رضؓ کی نسبت دہرائے تاکہ حضرت عباس کا جوش فرد ہو کہ اگر حضرت علیؓ کاذب آثم نہیں ہیں تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعویٰ میں صادق تابع مرشد وہدایت ہیں۔ اور پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور قضا کے خلاف جو مطابق فرمان رسولؐ پاک ہے۔ کیوں صدائے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے کہ حضرت عباس عمِّ رسولؐ نے جو الفاظ کاذب، آثم غادر، خائن اپنے برادرزادہ حضرت علی رضؓ کی نسبت استعمال کئے۔ فی الواقع وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقع حضرت عباس رضؓ و علیؓ شیخین رضؓ کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے۔

لا مذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

# چودھواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے کہا یَاحُذَیْفَةُ بِاللّٰہِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ (اے حذیفہ میں منافقوں سے ہوں۔ تو پھر حضرت عمر رضؓ خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

# جواب

اول میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف موضوع قرار دیا گیا ہے اور اس کے راوی زید بن وہب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ فی حدیثہ خَلَلٌ کَثِیْرٌ زید کی حدیث مرویہ میں بہت غلط ہے) اور اس روایت کو جھوٹ پر محمول کیا گیا ہے۔ شیعہ کی خیانت قابل داد ہے سیاق وسباق کو نظر انداز کرکے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کہتے ہیں وَاَنْتُمْ سُکَارٰی سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔

# پندرہواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حدیبیہ میں کہا۔ اے رسولؐ جب سے اسلام لایا مجھے شانِ نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

# جواب

ہم۔ نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلادیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم: اگر اقتضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں تردد پیدا ہو اور وہ فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے رب العزت کے احیاء اموات کا نشان اطمینان قلب کے لئے طلب کیا۔ کیا ان کے کمال ایمان میں اس سے کچھ نقص واقع ہوا۔

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ سے ہمچو قسم ایک روایت پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ وجلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا اور آگے پیچھے اسپ سواروں کی ایک گارد تھی۔ لیکن امام ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیعہ نے استفسار کیا جب کہ آپ اپنے دولت خانہ تشریف لائے۔ انفاظ حدیث یوں ہیں۔

فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلیٰ مَنْزِلِی اَتَانِی بَعْضُ مَوَالِینَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاکَ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُکَ فِی مَوْکَبِ اَبِی جَعْفَرٍ وَاَنْتَ عَلیٰ حِمَارٍ وَھُوَ عَلیٰ فَرَسٍ وَقَدْ اَشْرَفَ عَلَیْکَ یُکَلِّمُکَ کَاَنَّکَ تَحْتَہٗ فَقُلْتُ بَیْنِی وَبَیْنَ نَفْسِی

هَذَا حُجَّةُ اللهِ عَلَى الْخَلْقِ وَصَاحِبُ هَذَا الْاَمْرِ بِمَا لَا يُحِبُّ اللهُ وَهُوَ فِي مَوْكِبِهِ وَاَنْتَ عَلَى حِمَارٍ فَدَخَلَنِي مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتَّى خِفْتُ عَلَى دِيْنِي وَنَفْسِي فَقَالَ لَوْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِي وَبَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ شِمَالِي مِنَ الْمَلٰئِكَةِ لَاحْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِيْهِ فَقَالَ الْاٰنَ سَكَنَ قَلْبِي

ترجمہ: حضرت امام نے فرمایا جب میں واپس گھر میں آیا تو میرا ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا میں آپ پر قربان۔ بخدا میں نے آپ کو منصور کی اردل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے۔ وہ گھوڑے پر تھا۔ اور آپ کی طرف جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ امام خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہے۔ اور صاحب حکم ہے جس کے حکم کی ہم نے اتباع کر لی ہے۔ اور یہ دوسرا (منصور) ایک ظالم شخص ہے جو اہلبیت رسولؐ کو قتل کرتا ہے۔ اور زمین میں خونریزی کرتا ہے جو خدا کو پسند نہیں ہے۔ پھر تعجب ہے کہ لاؤ لشکر کے ساتھ جا رہا ہے اور آپ گدھے پر سوار ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا۔ حتےٰ کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امام فرماتے ہیں۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ کاش! تو ان فرشتوں کو دیکھتا۔ جو میرے گرد و پیش جا رہے ہیں۔ تو تو منصور اور اس کی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھتا۔ اس شیعہ محب امام نے کہا۔ اب میری تسلی ہو گئی ہے۔

بتلایئے! امام صادق کے خاص الخاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مجھے امامت کے متعلق ایسا شک واقع ہو گیا ہے کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے۔ جب امام نے زور کرامات سے اس کو صف ملائکہ بھی دکھا دی تو اسے پورا اطمینان ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امام شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا امام نے اسے فتویٰ کفر دیدیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ اسی وجہ سے اگر حضرت عمرؓ نے بھی کہہ دیا ہو اور پھر اعجاز نبویؐ سے ہدایت مزید اطمینان قلب کا باعث ہوا ہو۔ تو یہ تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے ان نکات کو کیا سمجھیں۔ جب عقل ہی نہیں ہے ؎

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک
کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کیے جاتے ہیں۔ ان کی فہرست شروع ہوتی ہے۔

# سولھواں طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے۔ اس لیے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے ایسا شخص اہل خلافت نہیں ہو سکتا۔

# جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیائے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے ہیں۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی تحریف کر دی ہے آپ نے قرآن کو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی لیکن شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے ائمہ اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا۔ حضرت علیؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا اور آخر امام مہدی کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لے کر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں مل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ جلایا ہوگا جو قرآن نہ تھا لیکن حضرت امیرؓ اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب کر کے اس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کے لیے تھا اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیرؓ نے اٹھائی تھی جمع کر کے نہایت بے دردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بے چارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام

لے رہے ہیں۔ اسی کو نمازوں میں پڑھا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلانی پڑتی ہے ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اس کے کہ ائمہ اہلبیت کو کوسیں کہ انہوں نے قرآن جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ الٹا حضرت عثمانؓ کو مطعون کرتے ہیں جن کی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی)، اس سے بڑھ کر کفران نعمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بے چاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را — بلائے صحبت کے لئے دفرقت لیلے

# توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی صنا۱۸ میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أَئِمَّةٌ أَزْكَى مِنْ أَئِمَّتِكُمْ (قرآن موجودہ میں یوں ہے أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ) قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَئِمَّةٌ قَالَ إِي وَاللَّهِ أَئِمَّةٌ قُلْتُ فَإِنَّا نَقْرَءُ أَرْبَى فَقَالَ مَا أَرْبَى وَأَوْمَى بِيَدِهِ فَطَرَحَهَا۔

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے حضرت امام سے پوچھا۔ کہ یہ ائمہ ہے۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم ائمہؓ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم اربیٰ پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اربیٰ کیا ہے پھر آپ نے (جوش میں آکر) ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے۔ اس سے بڑھ کر توہین قرآن کی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ صرف اتنی بات پر کہ قرآن میں بجائے ائمہؓ کے اُمّۃؓ اور ازکیٰ کے بجائے اربیٰ لکھا تھا۔ آپ نے غصہ میں آکر قرآن کو زمین پر پٹک دیا۔ کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دیں گے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے۔

---

# سترھواں طعن

حضرت عثمانؓ نے حکم ابن ابی العاص کو مدینہ منورہ بلالیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے اس کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔

# جواب

حضور صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکال دیا تھا کہ اس کی منافقین اور کفار سے دوستی تھی اور احتمال فتنہ و فساد تھا۔ اور چونکہ حکم بنوامیہ سے تھا اور شیخین تیم اور عدی سے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی کہ مبادا پرانی عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آئی تھی پھر عود کرے اور حکم کسی قسم کا شر و فساد کا باعث ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار تھا ابن العم تھا۔ اور نیز مرض الموت میں حضرت عثمانؓ نے رسول پاکؐ سے سفارش کر کے اس کا قصور معاف کرالیا ہوا تھا۔ جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس کو واپس بلالیا تھا۔ کیوں کہ اس کے عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس کے بعد کسی قسم کا فتنہ و فساد نہ کیا اور ایک ضعیف العمر بڈھا فرتوت ہو چکا تھا۔ کسی قسم کے شور و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا۔

# اٹھارواں طعن

حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا۔ جو بڑا مفسد تھا۔ چنانچہ اسی کی شرارت آخر کار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی۔ جب آپ نے محمد بن ابو بکرؓ کو بہ مشورہ علی المرتضےٰؓ حاکم بناکر روانہ کیا تھا پیچھے سے مروان نے

جو میر منشی تھا۔ ایک دوسرا خط حضرت عثمان رضؓ کی مہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دے کر بھیج دیا۔ کہ محمد بن ابو بکر رضؓ مصر آئیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابی بکر رضؓ واپس آئے۔ اور فتنہ و فساد ہوا۔ اور شہادت حضرت عثمان رضؓ وقوع میں آئی

# جواب

مروان بن حکم نے عہد نبوی ﷺ یا خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا۔ جس سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت عثمان رضؓ کوئی عالم الغیب نہ تھے کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخر کار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ مروان کے متعلق باوجود اس کی شرارت ظاہر ہونے کے جنگ جمل میں وہ گرفتار ہو گیا تھا۔ حسنین رضؓ نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے: اُخِذَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَلَّمَاهُ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ (مروان جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا اور اس نے حسنین رضؓ سے سفارش چاہی انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا۔)

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا۔ اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن اس بد بہار نے آخر کار نمک حرامی کی اور محبان اہلبیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیر رضؓ کو علم "ماکان و ما یکون" بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صہ ۱۱۹ میں ہے "اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم بھی آیا کہ حضرت سے بیعت کرے۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی یہاں تک تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت نے اس سے بیعت لی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری۔ حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ

کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لیے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؓ کے مریدان خاص میں جب اپنا نام لکھوایا تھا جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ الرضوان نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بدبخت! تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا امام تھا کہ مجھے ایسی سزا دی۔ میں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ آیا تجھے اوروں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کر دوں۔ اور میں نے تجھے آسیب نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطاء بخشش کی۔

کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیوں اس بدنہاد پر اپنے احسانات کیے اور مہربانی کرتے رہے اور عطاء بخشش فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے کہ انہوں نے مروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

# انیسواں طعن

"حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔"

# جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افترا ہے۔ جب آپ کے بڑے بڑے معتقد و رشتہ دار حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عمرو بن العاص وغیرہ موجود تھے۔ جنہوں نے قصاص میں جنگہائے عظیم کیے۔ اور نیز صدہا زر خرید جاں نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کرو کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے آپ کی شان اقدس میں کیا کمی آ سکتی ہے۔ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ اشرار نے اس سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خواں لوگ بڑی آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعات

اہانت و ذلت اہلبیت (شہیدان کربلا) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذاللہ ان کی شان والا میں کچھ نقص واقع ہوسکتا ہے۔ ایسے اعتراض کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کرلینا چاہیئے کہ کیا اس سے ہم پر زد تو نہیں پڑتی۔ مگر ان کا تو یہ اصول ہے کہ پرائی شگون کے لئے اپنی ناک کٹوا دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی جو مدفن ازواج مطہرات و اولاد امجاد و اکثر اصحاب رضہ باصفا ہے اس امر کی تصدیق شیعہ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض عثمان رضہ غنی برگزیدہ خلیفہ رسول صلعم تھے۔ جن کو دوہری دامادی رسول صلعم مقبول کا فخر حاصل تھا آپ کے مال طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپ کے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور جانب مشرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بری و بحری جنگ عظیم ہو کر اہل روم کو مسخر کیا گیا عراق و عجم و خراساں زیر نگین سلطنت ہوئے۔ بس آپ کی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہو گیا عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں حسرت خانہ جنگیاں ہوتی رہیں اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحاب رضہ نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں زرفشانی کی ہے ؎

نبی صلعم کی بہن کے تھے عثمان رضہ بیٹے
ہو کیا اس سے بڑھ کر نجابت غنی رضہ کی

سب اسلامیوں سے ہوئی دو عزت
ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنی رضہ کی

ہوئی فوت اک دوسری دی بیٹی
یہ دل میں نبی صلعم کے تھی وقعت غنی رضہ کی

نبی صلعم نے سفارت پہ مکے کو بھیجا
تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنی رضہ کی

علی رضہ ان کے ہم زلف زہرا رضہ تھی سالی
یہ سبطین رضہ سے تھی قرابت غنی رضہ کی

ہے اوراق تاریخ میں ثبت اب تک
شجاعت علی رضہ کی سخاوت غنی رضہ کی

(دائرۃ الاصلاح۔ لاہور)

مطاعن اصحاب رضؓ ثلاثہ پر مدلل بحث ہو چکی۔ آپ کے فضائل بشہادت کتاب اللہ و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے اہلبیت کو اصحاب رضؓ ثلاثہ سے کہاں تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے شیر و شکر رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں موجود نہیں تو ان کے نام پکار کر یاد تازہ کرتے رہیں۔

# اصحابؓ ثلاثہ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام

کتب معتبرہ تواریخ فریقین سے ثابت ہے کہ جناب امیر رضؓ نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام ابو بکر رضؓ رکھا۔ جو لیلے بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا ایک صاحبزادہ کا نام عمر رضؓ رکھا جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام عثمان رضؓ رکھا جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے متولد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزاد کا نام ام المومنین زوجہ رسولؐ خدا کے نام پر میمونہ رکھا دوسری دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ، ام کلثوم رکھا۔ جو رسولؐ پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے جو حضرت عثمان رضؓ کی زوجیت میں آئی تھیں۔ ایسا ہی امام حسن رضؓ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکر رضؓ رکھا۔ ایک کا نام عمر رضؓ رکھا۔ جو آپ کی جاریہ (کنیز) کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں حضرت امام حسین رضؓ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ علی ہذا القیاس امام زین العابدین نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمر رضؓ رکھا اور حضرت موسیٰ کاظم رضؓ نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکر رضؓ رکھا۔ حضرت امام رضا نے اپنی دختر کا نام عائشہ رضؓ رکھا اور حضرت علی نقی رضؓ نے بھی اپنی نور چشمی کا یہی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے فرزندان گرامی کو حضرات ثلاثہ رضؓ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا

تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھے گا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کو مدتیں گزر گئیں۔ لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا شمر نہیں رکھا یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت و عظمت اصحاب ثلاثہ ثابت کرنے کے لئے ہے جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا بس تمام نزاع کے فیصلے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ اصحاب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلا دل کا  ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا

## لطیفہ

ہمارے ایک شیعی دوست حکیم جمشید علی نامی جہلم میں رہتے تھے جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ ہم نے ان کے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا کہ جناب امیرؓ نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا گیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لے کر ہر وقت گالیاں دیا کریں۔ میں نے کہا۔ آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے لخت جگر امام حسینؓ کو یزید ملعون شمر بدبخت شہید کرے گا۔ اس لئے آپ کو اپنے بیٹوں کے نام یزید اور شمر رکھ دینے چاہیئے تھے۔ تاکہ ان کو گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کریں اپنے عزیزوں میں سے کسی کا نام یزید یا شمر رکھ کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مومنوں کی شان سے بمراحل بعید ہے کافی کلینی کی حدیث دیکھو۔ منافق کی علامات سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے (اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ) (جب جھگڑا کرتا ہے فحش گوئی

کرتا ہے ؟ جناب امیرؓ تو وہ پاک باطن تھے کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفق و مدارات کرنے کی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو ص۲۷۱ میں ہے۔

"جب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کی امام حسنؓ سے سفارش کی اور ارشاد کیا کہ اسے کھانا پانی دو اور اس کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفق و مدارات کرو اور جب میں دنیا سے رحلت کروں اس پر ایک ضربت[ل] سے قصاص کرنا اور جسم اس کا آگ سے نہ جلانا۔ اور مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں، کان ناک اور جمیع اعضاء اس کے نہ کاٹنا کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مثلہ ہرگز نہ کرو اگرچہ سگ درندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہو گیا سزاوار زیادہ ہوں کہ اسے عفو کروں۔ اس لیے کہ ہم اہلبیت صاحب کرم و عفو و رحمت ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ جمشید جیسے شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں کہ اپنے بیٹوں کے نام اصحابؓ کے نام پر اس لیے رکھتے تھے کہ ان کو گالیاں دے کر دل کے بخار نکالتے ہیں۔ جب زندگی میں تو ان کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ وظائف لیتے رہے غنائم سے حصہ وصول کرتے رہے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینا کونسی جوانمردی ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ تھا۔ جو درج کیا گیا فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

# شیعہ سے چند سوالات

ہم شیعہ سے چند سوالات کرتے ہیں کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہ راست پر آ جائیں اور اصحابؓ رسولؐ کی بدگوئی سے باز آ جائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے کہ اگر اصحابؓ نعوذ باللہ معاذ اللہ منافق کافر تھے ان کو اہلبیت سے بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت نے اپنی

---

[ل] ملاحظہ ہو نہج البلاغت ص۶۷۴

اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے؟

(۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو رسول پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو کیوں دیئے اور ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے صریح ممانعت کر دی ہے کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں یا ان سے لیے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر و منافق تھے تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی تو ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اگر وہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول پاک نے اور حضرت امیرؓ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ (اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ اور کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور دین حق پھیل جائے۔

(۵) جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہؓ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی فدک دبا لیا۔ جناب سیدہؓ کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی۔ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ سے کیوں جنگ کر کے صدہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؓ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا (منافق لوگ نبی کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ حالانکہ اصحاب ثلثہؓ زندگی میں ہمیشہ جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاورت (ہمنشینی) حاصل ہے کہ دو یار آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟

(٧) قرآن میں ہے لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَاءَ (میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؓ کے دشمن تھے تو کیوں رسولؐ پاک نے ان کو دوست بنائے رکھا حتیٰ کہ سفر وحضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب کیوں ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی جو ایسے مواقع پر فرض ہو جاتی ہے۔

(٨) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلثہ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی ان کے شامل حال رہی قیصر وکسریٰ کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر ومنصور ہوئے، حتیٰ کہ خلافت بھی انہیں کو ملی۔

(٩) اگر خلافت اصحاب ثلثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہربانو بنت یزدجرد دختر شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ کو دے دی۔ آپ نے کیوں قبول کی جب کہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرست میں تصرف کیا جو منافی عصمت ہے۔

(١٠) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے کہ متعی مرد اور ممتوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ائمہ اہلبیت کیوں اس کار ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

---

(الف) : چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (النساء ١٤ رکوع) اس آیت کے تحت میں شیعوں کی مشہور تفسیر صافی میں یوں لکھا ہے اَقُوْلُ وَفِی الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی وُجُوْبِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا یَتَمَكَّنُ فِیْهِ اِقَامَةَ دِیْنِهٖ (مظہر حسین غفرلہ)

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ علیؓ المرتضیٰ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسین کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے۔ مرثیوں میں ان کا کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ جب کہ وہ علی المرتضیٰؓ کے فرزند تھے اور اپنے بھائی جناب امام حسینؓ پر انہوں نے بھی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحابؓ کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لیے تھا تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانانِ عالم کو کیا فائدہ ہے۔؟ اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے۔ تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں؟

(۱۳) کافی کلینی میں تصریح ہے کہ رسول پاکؐ کے فوت ہوتے ہی تمام اصحابؓ سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہوا کیا خدا نے ان تین چار آدمیوں کے لیے اتنا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المومنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دیں گے۔؟ ہمیں تو امید نہیں ہے۔

عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں

اصحابؓ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

## حضرت عائشہ صدیقہؓ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا، خدا اور رسولؐ بھی نہیں بچے لیکن اصحاب ثلاثہؓ کے بعد زیادہ غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ

سے ہے۔ اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں۔ جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا طعن :- قرآن مجید میں ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت عائشہؓ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کارزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں جہاں کہ ہزارہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب :- نادان معترض جس کو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنی کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے کیا اس کا یہ معنیٰ ہے کہ گھر کی چار دیواری میں عمر بھر ایسی محبوس و مقید رہیں کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کے لیے بھی جائز نہ ہو ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ ازواج مطہرات کو حج و عمرہ کے لیے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ایسے جانے عیادت مریض۔ تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ لے جانے کی اجازت تھی۔ پھر آیت سے مخالفت کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت سے اس کی شرح ہوتی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (ترجمہ :- اے نبی۔ اپنی عورتوں و بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہہ دیجیے۔ کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات کی قریب تر ہے۔ کہ پہچانی نہ جائیں اور ایذا نہ اٹھائیں۔ احادیث میں ہے کہ اس آیت کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ (اب تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ اپنی حاجت کے لیے نکل سکو)

حضرت عائشہ صدیقہؓ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لیے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ سفر جہاد حج، عمرہ کے سفر کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیرؓ

آپ کے ہمشیرہ زاد اسماء بنت ابوبکرؓ اور ان کی اولاد سب محرم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے اس لئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ لَمَّا بَلَغَهَا بَيْعَةُ عَلِيٍّ اَمَرَتْ اَنْ يُعْمَلَ لَهَا هَوْدَجٌ مِنْ حَدِيْدٍ جُعِلَ فِيْهَا مَوْضِعُ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ فَخَرَجَتْ وَاَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہ کو بیعت علی المرتضیٰ کی اطلاع ملی حکم دیا کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ بنایا جائے۔ پس آپ نکلیں۔ جب طلحہؓ و زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے) اب تبلایئے ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کے ساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ پردہ کا بھی اس قدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہل سنت پر ایسے اعتراض کرتے وقت اپنے گھر سے بےخبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے دست و گریباں ہوئیں۔ فَاَخَذَتْ بِتَلَابِيْبِ عُمَرَ وَجَذَبَتْهَا اِلَيْهَا (جناب سیدہؓ نے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریباں ہونا جائز ہے۔ شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں۔ کہ جناب سیدہؓ نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں اصالتاً جا کر دعویٰ کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنتؓ کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر پھرنے کی یہ باتیں

---

۱؎ اصول کافی ص ۲۱۱ ۲؎ حق الیقین ص ۲۱۱ میں ہے۔ جب میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد اس کے فاطمہؓ و حسنینؓ کا ہاتھ تھام کر تمام اہل مدینہ اور ان لوگوں کے گھر گیا۔ جنہوں نے راہ دین میں سعی و کوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی تھی کہ میرے حق کی اعانت کریں اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا اور وہ چار شخص یہ ہیں۔ سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار (رضی اللہ عنہم) اور ایسا ہی منار الہدیٰ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو گدھے پر سوار باقی ص ۳۶۷ پر دیکھیں

جائز نہ تھیں۔؟

دوسرا طعن :۔ حضرت عائشہ رضؓ نے جناب امیر رضؓ سے بغاوت کی اور جنگ کیا حالانکہ خلیفہ سے بغاوت جائز نہیں اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب :۔ اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے کہ بحکم وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی ماں تھیں، آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ ماں باپ کو اف تک بھی نہ کہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ و جدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی حضرت عائشہ رضؓ اور ان کے طرفدار حضرت عثمان رضؓ کا قصاص لینے کے لیے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام ان کے شر و فساد کے اندیشہ سے ان کو حوالے نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا کہ قتل عثمان رضؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہوگا۔ حالانکہ امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین میں معرکہ کی جنگ ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار صلح و صفائی ہوئی حضرت عائشہ رضؓ اپنے کئے پر پریشان ہوئیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بنتا ہے اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

حضرت عائشہ رضؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے

---

(بقیہ صفحہ ۳۶۶ کا) کیا اور اپنے ہمراہ امام حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر حضرت ابوبکر رضؓ کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لیے مہاجرین و انصار کے دروازوں پر پھرتے رہے اصل عبارت یہ ہے۔ روی انہ اَنَّ عَلِیًّا استنصر الناس علی ابی بکر یرکب فاطمة علی حمار وَیَاخُذُ معه الحسن والحسین ویمشی الی دور المهاجرین والانصار یطلب منهم النصرة علی ابی بکر وتطلب فاطمة منهم له الانتصار علی ابی بکر فلم یجبه الا اربعة او خمسة (منار الهدیٰ مصنفہ شیخ علی البحرانی مطبوعہ گنگا احسن بمبئی) نوٹ :۔ یہ کتاب شیعوں کے مولوی علی حائری نے بھی چھپوائی ہے (احقر مظہر حسین عفی عنہ)

حجرہ میں آپ کی گود میں حضور ؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی بریت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے قاذفین اور (طاعنین) کو عتاب ہوا۔ پھر جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا و رسول ؐ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھم

تیسرا طعن:۔ حضرت عائشہ رضؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمر رضؓ کو دفن کرنے کی اجازت دی حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام ورثاء کا حق تھا۔

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دے کر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو مدفن رسول ؐ و خلفائے رسول ؐ ہے حضرت عائشہ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ اس لئے ان کو اختیار تھا کہ اپنے باپ رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی مزارات کی وہاں اجازت دیں۔ اگر عائشہ رضؓ کی ملکیت نہ تھی تو حضرت امام حسن ؑ نے اپنے مزار کے لیے حضرت عائشہ رضؓ سے کیوں اجازت طلب فرمائی (یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حجرات ازواج مطہرات کی ملکیت تھے جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام اور نہ دیگر ائمہ اہلبیت کو سوجھا۔ اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں۔ ہم تو یہی کہیں گے ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری او یار غلط<br>کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے یہ طومار غلط

اب ہم حضرت امیر معاویہ رضؓ کا ذکر کرتے ہیں جن کو شیعہ صاحبان سخت مطعون کرتے ہیں۔

# حضرت امیر معاویہ رضؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہ رضؓ کو بہت کوستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم دینی بھائی تھے۔ اصحاب رسول ؐ تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ کاتب

حضرت امیر علیہ الرضوان کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے۔ آپ نے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا کہ ہمارا اور اہل شام (حضرت معاویہ رضؓ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ وہی خدا اور رسولؐ ان کا ہے جو ہمارا ہے اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک ہی ہے۔ اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلایئے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب امیرؓ جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیرؓ ان کو کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل الایمان سمجھے گا جیسا امیر علیہ الرضوان ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت امیر معاویہؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے یزید سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت معاویہؓ کے فضائل کے متعلق اخبار النجم[1] لکھنؤ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۴ء سے ایک مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسولؐ کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔

---

۱؎ یہ اخبار سرپرستی حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ان کے صاحبزادگان کے زیر ادارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت کا اخبار گن کہنا چاہیئے۔ جو اہل تشیع کے دجنوں جرائد

(باقی صفحہ ۲۷۱ پر)

# سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حامداً و مصلیاً ارباب بصیرت و اہل فہم و فراست پر اظہر من الشمس ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر زمان نبوت محمدیہ تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ رب العزت کی برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے اپنے نور ہدایت سے عالم میں اجالا پھیلایا اور جیسا کہ حق تھا تشنگان ہدایت کو سیراب فرمایا اور طالبان فیض کو فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھٹکے ہوئے راستے سے صراط مستقیم پر آ گئے اور بھولے ہوؤں نے منعم حقیقی کو پہچان لیا لیکن پھر بھی ان مقدس ہستیوں کو مطعون کیا گیا۔ جہاں تک ہو سکا ان کی ایذا رسانی کی گئی۔ اتہامات اور الزامات کا طومار ان پر باندھا گیا ان کے پاک دامن کو گالم گلوچ اور سب وشتم سے ملوث کیا گیا ایسے ہی جتنے اولیاء کرام و مشائخ عظام آج تک پیدا ہوئے۔ ان پر بھی طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا گیا اور کتنے جلاوطن اور شہر بدر کر دیئے گئے اور کتنوں کو بے خانماں کیا گیا۔ خود ہمارے آقا ناجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر (مفتری اور کذاب کے خطاب) کہا گیا۔ سے یاد کیا گیا حتیٰ کہ مجنوں اور پاگل بھی بنائے گئے۔ واللہ عزیز ذوانتقام اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اسی سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک ہستیاں ہیں کہ ایک گروہ نے ان کو بھی برا کہا، ان کی توہین اور ان پر تبرا اور سب وشتم کرنے کو اپنا دین سمجھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خداوند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جو عزت کی اور تعریف فرمائی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے متعلق ذکر کا دفتر موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنی دریدہ دہنی سے باز نہیں آتا برابر ان پر لعن طعن کرتا رہتا ہے۔

اور دل سے ہیں کیا شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو

---

بقیہ صفحہ ۳۷) ورسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے اس کے علاوہ علمی محققانہ مضامین قابل داد ہیں۔ ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیئے۔ ۱۲۔

بظاہر سنی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا مجازی شعار یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاسق وفاجر تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک مجازی شعار میں نے اس وجہ سے کہا کہ اصل میں شعار اس کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا ہو۔ مگر یہ طائفہ پہلے تو اہلبیت رض کی محبت اور بزرگان دین کی مودت ظاہر کرتا ہے جب تمام لوگ اس کے دام پرفریب میں پھنس جاتے ہیں۔ تب اس عقیدۂ باطلہ کا زہر لوگوں میں پھیلا کر قصر ایمان کو تباہ وبرباد کردیا کرتا ہے العیاذ باللہ! ہمارے دیار میں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے اس لئے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی جرارت ہوئی۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

حضرات! معلوم نہیں کس دل سے یہ لوگ بدزبانی کرتے ہیں۔ قلم لرزتا ہے اور دل دہلتا ہے کہ وہ مقدس ہستیاں جن کی شان میں تمام امت کا اتفاق ہو، الصحابۃ کلھم عدول یعنی اصحاب رسول سب عادل ہیں، جن کے فضائل میں احادیث نبویہ کا خزانہ معمور ہو اور قرآن کریم جن کے ایمان اور قوت ایمان پر شاہد عدل ہو کیسے ان کی تفسیق کی جائے خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا صحابی کیوں نہ ہو۔ بالخصوص جب تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہو کہ کتنا ہی بڑا غوث قطب کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ بزرگان دین کے مقالات گرامی قدر سے ظاہر وباہر ہے۔

چنانچہ از غوث الثقلین قدس سرہٗ منقول است کہ اگر دررہ گذر حضرت امیر معاویہ رض نشینم وگرد سم اسپ بر من افتد باعث نجات می شناسم زنشادی امدادیہ صــ ۱۲۳ جلد ۴)

غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ) سے منقول ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رض کے رہگذر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعث نجات خیال کروں!!

سبحان اللہ کیا جلالت شان ہے۔ اور سنیئے۔

امام ہمام عبداللہ بن مبارک رض سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ رض افضل ہیں یا

عمر بن عبد العزیزؒ ان کی شان میں بس اتنا کہا گیا کہ ان کو عمر ثانی کہا گیا) تو جواب دیا۔
وَاللہِ ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر والف مرۃ (مفتی معاویہ من الفرقۃ الغاویہ ص ۲۸) یعنی خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھسا ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں کے اقوال حضرت امیر معاویہؓ کی فضیلت میں منقول ہیں مگر منصف مزاج حضرات کے لئے انہیں دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔ اب آیئے کتب فن رجال کی سیر بھی فرمائیے
تقریب التہذیب میں ہے: معاویۃ بن ابو سفیان رض خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی (حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ خلیفہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور آپ نے وحی لکھی۔ ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے

قَدْ کَانَ کَاتِبَ وَحْیِہٖ وَاَمِیْنَہٗ ۔۔۔ سَنَدُ الْاَمَانَۃِ حَاصِلٌ لِمُعَاوِیَۃَ رض

یعنی حضرت معاویہؓ کاتب وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کو امین ہونے کی سند حاصل ہے کہ وحی جیسا اہم بالشان کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ علامہ صفی الدین اپنی کتاب خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب الاموی ابو عبد الرحمن اسلم زمن الفتح لہ مائۃ وثلثون حدیثا امیر معاویہؓ فتح مکہ کے زمانے میں اسلام لائے اور آپ سے ۱۳۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔
تاریخ الخلفا میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ ابو الدرداءؓ جریر البجلیؓ نعمان بن بشیر وغیرہم اور تابعین مثلاً ابن المسیبؒ حمید بن عبد الرحمن وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ آپ ہوشیاری، دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ آپ کا علم ضرب المثل تھا۔ چنانچہ ابن ابی الدنیاؒ اور ابو بکر بن ابی عاصمؒ نے تو آپ کے حلم پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حضرت امیر معاویہ لمبے قد کے خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے۔ آپ کی طرف

عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ معاویہؓ کو برا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے پاس سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ مقری کہتے ہیں کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ کسریٰ اور ہرقل کا ذکر کرتے ہیں مگر امیر معاویہ کو بھول جاتے ہیں۔ (بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷/۲۰۸)

حافظ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولی الشام عشرین سنة وملك عشرين سنة وكان حليماً كريماً سائساً عاقلاً خليقاً للامارة كامل السؤدد کہ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال شام کے والی اور بیس سال مالک رہے اور حلیم و کریم تھے اور بہت مدبر و منتظم تھے عقلمند تھے اور امیر ہونے کے لائق اور سرداری کے لیے کامل تھے۔

حضرات! امیر معاویہؓ بہت بڑے مجتہد تھے اگر ان کی شان فقاہت اور اجتہاد بھی ملاحظہ فرمانا ہو تو بخاری اور مشکوٰۃ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ امیر المومنین معاویہؓ وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں تو ابن عباسؓ نے فرمایا اصاب انه فقيه کہ معاویہؓ صائب الرائے شخص ہیں۔ اور فقیہ ہیں اور ایک اور روایت میں ہے دعه انه صحب النبي صلى الله عليه وسلم (مشکوٰۃ ص ۱۱۴) یعنی معاویہؓ کو کچھ نہ کہو؛ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بخاری میں ہے عن حميد بن عبد الرحمن انه سمع معاوية بن ابی سفيان يوم عاشوراء عام حج على المنبر يقول يا اهل المدينة اين علماءكم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول هذا اليوم عاشوراء ولم يكتب الله عليكم صيامه وانا صائم فمن شاء فليصم ومن شاء فليفطر (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۸)

حمید بن عبد الرحمن نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حج کے سال میں عاشورہ کے دن منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ اے اہل مدینہ! کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ یوم عاشورہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ البتہ میں روزہ دار ہوں پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے

حضرات! اس طرح سے مجمع عام میں تمام علماء کو دعوت دے کر حکم شرعی بیان فرمانا مجتہد ہی کی شان ہے ہما و شما کا کام نہیں۔ پھر بھی باوجود اتنے فضائل و کمالات کے فسق کا فتویٰ دینا اور حضرت معاویہؓ سے بدگمانی کرنا کہ اہلبیت کے نعوذ باللہ آپ دشمن تھے۔ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ میں جو کچھ ہوا یا اور جتنے واقعات مابین صحابہؓ اس قسم کے واقع ہوئے۔ وہ محض خطا اجتہادی پر مبنی تھے اور ہر فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا نہ بغض و عناد کی وجہ سے بالخصوص جب تینوں حضرات میں صلح ہو گئی۔ جیسا کہ تمہید شرح عقائد میں ہے لا یجوز اللعن علی المعاویۃؓ لان علیاً صالح معہ وفیہ ان الحسنؓ بن علیؓ صالح معہ ولو کان مستحقا للعن لکان لا یجوز الصلح معہ (الفرقۃ الناجیہ ص شرح عقائد ص۱۱۶) یعنی حضرت معاویہؓ پر لعن جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے بھی آپ سے مصالحت فرمائی تھی اور اگر حضرت امیر معاویہؓ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی۔ وفی الانوار لا یجوز الطعن فی المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃؓ (حوالہ بالا) حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہیں واما معاویۃ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۲۷۲ و تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص۸۲) یعنی حضرت امیر معاویہؓ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں۔ صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں (بیان الامراء ص۱۸۵) بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی اس کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت حسنؓ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ (بیان الامراء ص۲۰۵) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے۔ حاشا وکلا ان کا آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا

اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں۔ واما الحروب التی جرت بین الصحابة فکانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها وکلهم عدول ومتاولون فی حروبهم وغیرها ولم یخرج شیئ من ذالک احدا من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد کما یختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل من الدماء وغیرها ولم یلزم من ذالک نقص احد منهم (نووی ص ۲۷۲ ج ۲ مظاہر حق ص ۸۲ ج ۴) اور بہرحال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہؓ واقع ہوئیں پس ہر گروہ کے لئے شبہ تھا جس کے سبب سے ہر شخص نے اپنے کو حق پر سمجھا اور سب کے سب عادل ہیں اور اپنے حروب وغیرہ میں متاول ہیں اور ان اشیاء میں سے کوئی شے عدالت سے ان کو نہیں نکالتی۔ اس واسطے کہ صحابہؓ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ائمہ مجتہدین صحابہؓ کے بعد دماء وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوگئے ہیں اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں لازم آتا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔ عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویة اللهم اجعله هادیاً مهدیاً واهد به رواه الترمذی مشکوٰة شریف ص ۵۷۹ (ابو عمیرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے اور معاویہؓ کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔) اسی روایت کے تحت علامہ طیبی فرماتے ہیں ولا ارتیاب ان دعاء ہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان هذا حالته کیف یرتاب فی حقه (حاشیہ حوالہ بالا) (یعنی اس بات میں شک نہیں ہے کہ جو دعاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمائی وہ عند اللہ مقبول ہے پس جس کی یہ حالت ہو کہ حضورؐ اس کے حق میں دعا فرمائیں اور وہ مقبول بھی ہو تو اس کے حق میں کیونکر شک کیا جائے۔)

# حضرت امیر معاویہ رض کے نجی حالات

صاحب مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رض کاتب وحی تھے۔ اور بعض نے کہا کہ کاتب وحی نہیں تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط نویس تھے اور حضرت عمر رض کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت کی اور اٹھتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تہبند اور چادر اور قمیص تھی اور کچھ حضور کے موئے مبارک اور ناخن تھے۔ حضرت معاویہ رض نے وصیت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھ کو کفنانا اور چادر میں لپیٹنا اور تہبند باندھنا اور میرے سجدہ کی جگہوں میں اور میرے حلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور ناخن باندھ کر اور رکھ کر مجھے ارحم الراحمین کے درمیان تخلیہ کر دینا۔ (تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۱۹۹، ۲۰۰) اور احمد نے مسند میں عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ الٰہی معاویہ رض کو حساب وکتاب سکھلادے اور اپنے عذاب سے ان کو بچالے۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں اور طبرانی کبیر میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت امیر معاویہ رض نے کہا کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہ رض جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا (بیان الاسرار ص ۲۰۷، ۲۰۸) چنانچہ لوگوں کے ساتھ وہ حتی الوسع عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت معاویہ رض کو برا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد لاتسبوا اصحابی (مسلم او حدیث) واذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علیٰ شرکم (ترمذی) کی وعید میں داخل ہے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے اصحاب رض کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو کہہ دو تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہو سب صحابہ رض کو گالی دینا حرام ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی سے ظاہر ہے اور علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں۔ (واعلم ان سب الصحابۃ حرام فواحش المحرمات

سواء من لابس الفتن منهم وغیرہ لانہم مجتہدون فی تلک الحروب ومتاولون

الخ اور جان تو کہ حرام ہے صحابہؓ کو گالی دینا فواحش محرمات میں سے ہے۔ چاہے وہ صحابہ

ہوں جو فتنہ میں ملابس ہوئے (جیسے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ) کیوں کہ وہ باہمی جنگوں میں مجتہد

اور متاول ہیں) وقال القاضی وسب احدہم من المعاصی الکبائر (اور قاضی نے فرمایا

کسی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے) اچھا اگر کوئی بدطینت، بدبخت ایسا ہو جو

نعوذ باللہ صحابہؓ کو گالیاں دے تو اس کا کیا حکم ہے آگے فرماتے ہیں۔ مل ھنا ومذہب

جمہور انہ یعذر ولا یقتل وقال بعض المالکیہ یقتل (نووی ص۳۱۰) اور

جمہور کا مذہب یہ ہے۔ کہ اس کی تعزیر دی جائے اور قتل نہ کیا جائے۔ اور بعض مالکیہ نے

فرمایا کہ قتل کیا جائے۔

علماء کرام کے ارشادات مبارک ملاحظہ ہوں ویکف عن ذکر الصحابۃ الا

بخیر (شرح عقائد ص۱۱۶) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے روکا جائے۔ مگر خیر کے ساتھ

اس عبارت کے حاشیہ پر محشی بحوالہ شرح فقہ اکبر تحریر فرماتے ہیں۔ ولذا ذھب جمہور العلماء

الی ان الصحابۃ کلہم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی کذا بعدھا۔ یعنی اس

لئے جمہور علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے

فتنہ سے پہلے اور ایسے ہی بعد فتنہ بھی ؛ علامہ نفسی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وبالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن

علی معاویہ واحزابہ (شرح عقائد ص۱۱۶) " الحاصل سلف مجتہدین اور علماء صالحین

سے حضرت معاویہؓ اور ان کے شرکا پر جواز لعن منقول نہیں ؛ لہذا اب محقق ہو گیا کہ علماء

اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو فاسق کہنا یا ان پر لعن طعن کو جائز قرار دینا

بدعت ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

## چوالیسواں مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی سزا و جزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ یعنی جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا۔ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا وہ بھی اس کو دیکھ لے گا" قرآن میں دوسری جگہ ہے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ یعنی "انسان کو اس کی سعی عمل کا ہی ثمرہ ملے گا۔ اور اس کی سعی کا نتیجہ قریب ہی مل جائیگا" نیز قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ یعنی خدا کے نزدیک فضیلت اسی شخص کی ہے۔ جو متقی ہے

لیکن شیعوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ ان کی پیدائش اس طینت (مٹی) سے ہے جس سے ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ قطعی جنتی ہیں خواہ کیسے ہی بداعمال کیوں نہ ہوں اور کافروں اور سنیوں کی پیدائش دوزخ کی آگ سے ہے۔ اس لئے وہ یقیناً دوزخی ہیں خواہ کتنے ہی نیک عمل کرتے رہیں۔

اصول کافی ص۳۵۸ میں باب طینۃ المومن والکافر میں اس کے متعلق بہت سی احادیث درج ہیں ہم ان کا صرف محصل بیان کرتے ہیں علی بن حسین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ابدان و قلوب علیین سے پیدا کئے ہیں۔ اور مومنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور کفار کے ابدان و قلوب سجین سے پیدا کئے ہیں۔ دوسری حدیث میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ مومن کی طینت جنت سے ہے اور کافر کی طینت دوزخ سے ہے اسی حدیث کی اخیر میں تصریح ہے۔ طِيْنَةُ النَّاصِبِ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (ناصبی یعنی سنی کی طینت سڑے گارے سے ہے) یعنی دوزخ کی آگ سے ہے ایک اور حدیث ہے کہ صالح بن سہل نے امام جعفر صادقؓ سے پوچھا کہ قربان جاؤں خدا نے مومن کو کس طینت سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء کی طینت سے پس یہ کبھی پلید نہیں ہوتا (ظاہر ہے کہ شیعہ کی اصطلاح میں مومن سے مراد شیعہ ہی ہوتا ہے) جب ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شیعوں کی طینت انبیاء کی طرح جنت سے ہے اور اس وجہ سے ان کا نجس ہونا بالکل محال ہے۔ تو اس کا صاف نتیجہ یہی ہے۔ کہ شیعہ ہر چند بداعمالیاں کرتے رہیں۔ جنت ان کی میراث ہے

کتاب مذکور کے ص۳۵۹ پر ایک اور حدیث درج ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؓ سے کہا کہ حضور میں آپ کا غلام عبداللہ بن کیسان ہوں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی نسبت سے تو

واقف ہوں۔ لیکن تجھے نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میری پیدائش تو پہاڑ میں ہوئی ہے لیکن پرورش ملک فارس میں ہوئی ہے۔ میں اکثر تجار لوگوں سے ملتا رہا ہوں۔ بعض ایسے شخص ملا کرتے ہیں کہ ان کے اخلاق و عادات اچھے ہوتے ہیں اور وہ بڑے امین ہوتے ہیں۔ جب ان کی تفتیش کی جاتی ہے تو ان کے دلوں میں آپ سے عداوت ہوتی ہے، اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بڑے بداخلاق اور خائن ہوتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کے محب ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طینت جنت سے کی اور دوسری دوزخ سے پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔ تو ہمارے دشمنوں میں جو حسن اخلاق اور کثرت امانت پائی جاتی ہے وہ اس جنت کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے اور ہمارے شیعوں میں جو بداخلاقی اور بددیانتی پائی جاتی ہے وہ دوزخ کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن انجام کار اول الذکر کا حشر دوزخ میں اور موخر الذکر کا جنت میں ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جنت اور دوزخ کی ہر دو طینتوں کو ملا دینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ دھوکہ سے ایسا ہو گیا یا دانستہ ایسا کیا گیا۔ ایسا تو کوئی معمولی کاریگر بھی نہیں کر سکتا کہ اچھی اور بری جنس کو باہم ملا کر اپنی مصنوعات کی قدر و منزلت گنوا دے۔ (یا للعجب!)

نوٹ:۔ ہم نے احادیث مندرجہ اصول کافی ملخص لکھا ہے۔ جو شخص پوری حدیث دیکھنا چاہے کتاب مذکور سے دیکھ لے۔ جلاء العیون (اردو) جلد اول ص۱۹۲ میں ہے بسند معتبر جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے علیؓ ابن ابی طالب سے کہا یا علیؓ چاہتے ہو کہ تم کو میں بشارت دوں۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ پس حضورؐ نے فرمایا۔ ہم اور تم ایک طینت سے مخلوق ہوئے۔ اور ہماری زیادتی طینت سے ہمارے شیعہ پیدا ہوئے۔ جب قیامت ہو گی۔ لوگوں کو ان کی ماں کے نام سے پکاریں گے۔ مگر تمہارے شیعوں کو ان کے باپ کے نام سے طلب کریں گے۔ اس لیے کہ حلال زادہ ہیں۔

---

لہ اور فروع کافی کتاب الروضہ ص۱۳۵ میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ان بعضنا اصحابنا یفترون و یقذفون من خالفھم فقال الکف عنھم قال واللہ یا ابا حمزۃ ان الناس کلھم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا یعنی ابو حمزہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت! بعض (باقی صفحہ ۳۸۱ پر)

جائے غور ہے کہ حسب اعتقاد شیعہ یہ تمام بھنگی، چوہڑے، شرابی، ڈوم، میراثی قلندر کنجر جو اکثر شیعہ کہلاتا ہیں بمنطوق احادیث مندرجہ اصول کافی چونکہ ان کی پیدائش طینت انبیاء کی زیادتی سے ہے۔ اس لئے قطعی جنتی ہیں۔ اور حسب روایت مندرجہ جلاء العیون یہی لوگ حلال زادہ ہیں۔ اور تمام بزرگان دین اہل سنت والجماعت و اولیاء کرام و مشائخ عظام و غوث و قطب و ابدال معاذ اللہ دوزخی اور غیر صحیح النسب ہیں ایسے اقوال یہودی بے ایمان عبداللہ بن سبا نے خود گھڑ کر ائمہ پاک سے منسوب کر دیئے۔ تاکہ شیعہ لوگ اس بات سے غرہ ہو کر جنت ان کے لئے واجب ہو گئی ہے، تمام بداعمالیاں شراب خوری زناکاری، چوری، رہزنی کرتے رہا کریں۔ ان کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔ شیعہ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

# پینتالیسواں مسئلہ رجعت

شیعہ کا ایک یہ بھی عجیب و غریب اعتقاد ہے۔ کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور حکومت کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہوگی وہ پہلا کام یہ کریں گے۔ کہ مدینہ منورہ میں جا کر دریافت کریں گے۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے تابعین اور حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کہاں کہاں مدفون ہیں۔ جب لوگ ان کی قبروں کا نشان دیں گے تو وہ ان سب کو کھینچ کر زندہ کر لیں گے۔ اور حضرت علیؓ حسنینؓ اور ان کی ذریت اور شیعوں کو بھی زندہ کریں گے اور ان کے روبرو اصحاب و ازواج رسولؐ اور ان کے اتباع کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر پھر ان کو مار دیں گے اور ان کی لاشوں کو درختوں سے ٹکا دیں گے۔ حضرت علیؓ و حسنینؓ ان کی ذریت اور شیعہ یہ انتقامی منظر دیکھ کر باغ باغ ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کے متعلق ملا باقر مجلسی نے ایک رسالہ "رجعت" لکھا ہے۔

---

(بقیہ ۳۸۰ کا) آدمی ہمارے مخالفین پر افترا کرتے ہیں۔ اور ان پر حرامی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ ان کو نہ چھیڑنا اچھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے ابوحمزہؓ! خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا تمام لوگ حرامی ولد الزنا ہیں العیاذ باللہ علمائے شیعہ کا یہ استدلال اگر خدانخواستہ صحیح ہو تو پھر جو سنی المذہب شیعہ ہو جائے تو اس کے حلال زادہ اور جنتی ہونے کی کیا صورت ہوگی (احقر منظور حسین مغفرلہ)

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب علی المرتضیٰ باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے ان حضرات پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر ان سے ڈر کر تقیہ میں گزار دی۔ ان کی گردن میں رسا ڈال کر کھینچا گیا۔ معاذ اللہ خاتون جنت کے بطن مبارک پر ضرب لگا کر محسن کو شہید کیا گیا دیکھو (جلاء العیون ص ۱۵۲) اور ان کی زندگی میں ہی نہیں۔ بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دل پر ایسا رعب طاری رہا۔ کہ ان کے خلاف کوئی عمل بھی کرنے کی جرأت نہ ہوئی نہ ورثا فاطمہ رضہ پر فدک رد کر سکے اور نہ نماز تراویح کو موقوف کرنے کی ہمت ہوئی۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کو رواج دے سکے، تو اب آپ کے پوتے امام مہدی جنہوں نے اپنی تمام عمر سُنی ملوک و سلاطین سے ڈر کر غار سر من رای میں محبوس رہ کر گزاری اور غار سے قدم باہر نہ نکالا۔ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے آجائے گی۔ کہ ان بہادران اسلام خلفائے ثلاثہ رضہ کو یوں اذیتیں پہنچا کر حضرت علی رضہ و حسین رضہ اور ان کے شیعوں کا دل ٹھنڈا کریں گے۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی۔ فضائل صحابہ کرام کا قرآن کریم اقوال ائمہ اہلبیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا۔ شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے۔ جن کو پڑھ کر ناظرین حیران ہونگے۔ کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتدا کس طرح ہوئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت رفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔

## عبداللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (صنعان) کا باشندہ یہودی تھا۔ بعدہٗ بظاہر اسلام لایا۔ لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تخریب اسلام کی جدوجہد میں سرگرم تھا۔ اور اسلام لانے کی غرض ہی یہی تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے۔ تاریخ طبری میں اس کا یوں حال لکھا ہے۔ عبداللہ ۳۲ھ میں مسلمان ہوا۔ مگر حضرت عثمان رضہ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بدنصیب ازلی

حضرت عثمانؓ کی غائبانہ برائیاں بیان کرتا تھا۔ اس نے مذہب رجعت کا ایجاد کیا۔
ملخص ترجمہ تاریخ طبری باب اول)

شیعہ کی کتاب اطواق الحمایۃ "بحث امامت پر سوید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے۔

اِنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یَنْتَقِصُوْنَ اَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُ عَلِیًّا وَ قُلْتُ لَوْلَا اَنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّکَ تُضْمِرُ مَا اَعْلَنُوْا مَا اجْتَرَءُوْا عَلٰی ذٰلِکَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَبَا ھُوَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ اَظْھَرَ ذٰلِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ ثُمَّ نَھَضَ وَ اَخَذَ بِیَدِیْ وَ اَدْخَلَنِی الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَ جَعَلَ یَنْظُرُ لِلْبِقَاعِ حَتّٰی اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ وَزِیْرَیْہِ وَ صَاحِبَیْہِ وَ سَیِّدَیْ قُرَیْشٍ وَ اَبَوَی الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَنَا بَرِیٌٔ مِمَّا یَذْکُرُوْنَ اَعَاقِبُھُمْ صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِالْجِدِّ والوفاء والجد فی امر اللہ یامران وینھیان ویقضیان ویعاقبان لایری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرأیھما
فَاِذَا یُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی عَنْ مَھْمَا فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ فَقُبِضَ وَ ھُوَ عَنْھُمَا رَاضٍ وَ الْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ کَمَا تَجَاوَزَانِ فِیْ اَمْرِھِمَا وَ سِیْرَتِھِمَا رَاْیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَ اَمْرَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَ بَعْدَ مَوْتِہٖ فَقُبِضَا عَلٰی ذٰلِکَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ فَوَالَّذِیْ خَلَقَ الْحَبَّۃَ وَ بَرَأَ النَّسَمَۃَ لَا یُحِبُّھُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاضِلٌ وَ لَا یُبْغِضُھُمَا اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَ حُبُّھُمَا قُرْبَۃٌ وَ بُغْضُھُمَا مُرُوْقٌ۔

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو ملا۔ جو شیخین کی تنقیص شان کرتے تھے۔ میں نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور عرض کیا۔ کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں سے متفق نہ ہو تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے۔ جس نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا حضرت علیؓ نے کہا۔ میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا شیخین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا۔ خود منبر پر چڑھے۔ پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی اور وہ سفید تھی۔ آپ کے آنسو بہ کر داڑھی پر گرنے لگے۔ آپ مسجد کے مکانات دیکھنے

گئے۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے۔ اس گروہ کا جو رسول اللہ کے بھائیوں آپ کے دو وزیروں آپ کے دو یاروں، قریش کے دو سرداروں، مسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ذکر کرتے ہیں میں ان کی اس جرات سے بیزار ہوں اور میں انہیں اس بات پر سزا دوں گا۔ رسولِ خدا کے دو اصحاب تھے۔ جو جدو جہد اور دیانداری سے احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے اور فصل خصومات کرتے اور مجرموں کو سزا دیتے تھے۔ رسول خدا ان کی رائے کے برابر کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے اور ان کی محبت کے برابر کسی کی محبت تصور نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ نے ان کو کار خدا میں مستعد و مضبوط پایا۔ آپ ان سے راضی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہوئے۔ انہوں نے اپنے کام و دستور میں حضور کی مرضی مبارک سے آپ کی زندگی میں تجاوز نہ کیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی پوری اتباع کی۔ اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔ خدا کی رحمت ان دونوں پر ہو ۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے دانہ کو چیرا اور زوج کو پیدا کیا۔ ان کا دوست مومن کامل ہے۔ اور ان کا دشمن بدنصیب خارج از اسلام ہے ان کی محبت باعث قرب الٰہی ہے۔ اور ان کی عداوت موجب زوال ایمان ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَضْمَرَ لَهُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرٰى ذَالِكَ اِنْشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ سَبَا فَسَيَّرَهٗ الْمَدَائِنَ وَقَالَ لَا تُسَاكِنَنِّیْ فِیْ بَلْدَةٍ اَحَدًا

خدا اس کو لعنت کرے جو ان کی نسبت سوائے خیر و خوبی کے اپنے دل میں رکھتا ہے اور اس کا ثمرہ دیکھ لے گا۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیجکر اس کو مدائن کی طرف نکال دیا۔ اور حکم نافذ فرمایا کہ یہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بغض، عداوت اصحاب رض کا بیج اس یہودی عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہمخیال آدمی پیدا کر رکھے تھے۔ اور ان کو ہتا تھا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی شکایت امیر علیہ الرضوان تک پہنچی تو آپ لاحول پڑھنے

لگے۔ اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے بر سر منبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائل شیخین رض کا اعتراف فرمایا۔ کہ رسول ص کے بھائی، راست باز و یاران غار، سرداران قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے۔ ان کے دشمنوں سے سخت بیزار اور انہیں سزا دینے پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخین نے رسول خدا کا پورے طور پر حق صحبت ادا کیا۔ اور تبلیغ احکام الہٰی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا حضور ص ان کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے اور ان سے سب سے بڑھ کر محبت و پیار فرماتے تھے۔ حضور ص ان سے راضی و خوشنود ہو کر فوت ہوئے۔ اور کافۃ المسلمین ان کے کارناموں پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے رسول پاک کی زندگی میں اور بعد وفات پورے طور اتباع کی۔ اور سر مو سیرت الرسول ص سے تجاوز نہ کیا حتی کہ اس پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس بلیغ خطبہ میں بالآخر حلفیہ طور پر فرمایا کہ جو شیخین رض سے محبت رکھے۔ وہی مومن کامل ہے۔ جو بد نصیب ان سے بغض و عناد رکھے وہ خارج از اسلام ہے۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے صریح فیصلہ پر صاد کریں گے۔ یا اس کو بھی تقیہ نامرضیہ پر محمول کرینگے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبا کو اس جرم پر کہ وہ لوگوں کو شیخین کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا۔ ملک بدر فرما دیا اور اس کے لیے یہ سزا تجویز کی کہ وہ مردود کسی ایک بستی میں رہنے نہ پائے تاکہ اپنا شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ در بدر مارا پھرے

ایک اور روایت کتب شیعہ سے لکھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد استرآبادی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَانْظُرْ وَالِی عِبَارَۃِ الکَشِّیِ ذَکَرَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ سَبَا کَانَ یَھُوْدِیًّا وَاَسْلَمَ وَوَالٰی عَلِیًّا وَکَانَ یَقُوْلُ وَھُوَ عَلٰی یَھُوْدِیَّتِہٖ فِیْ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَصِیِّ بِالْغُلُوِّ فَقَالَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ فِیْ عَلِیٍّ مِثْلَ ذَالِکَ فَکَانَ مِنْ اَشْھَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَۃِ عَلِیٍّ

عَلَيْهِ السَّلَامُ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهِ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَاَكْفَرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَصْلُ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ
رجال کشی م‌ا

عبارت کشی دیکھو بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اسلام لایا اور علیؓ کا محب بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانے میں یوشع موسیٰؑ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسول خدا کے فوت ہو جانے پر علیؓ کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا اور پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؓ کا اعلان کیا اور ان کے اعداء سے تبرا کیا۔ علیؓ کے مخالفین کو برا کہتا اور ان کو کافر قرار دیتا تھا یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل بنار یہودیت پر ہے۔

اس روایت نے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت یوشع خلیفہ موسیٰؑ کی نسبت غالیانہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امامت علیؓ (خلافت بلا فصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبداللہ بن سبا کی طرف سے ہوا اور لعنت تبرا کی سنت کا بھی وہی امام ہے۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ انہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہلسنت) کہتے ہیں کہ تشیع و رفض کا بانی و موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے اور رفض و تشیع یہودیت کی شاخ ہے۔ مبارک! مبارک!!

---

لہ ابن سبا کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قرب قیامت میں واپس تشریف لائیں گے۔ بلکہ اس نے متبعین میں یہ عقیدہ بھی پھیلا دیا تھا کہ حضرت علیؓ میں جزو الٰہی پائی جاتی ہے اور وہ معبود برحق ہیں۔ فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَلِيًّا هُوَ الْاِلٰهُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ علامہ تقریزی نے خطوط و آثار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قسم کے غالیوں کو آگ میں جلا دیا تھا اور غضب ہے۔ آگ میں یہ نعرے لگاتے ہوئے بخوشی داخل ہو جاتے تھے لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (یعنی آگ کا عذاب سوائے خدا کے اور کوئی نہیں دیتا) اور بخاری شریف میں حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے اُتِیَ عَلِیٌّ بِزَنَادِقَۃٍ

(باقی صفحہ ۳۸۷ پر)

۷ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبداللہ یہودی ہے تو وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو بات بالا پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ بہر حال بقول شخصے ؎

ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں، حق بر زبان جاری اس امر کا انہیں اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علی رضؓ کے بھیس میں حضرات شیخین رضؓ سے بغض و عناد کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی۔ جلا وطنی کی سزا بھی پائی۔ جناب امیر علیہ السلام نے برسر منبر اس کو اور اس کی ذریت کو پھٹکار بھی کی۔ لیکن جو شرارت کا تخم بو چکا۔ اس نے آخر بار آور ہونا تھا۔ پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ رضؓ کرتے رہے اب علانیہ ہونے لگی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

# شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کرنی تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلا وطنی میں مختلف قسم کی تعلیم دی۔ بعض کو یہ کہا۔ کہ علی رضؓ خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا۔ کہ وہ نبی ہیں۔ وحی ان کے پاس آتی تھی لیکن غلطی سے جبرئیل محمدؐ کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا کہ وصی نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے۔ ان کی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوطہ میں موجود ہے۔ لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان کرنا ہے۔ جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقہ جات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیعہ ہیں کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت

(بقیہ صفحہ ۳۸۶ کا) ناحرقھم (یعنی زندیق لوگ حضرت علی کے پاس لائے گئے اور آپ نے ان کو جلا دیا)

منقول از النجم رجادی آخر ۱۳۴۲ھ (احقر مظہر حسین غفرلہٗ)

کے قائل ہیں۔ بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور وہ زیادہ ہیں جو ان کو وصی نبی اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں غلو کرتے ہیں۔ کہ رسول مو پاک سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدا کی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں۔

حق الیقین اردو ص۳۷ میں ہے کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال و محاسن صفات اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو ان کے سبب شاہدہ کرتے تھے۔ غالیوں میں سے بعض کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے ص۱۶ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے ائمہ ہدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگوں پر چھوڑ دیا۔ پھر اسی کتاب کے ص۱۹ میں لکھا ہے بعض غالیان شیعہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور آئمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے۔ یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے یا ان کی صورت میں ظاہر ہے۔

نیز حق الیقین ص۱۱۶ میں ہے۔ بعض غالیوں کا یہ قول ہے کہ حضرت امیر رض حضرت رسول اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا، نفع و نقصان پہنچانا موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر معطل ہو گیا۔ اور خدائی کے کل اختیارات ائمہ اہلبیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسول ؐ اور حضرت علی رض اور ائمہ اہلبیت میں حلول کیا ہے اور ان سے متحد ہو گیا ہے یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب امیر رض حضرت رسول ؐ سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے کہ یہ سب شیعان علی رض ہیں اور ان کے دیگر ائمہ ہدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں بقول شخصے ؎

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

یہ ساری مہربانی یہودی یمنی صنعانی (ابن سبا) کی ہے جس نے اس نئے نرالے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری اور باطنی سے اپنے متبعین (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور آئمہ اہلبیت کو اگر خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ آئمہ ہدیٰ علم ماکان و مایکون رکھتے ہیں۔ مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے۔ چاہے مریں چاہے زندہ رہیں آسمان و زمین و مافیہا کا انکو کلی علم ہے۔ حق الیقین صد ۳۳۶ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے کہ بادل اور برق و رعد، نور و ظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا، سورج، چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں۔ اب بتایئے خدا کی قسم کونسی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض وہ تمام خیالات جو تمام فرقوں میں پائے جاتے ہیں؛ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کی کتب حدیث و تفسیر میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غال شیعوں سے کبھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یا اللہ کے بجائے یا علی رض کا ورد پکارتے ہیں۔ السلام علیکم کے بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنالیا ہے۔ یا علی مدد اس سے ان کے عقیدہ کی کہ وہ حضرت علی رض کو خدا سے کم نہیں سمجھتے۔ پوری تصدیق ہوتی ہے اور آپ کی نبوت یا افضل النبی ہونے کا یقین تو رگ و ریشہ میں سمایا ہوا ہے۔ چنانچہ اشعار ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) غَلَطَ الْاَمِیْنُ فَجَازَ ھَا عَنْ حَیْدرٍ۔ (یعنی جبرائیل امین نے غلطی کر کے نبوت علی رض کو نہ دی (۲) جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بے چون۔ در پیش محمد شد و مقصود علی رض بود جبرئیل جو درگاہ الٰہی سے آیا اور محمد کے پاس چلا گیا۔ در اصل مقصود تو علی رض تھے)

چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں۔ جو عبداللہ بن سبا نے قائم کی۔ اس لیے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی امر اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ مہربانی اسی استاد ازل (ابن سبا) کی ہے۔

ہر خس و خار کہ دورہ نمودے دارد ۔۔۔ آخر اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ثم آمین

# شیعہ کا ادّعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدمؑ، نوحؑ ابراہیمؑ، موسیٰؑ سب شیعہ تھے۔ رسول پاک بھی شیعہ تھے۔ ؎

برین فہم و ادراک باید گریست

ان کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے۔ جب بقول ان کے غصب خلافت ہوا۔ جو لوگ تین یاروں کو نہیں مانتے اور ایک حضرت علیؓ کو مانتے ہیں۔ وہ شیعہ اور رافضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ اور ابراہیمؑ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد۔ جب نہ حضرت علیؓ تھے۔ نہ باقی یاران نبیؐ اور حضرت رسولؐ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام و سحر کے رفیق، سفر و حضر کے ہمدم کیوں ہوتے۔ حضور ان کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا کہ آپ شیعہ نہ تھے ورنہ یہ تین بزرگوار یاران نبی نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علیؓ بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے مشیر کار ہر امر میں ان کے معین و مددگار نہ بنے رہتے۔ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح کر کے دیتے۔ ان کی مدح و توصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربارِ مرتضوی میں بھی دربارِ مصطفوی کی طرح شیعیت کو جگہ نہ ملی۔ بلکہ آپ مجمع عام میں بر سر منبر اصحاب رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو شیعیت کا سراغ چلتا ہے تو اسی ابن سبا سے جس کو حضرت امیرؓ نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا اور وہ ملک بہ ملک مارا مارا پھرتا رہا۔

# لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا (شیعہ مبارک)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۲) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ شیعہ (اے میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۲۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا (پارہ ۷ پاؤ ۳) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ اسریدوں، فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (پارہ ۲۱۔ پاؤ ۱) یعنی اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں بت پرستوں اور مخالفان دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (پارہ ۱۴۔ پاؤ ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے۔ ان سے ٹھٹھے عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۱۴۲ میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

(۶) كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ اِنَّهُمْ فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں کے ساتھ وہ شک و بدگمانی میں پڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۹۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ ان کافروں کو کہا گیا ہے جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے اور جن پر عذاب نازل ہوا۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ (پارہ ۲۷، پاؤ ۲) یعنی ہو نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں کو۔ اشیاع جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۳۳۱ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پارہ ۱۶، پاؤ ۶) یعنی قسم ہے تیرے رب کی کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں کے ساتھ پھر حاضر کریں گے انہیں گرداگرد دوزخ کے جب دو زانوؤں کے بل چل کر آئیں گے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (پھر ہم نکالیں گے دوزخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا ان سے سخت خدا سے سرکش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا نافرمان شیعہ ہوگا۔ پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۶۱۶ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا۔ پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔

ان آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار مشرکین، فتنہ باز، فسادیوں، یہود و نصاریٰ، سرکش، شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے پھر شیعہ خود ہی غور کریں کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔ اگر لفظ شیعہ پر ناز ہے تو لیجئے ان آیات کا مصداق بننا گوارا کیجئے۔ آخر قرآن ہی کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخصے ؎

کعبے سے ان بتوں کو نسبت ہے دور کی ؛ گو واں نہیں، وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں

ہاں ان دو آیت میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنی میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ اپنی قدامت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ وَ ھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ ط پارہ ۲۰، پاؤ ۲) یہ اس کے گروہ سے اور یہ اس کے دشمنوں سے شیعہ کہتے ہیں کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسٰےؑ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا ہے لیکن یہ محض شیعہ کی نافہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت موسیٰؑ کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا مگر منافق و مشرک تھا اور اسی گروہ میں سے تھا جو اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام سامری تھا جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے پہلے دن بھی اسی شیعہ کو لفظ مجرمین[1] میں شمار کیا پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف[2] فرما دیا۔ اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ (یعنی تو ایک مفسد بدخواہ بظاہر گمراہ ہے) پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا اطلاق اچھے شخص پر نہیں بلکہ برے شخص پر ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰ کا دوست نما دشمن (منافق) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبت سفر برداشت کرتے ہوئے ایک نیک مرد شعیب کے ہاں جا کر پناہ لی کئی سال اپنے وطن سے جلا وطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔ (۲) وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۔ (یعنی اس کے گروہ میں تھا۔ ابراہیم جب کہ آیا رب اپنے کی طرف سے سلامت دل لے کر) شیعہ کہتے ہیں یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیم پیغمبر

---

ے۱ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ (موسیٰؑ نے کہا اے رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر میں کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا۔ یعنی ایک مفسد بدکار کی مدد کر کے ایک جان کو ضائع کیا ہے پھر ایسا کبھی نہ کروں گا۔

ے۲۔ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ۔ صبح کو موسیٰؑ اٹھا۔ اس شہر میں گھبرایا ہوا راہ دیکھتا اچانک وہی شخص نظر آیا جس نے کل مدد مانگی تھی اس سے فریاد کرتا ہے۔ موسیٰ نے کہا بیشک تو صریح گمراہ ہے۔ یہ وہی شیعہ تھا جس نے پہلے روز اشتعال دلا کر ایک آدمی مروا ڈالا دوسرے

باقی ص ۳۹۴

پر اطلاق ہوا ہے اور ابراہیمؑ شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن دانی کا نتیجہ ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف دل ہو کر آگئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آگئے۔ جو نوحؑ کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی اور نوحؑ کے وعظ و نصیحت سے ان کو کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے کہ اے رسولؐ تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعوں کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی سمجھ کا فرق ہے ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ | لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں اس لئے ہم لفظ سنت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں۔

# قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

(۱) سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

(عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۱۶) میں ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔

(۲) يُرِيدُ اللهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ط (پارہ ۵ پاؤ ۱) عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ "ہدایت کرے اللہ تم کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ گزرے"

(۳) سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ط سنت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سنت و دستور میں تفاوت"

---

(بقیہ صفحہ ۳۹۳) روز پھر اسی طرح چلا تھا ہوا آپ کو ستانے کے لئے آیا تو آپ نے اسے کہہ دیا۔ ہٹ جاؤ تم ایک مفسد صریح گمراہ آدمی ہو۔ ۱۲

یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صہ ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں کو جھٹلا دے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو اور نہ پائے گا تو اے محمدؐ واسطے اس سنت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِيلًا (پارہ ۲۶۔ پاؤ ۲) عمدۃ البیان جلد ۳ صہ ۲۷۲ میں ہے۔ یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (پارہ ۱۴۔ پاؤ ۱) "گزر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا"

(۶) اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (پارہ ۱۵۔ پاؤ ۴) عمدۃ البیان جلد ۲ صہ ۲۸۸ میں ہے۔ یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلوں کو۔

(۷) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ط عمدۃ البیان جلد ۳ صہ ۱۱۹ میں ہے۔ سنت طریقہ خدا کا ہے۔ اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے (۸) قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ط وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ط کفار کو کہہ دیجیے اگر وہ باز آجائیں ان کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا تو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے" (یعنی خدا ان سے وہی سلوک کرے گا جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے۔

(۹) فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۲۲) یعنی وہ نہیں دیکھیں گے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے اور پھر سنی اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو سنت الرسول کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ

متبع السنت رہے۔ اسی کی تاکید رسول پاک اور آئمہ ہدیٰ کرتے رہے کہ سنت الرسول کو کبھی نہ چھوڑنا لیکن آج مدعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو جہالت سے لفظ سنت اور اہل سنت پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں کہ رسول پاکؐ اور ائمہ اہلبیت سنت الرسولؐ کے اتباع کی تاکید فرماتے رہے۔

# اتّباع سنّت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں ہے۔ شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور حضرتؐ کو معلوم ہوا کہ اب زمانۂ وفات قریب ہے۔ ہمیشہ خطبہائے بلیغ فرماتے تھے اور لوگوں کو اپنے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے اور وصیت فرماتے تھے کہ میرے طریقہ سنت سے دست بردار مت ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ میں جناب امیرؑ کی آخری وصیت کے الفاظ یوں درج ہیں، میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شرک خداوند بزرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا اور سنت و طریقہ حضرت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔

(۳) نہج البلاغت صفحہ ۱۳۵ میں ہے۔ میں تم کو دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری محمدؐ کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبرؐ کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی میں ہے، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ جو شخص میری سنت سے روگرداں ہو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھیے رسول پاکؐ اور جناب امیرؑ نے جو وصیت بوقت وفات فرمائی وہ اتباع سنت رسولؐ ہے۔ امام کی تعریف بھی یہ بیان کی کہ جو سنّت نبویؐ کا عامل ہو اور جو سنت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہلسنت پر تمسخر کرتے ہیں۔ وہ رسولؐ

پاک اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں. بیشک بقول رسولؐ و ائمہ اہلبیتؓ بشہادت کتب شیعہ وہی فرقہ حقہ ناجی ہے جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی ہسٹری قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی کہ لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جا بجا فرعونی گروہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ پر ہوا۔ پھر تعجب ہے کہ شیعہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ شیعہ کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے ؎

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے — لیتا تھا کام منہ کا شکم میں کیا یہ ناف سے

# شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے اور جس قرآن جمع کردہ علیؓ پر ان کا ایمان ہے وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا اور ظاہر ہے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے اور کروڑوں آئندہ مریں گے۔ لیکن اس موہوم قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے۔ ہم دلائل سے بیان کریں گے کہ صحیح حدیث کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس لئے کہ رواۃ حدیث ایسے ملے ہیں کہ ان کے سرغنوں پر ائمہ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت سست کہا۔ ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

# راویان حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت ہیں اور منجملہ مبشر بالجنۃ ہے رجال کشی صـ۱۱۳ اس کی نسبت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں۔ زُرَارَۃُ شَرٌّ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصٰریٰ رجال کشی صـ۱۰۶، خدا کی لعنت ہو زرارہ پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یہی زرارہ صاحب

ہیں جنہوں نے امام محمد باقر کو بڈھا بے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی ۵۵ میں ہے کہ زرارہ کو امام ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی۔ جب امام نے زرارہ کو اس پر تنبیہ کی تو کہنے لگا۔ شَیْخٌ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالْخُصُوْمَةِ (اس بڈھے کو خصومت کا علم نہیں ہے)

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ زرارہ پر امام نے اور امام پر زرارہ نے لعنت کی (معاذاللہ) دوسرا راوی ابوبصیر ہے جس نے امام جعفر صادق کو طامع بتایا جس پر کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا امام موسیٰ کاظم کو ناقص کہا۔ (تنقیح ص ۱۶۸)

ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں۔ جس کی نسبت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (مختار امام زین العابدینؒ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا یعنی ان کے نام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حکم بن عینیہ ہے۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عینیہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز مغرب مزدلفہ سے ورے پڑھے۔ اس پر امام جعفر صادق نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔

مَا قَالَ اَبِيْ هٰذَا قَطُّ كَذِبَ الْحَكَمُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَلٰى اَبِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ (رجال کشی ص ۲۷) میرے باپ نے ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عینیہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے" امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں كَانَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلٰى عَلِيِّ ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ (رجال کشی ص ۱۵) یعنی امام حسنؓ کے لئے ایک کذاب تھا۔ جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا جو امام حسینؓ پر جھوٹ باندھتا تھا مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد محمد باقر پر جھوٹ باندھنے والے تھے، پھر بتایئے جب ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والامقام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں مشتہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ امام حسنین رضہ اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر تک حضرت صادق عہ نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو پھر احادیث شیعہ کا اعتبار کیا رہا؟

اور سنیئے امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

كَانَ بَنَانُ يَكْذِبُ عَلَىٰ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَا ذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ مُغِيْرَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلَىٰ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَا ذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ بَشِيْرٍ يَكْذِبُ عَلَىٰ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَا ذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَكَانَ أَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَىٰ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَا ذَاقَهُ اللهُ حَرَّ الْحَدِيْدِ وَالَّذِي يَكْذِبُ عَلَىٰ مُحَمَّدِ ابْنِ فُرَاتٍ

در رجال کشی ص۱۹۵) یعنی "بنان امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ خدا اُسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ مغیرہ بن سعید امام باقر پر محمد بن بشیر موسیٰ رضا پر۔ ابوالخطاب امام صادق پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے۔" دیکھیے امام صادق نے تو صرف امام باقر تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی۔ لیکن امام رضا نے اپنے زمانے تک کے کذابوں کی تشریح کر دی جو اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ بقول شخصے۔ ع

این خانہ تمام آفتاب است

جب تمام رواۃ کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ کافی۔ تہذیب استبصار وغیرہ میں بھری ہیں۔ جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ کہ ائمہ طاہرین نے ایسا فرمایا (کما مر تفصیلۂ) اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کی کار گزاری ہے کہ جنکو زرارہ۔ ابوبصیر۔ مختار۔ مغیرہ جیسے سرگرم ممبر مل گئے۔ جو کہ ذہیں بیٹھ کر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ استاد کا اور نہ تک پہنچا ضروری ہے روایت

حدیث کے لئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے کہ کسی امام کے ذمہ لگا کر روایت سے سبکدوش ہو جائے۔ اس لئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری کو باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقس علیٰ ھذا ۔

# روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے اور جس وقت حدیث کو بیٹے سے سنا ہو، وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے کہ حدیث کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اول و آخر و درمیان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کی جائے اور کسی کی کتاب میں کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ کر دے اس کی روایت قبول کر لینا جائز ہے۔ سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی عنہ کو گناہ ہوگا۔ یہ جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْکَ فَاَزِیْدُ وَاَنْقُصُ قَالَ اِنْ تُرِیْدُ مَعَانِیَہٗ فَلَا بَاْسَ بِہٖ (اصول کافی ص۲۸) محمد بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفر سے دریافت کیا۔ کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے؟ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہوں تو کچھ حرج نہیں۔"

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحَدِیْثُ اَسْمَعُہٗ عَنْکَ اَرْوِیْہِ عَنْ اَبِیْکَ اَوْ اَسْمَعُہٗ عَنْ اَبِیْکَ اَرْوِیْہِ عَنْکَ قَالَ سَوَآءٌ اِلَّا اَنَّکَ تَرْوِیْہِ عَنْ اَبِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ لِجَمِیْلٍ مَا سَمِعْتَ مِنِّیْ فَارْوِہٖ عَنْ اَبِیْ (اصول کافی ص۲۹) ابو بصیر نے امام جعفر سے کہا۔ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو، وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے والد سے سنوں وہ آپ سے روایت

کر سکتا ہوں یا نہیں ؟ آپ نے کہا۔ دونوں روایت کرنا یکساں ہے مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے "

(۳) عَنْ ابْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ ؑ یَجِیْئُنِی الْقَوْمُ فَیَسْمَعُوْنَ مِنِّیْ حَدِیْثَکُمْ فَاَضْجَرُ وَلَا اَقْوٰی قَالَ فَاقْرَأْ عَلَیْہِمْ مِنْ اَوَّلِہٖ حَدِیْثًا وَمِنْ وَسَطِہٖ حَدِیْثًا وَمِنْ اٰخِرِہٖ حَدِیْثًا (اصول کافی ص۲۹) "عبداللہ نے امام جعفر سے کہا۔ میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں۔ اور میں بیان حدیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا اول و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو۔"

(۴) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الْحَلَالِ قَالَ کُنْتُ لِاَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا الرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِنَا یُعْطِیْنِی الْکِتَابَ وَلَا یَقُوْلُ اِرْوِہٖ اِنِّیْ یَجُوْزُ لِیْ اَنْ اَرْوِیَہٗ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ الْکِتَابَ لَہٗ فَارْوِہٖ عَنْہُ (اصول کافی ص۲۹) "احمد بن عمر حلال نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو۔ اور یہ نہ کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کرو۔ کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہ ؟ آپ نے کہا کہ اگر تجھے معلوم ہے کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِیْثٍ فَاَسْنِدُوْہُ اِلَی الَّذِیْ حَدَّثَکُمْ فَاِنْ کَانَ حَقًّا فَلَکُمْ وَاِنْ کَانَ کَذِبًا فَعَلَیْہِ (اصول کافی ص۲۹) "امام جعفر صادق ؑ نے کہا۔ امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو تو تم اس کے راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہے تو تمہیں ثواب ہوگا جھوٹی ہو تو اس کا گناہ بگردن راوی ہے۔

اب دیکھئے۔ اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو۔ تو حدیث کا کیا اعتبار اصول کافی ص۲۶ میں رواۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اول منافق۔ دوم مخطی صادق فی الوہم۔ سوم مصیب (لیکن حدیث منسوخ بیان کرتا ہے) چہارم مصیب (جو حدیث غیر منسوخ بیان کرتا ہے) پھر جب منافق اور مخطی اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز ہے۔ تو حدیث کس طرح معتبر سمجھی جائے گی۔ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ ثواب ہے۔ اس لئے یہ پتہ لگنا مشکل ہے کہ راوی نے حدیث کو سچے دل سے سچ سمجھ

کر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف اور مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھ دیا ہے۔

## ائمہ اہلبیت پر جھوٹ کا الزام

**ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب:**۔ اہلبیتؓ کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہتان باندھا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ۔ چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی صہ ۳۷ میں درج ہیں اس کا انکشاف ہوتا ہے

(۱) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ مَا بَالِیْ اَسْئَلُکَ عَنِ الْمَسْئَلَۃِ فَتُجِیْبُنِیْ فِیْھَا بِالْجَوَابِ فَیَسْئَلُکَ غَیْرِیْ فَتُجِیْبُہٗ فِیْھَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ اِنَّا نُجِیْبُ النَّاسَ بِالزِّیَادَۃِ وَ النُّقْصَانِ (منصور بن حازم کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا کیا وجہ ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کو بڑھا گھٹا کر جواب دیتے ہیں۔

(۲) عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍؑ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَسَئَلَہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَ اَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بِخِلَافِ مَا اَجَبْتَ بِہٖ صَاحِبَہٗ فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا خَیْرٌ لَّنَا وَ اَبْقٰی لَنَا وَ لَکُمْ وَ لَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَّاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَ لَکَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَ بَقَائِکُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ شِیْعَتُکُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوْھُمْ عَلَی الْاَسِنَّۃِ اَوْ عَلَی النَّارِ لَمَضَوْا وَ ھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنْ عِنْدِکُمْ مُخْتَلِفِیْنَ قَالَ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْہِ (اصول کافی صہ ۱۰۲) زرارہ بن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا۔ جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر

وہی مسئلہ ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف جواب دیا۔ پھر ایک تیسرا شخص آگیا اور وہی مسئلہ پوچھا۔ اور اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص سے بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے پوچھا۔ حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں جنہوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا کہ اے زرارہ! یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارہ میں تم کو سچا سمجھ لیں گے اور یہ ہماری اور تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ یہ لوگ تمہارے (راسخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم نیزوں پر یا آگ پر برانگیختہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ سے یہ لوگ مختلف و متعارض جواب سن کر جاتے ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے وہی جواب دیا جو ان کے والد نے دیا تھا۔"

ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ ائمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں تین ایسے اشخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں تین مختلف متعارض جواب دیں۔ مثلاً ایک کو کہیں۔ کہ یہ چیز حرام ہے دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ حلال نہ حرام۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دو صریح جھوٹ۔ اور ایسا جھوٹ کہنا موجب درازی عمر اور بقائے حیات سمجھا جائے۔ پاک لوگوں کے منہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے) اگر بفرض محال ائمہ اہلبیتؓ کا یہ حال تھا کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق سچ جھوٹ کہہ دیتے تھے۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار ہوگا۔ اور وہ کیونکر قابل عمل ہوں گی۔ جب ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہے تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا دونوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی۔

## اہل سنت سے عداوت

ایک اور بات بھی از بس عجیب ہے۔ جو بذمہ اہل بیت افترا کیا گیا ہے۔ کہ ان کا فتویٰ

ہے کہ اہلسنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنت الرسولؐ کے مطابق کیوں نہ ہو۔ اس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ اصول کافی ص ۳۹ میں ہے قُلْتُ فَاِنْ کَانَ الْخَبَرَانِ عَنْکُمْ مَشْهُوْرَانِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْکُمْ قَالَ یُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُکْمُهٗ حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَیُؤْخَذُ بِهٖ وَیُتْرَکُ مَا خَالَفَ حُکْمُهٗ حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ جعلت فداکؑ ارایت ان کان الخبران عرف حکمها من الکتاب والسنۃ وَوَجَدْنَا اَحَدَ الْخَبَرَیْنِ مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْاٰخَرُ مُخَالِفًا لَهُمْ بِاَیِّ الْخَبَرَیْنِ یُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِیْهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَؑ فَاِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبَرَانِ جَمِیْعًا قَالَ یُنْظَرُ اِلٰی مَا هُمْ اَمْیَلُ حُکَّامُهُمْ وَقُضَاتُهُمْ فَیُتْرَکُ وَیُؤْخَذُ بِالْاٰخَرِ۔ راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ و سنت الرسول کے مطابق ہو اور عامہ (اہلسنت) کے مخالف ہو۔ اس کو لیا جائے۔ اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا کہ اگر دونوں حدیثیں کتاب و سنت سے ماخوذ ہوں۔ اور ایک اہلسنت کے مطابق اور دوسری ان کے مخالف ہے ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہلسنت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے۔ میں نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں اہلسنت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان میں سے جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے۔"

جائے غور ہے کہ اہلبیت کو اہلسنت سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ اگر ان کا قول مطابق کتاب اللہ اور سنت الرسول بھی ہو اور اسی کے مطابق ائمہ کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی الامکان اس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ حاشا وکلا۔ پاک لوگوں کی کسی سے عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مل گیا سر جھکا دیا۔ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا اِلٰی مَنْ قَالَ۔ ایک مسلّم مقولہ ہے۔ سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے جو اسلام میں تفرقہ کی بنا ڈالنے کے لئے ایسے ایسے خرافات لکھ دیئے گئے ہیں۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول ‏ شرم بادا از خدا و از رسولؐ

اب ہم شیعہ کے بعض مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تعزیہ داری ماتم، سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے۔ جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

# تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرم کی ایجاد و اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنت یزید تازہ کرنے کے لئے سال بہ سال ماہ محرم میں کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ شیعیان حسینؑ کے لیے نجات اخروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسینؑ میں سینہ کوبی کر لیں۔ ماتمی لوگ بغیر کسی پرسش کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور ان سے نہیں پوچھا جائیگا کہ تم نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں۔ یا نہیں۔ شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں۔ جیسا کہ ان کا اعتقاد ہے کہ مسیحؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسینؓ ہے۔ ہمارے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس ماتم قائم کر کے خوب روئیں اور پیٹیں ہم بخشے جائیں گے۔ اور جنت ہمارے لئے رکھی ہے سنیوں کی کیا مجال ہے کہ جنت کا نام بھی لے جائیں گے۔

ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا ہے۔ ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعہ کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالف ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبر یا امام سے ہوا۔ اگر کسی نبی یا امام یا صحابیؓ سے اس کی ابتداء ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ سب کچھ بدعات محرم سے ہے اور بس۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ شہادت حسینؓ کے بعد اس کی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس سے بیشتر بھی کئی بزرگان دین شہید ہوتے رہے۔ پھر کیوں سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا۔

جناب امیر علیہ السلام نہایت بیدردی سے مسجد میں شہید کیے گئے حسنین رضی اللہ عنہما نے ان کے غم میں مجالس ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی زہر خورانی سے شہید کیے گئے حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے محشر خیز واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیٹنے کی رسم ادا کی۔ ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تعزیے نہیں نکالے۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہدائے کربلا کا غم ہوگا کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔ مگر اہلبیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی نوحہ، بکا، مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی رسم ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ بدعات باعث ثواب اور موجب نجات ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جابجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے اور مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (اے رسول ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم خدا کے لئے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے)

مسلمانوں کو ارشاد ہے:۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (صبر اور نماز کے وسیلے سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے۔ ہاں ان ڈرنے والوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں)

پھر معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے کہ کوئی واقعہ ہائلہ (مصیبت) پیش آجائے، سوانگ بنا کر خوب جزع و فزع۔ کپڑے پھاڑو۔ رخسارے طمانچوں سے لال کرو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہو لہان کر دو۔ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو جو سترہ ہزار آیت کا ہے۔ جو ابھی گوشہ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر سے پر ہے اور کسی ایک جگہ بھی جزع فزع

کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی صفحہ ۱۴۱ میں یہ حدیث ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَھَبَ الرَّاْسُ ذَھَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِکَ اِذَا ذَھَبَ الصَّبْرُ ذَھَبَ الْاِیْمَانُ۔ امام صادقؑ نے فرمایا صبر ایمان کے سر کے بجا ہے۔ جب سر کٹ جائے تو جسد بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چھوڑ دیا جائے ایمان جاتا رہتا ہے" پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے اور روتے پیٹتے، سینہ کوبی کر کے بے صبری دکھاتے ہیں۔ بشہادت حضرت امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں ائمہ اہلبیت نے جزع فزع سے یہاں تک منع فرمایا ہے کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۲۲ میں درج ہے:۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ اب برخلاف اس کے جو لوگ منہ پر طمانچہ رسید کرنا اور سینہ کوبی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادقؑ کے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے جو نہج البلاغت ص ۹۳ ش ۲۳۸ مطبوعہ طہران میں یوں درج ہے:۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَہٗ وَھُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْھِیْزَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَاءً وَلَوْلَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَھَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ۔ امیر علیہ السلام نے رسول پاکؐ کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور آسمانی وحی ہیں آپ ایسے خاص ہوئے کہ ماسوائے سے قطع کر دیا اور آپؐ کا فیض ایسا عام ہوا۔ کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے۔ اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع

سے منع نہ کر دیا ہوتا تو آج ہم آپؐ کی وفات پر آنسو بہا کر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی)

دیکھئے! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسولؐ پر جزع فزع چھوڑ کر صبر سے کام لینا اور اس پر رسولؐ پاک کے امر بالصبر و نہی عن الجزع کو دلیل پیش کرنا اس امر کی فیصلہ کن دلیل ہے کہ بعد از رسول اور کسی شخص کی وفات و شہادت پر جزع فزع کرنا اور بے صبری دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمان کے لیے بالخصوص اصحابؓ و اہلبیتؓ رسولؐ کے لیے ہو نہیں سکتا اور جب غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضےٰؓ کو تھا کسی اور شخص کی وفات سے کسی دیگر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع فزع اور سینہ کوبی تو کجا آنسو بہانے کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات پر یا شہادت پر اس کے خلاف رونا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا روا ہو سکتا ہے یہ کسی ایسے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دارومدار ہے اس لیے کہ شیعہ کو ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بغیر ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا ہے

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر ۔۔۔ تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

# رسول پاکؐ کی وصیت دربارہ ممانعت جزع و فزع

اس بارہ میں ناطق فیصلہ آنحضرت کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات آپ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۶۶ میں لکھا ہے۔

" اے فاطمہؓ واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریباں چاک نہ کرنا چاہیئے اور بال نوچنے نہ چاہئیں اور واویلا نہ کہنا چاہیئے۔ و لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے مرنے میں کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد میں آتا ہے اور میں نہیں کہتا ہوں کہ موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں۔" نیز اسی کتاب

کے ص۶۷ میں یوں لکھا ہے۔

"ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام باقرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے وقت وفاتؐ جناب سیدہؓ سے کہا۔ اے فاطمہؓ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔"[1]

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضورؐ اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہؓ کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کا تم کو صدمہ عظیم ہوگا مگر جہال کی طرح جزع فزع مت کرنا۔ نہ سر پیٹنا، نہ گریبان چاک کرنا، نہ واویلا کرنا اور نہ نوحہ کرنا۔ نہ نوحہ گروں کو گھر میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے کہ اپنے والد سردار دو عالمؐ کا ماتم خوب زور و شور سے کرنا خوب ہی سر پیٹ کر اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا اطراف سے نوحہ گروں کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرما دی تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ حرکات ممنوع ناجائز داخل معصیت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے۔ بلکہ میت کو بھی ایذا ہوتی ہے جلاء العیون ص۷۷ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت اہلبیتؓ و اصحابؓ کو فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

"پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰت بھیجنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا۔"

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ۱ میں یوں درج ہے۔

---

[1] ایسا ہی شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد نمبر ۲ ص۲۲۸ میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ عِنْدَ وَفَاتِہٖ بِفَاطِمَۃَ لَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا تُرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً۔ رسول نے بوقت وفات حضرت فاطمہ کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیٹنا۔ بال نہ بکھیرنا واویلا نہ کرنا اور نوحہ نہ کرنا۔

# امام جعفر صادق کا فتویٰ کفر

حضرت امام جعفر صادق نے ماتمیوں کے لئے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا ص۱۲۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ صَبُوْرٌ وَاِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ جَزُوْعٌ (ترجمہ) امام صادق نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے اور اسے مصیبت آجاتی ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت امام نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے، دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

# جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتادی ہے:۔

چنانچہ دوسری حدیث میں ہے، عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَا الْجَزْعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِہٖ فروع کافی جلد ا ص۱۲۱ (جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادق سے پوچھا جزع کیا ہے فرمایا۔ انتہائی جزع ویل وعویل کی پکار کرنا اور منہ پر طمانچے لگانا، سینہ زنی کرنا، بال نوچنا۔ اور جس نے نوحہ (ماتم) کیا اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا۔ یہ بات ام نشرح ہے کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل وعویل کیا کرتے، منہ پیٹتے، سینہ کوٹتے اور بال اکھیڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ امام والا مقام یہ کافر ہیں اور

اور خلاف شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہل بیت کو بغور پڑھ کر اس فعل شنیع سے باز آئیں گے؟

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا، قول رسولؐ قول جناب امیر اور اقوال امام جعفر صادق پیش کر دیئے ہیں خدا اور رسول خدا نے صبر کا حکم دیا اور جزع سے منع کیا ہے اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جزع کا فتویٰ دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادقؑ کے تو صریح الفاظ ہیں جزع کی تشریح فرما کر فتویٰ دیدیا ہے کہ جزع و فزع کرنے والے سب کافر ہیں ایسا ہی جناب امام حسینؓ نے بھی اپنے عمل سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے۔ صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا صـ۱۱۹ میں ہے۔ لَمَّا اُصِیْبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نَعَی الْحَسَنُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَ ھُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَأَ الْکِتَابَ قَالَ یَا لَھَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَھَا مَعَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ مِنْکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَہٗ بِیْ فَاِنَّہٗ لَنْ یُصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ اَعْظَمَ مِنْھَا وَصَدَقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ط جب جناب امیرؓ کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت امام حسنؓ نے اپنے بھائی حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی۔ جب امام حسینؑ نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آ جائے۔ وہ میرے واقعہ ہائلہ وفات کی مصیبت کو یاد کرے کیونکہ وفات رسول سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس خبر وحشت اثر کو سن کر ذرہ بھر جزع و فزع نہ کی بلکہ صبر و شکیب سے کام لیا اور یہ فرمایا کہ وفات رسول سے بڑھ کر بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم ہے تو پھر کس مصیبت پر بے صبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

## امام حسین کی آخری وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر جلد صـ۲۹۷ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ نے کربلائے معلی میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میر

حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا۔ اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا الخ۔

اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی شہداء کربلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا ناجائز ہے اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں یہ وصیت فرما دی کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا، نہ پیٹنا، نہ بال نوچنا، نہ گریبان چاک کرنا۔ بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا کہ جناب سیدہؓ نے وفات رسول پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف ماتم حسین میں اس قدر طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں کہ عورتیں مرد جمع ہو کر سینہ کوٹتے منہ، پیٹتے ہائے والے کی دوہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ یہ سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کے حکم کی نافرمانی کرتے اور خدا اور رسولؐ کو ناراض کرتے ہیں۔ ع

نہ اس پر بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے!

فی زمانناً جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں میں معطر تیل لگا کر کنگھی پٹی کئے ایک دوسرے کی دیدبازی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور راگ ممنوع میں سُر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سینہ زنی کی جاتی ہے۔ اور تعزیہ پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے ہیں۔ سجدے ہوتے عرضیاں گزاری جاتی ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے جس کی مخالفت نہ صرف کتب اہلسنت بلکہ کتب اہل تشیع میں بھی بالتصریح لکھی ہے۔ چنانچہ شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی دہلی کے ص۳۲۸ میں ذیل آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ الخ یوں لکھا ہے۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسینؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے۔ وہ ان کے حال پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں اور یہ معرکہ آنحضرتؐ کا بڑا امر کر ہے رونا رلانا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور

مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو اور تنقیص کی روایتوں کو مجلس میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے اور تعزیوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں اس مراد سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی تو میں چاندی کی روٹی گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا، اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہوگا تو ہم چاندی کا لڑکا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول یہ کہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہیئے کہ وہ قاضی الحاجات ہے نہ غیر اس کا ہاں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری شفاعت کو بر لائے اور ان کے واسطے سے دعا مانگنا موجب قضائے حاجت اور موجب حصول مقصد ہے جیسے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جہلاء تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور تعزیہ و علم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیئے البتہ اگر کربلائے معلیٰ کی طرف منہ کر کے حضرت امام حسین کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھئے سید عماد علی جو ایک غالی شیعہ ہے، وہ بھی اپنی کتاب میں بدعات تعزیہ کی سخت مذمت کرتا ہے۔ کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے ؟

یہ ماتم بھی عجیب ہے کہ ڈھول بجا کر گتکہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیہ کے ساتھ شاہدانِ بازاری کا اجتماع ہوتا ہے جو سر و پا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غنیمت سمجھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے جنہوں نے امام حسین رضہ کو شہید کرا کے ڈھول و باجے بجائے اور محفلہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ قاتلان حسین رضہ کون لوگ تھے جس پر کتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

# قاتلان حسینؑ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کو اہل کوفہ نے جو شیعان علیؓ کا مولد و مسکن تھا لاتعداد تاکیدی خطوط لکھوا کر بلایا۔ آپ نے پہلے اپنے عم زاد بھائی حضرت امام مسلمؓ کو روانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا مقام پہنچے۔ آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے، شہید کیا۔

# شیعان کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور ص۲۵ میں لکھا ہے۔ بَلَغَ اَھْلَ الْکُوْفَۃِ ھِلَاکُ مُعَاوِیَۃَ وَعَرَفُوْا خَبَرَ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشِّیْعَۃُ فَکَتَبُوْا اِلَیْہِ ثُمَّ سَرَّحُوْا بِالْکُتُبِ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مسمع وعبد اللّٰہ بن وَالٍ فَخَرَجَا مُسْرِعَیْنِ حَتّٰی قَدِمَا عَلَی الْحُسَیْنِ بِمَکَّۃَ مِنْ عَشْرٍ مَضَیْنَ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ رجب امیر معاویہ کی خبر ذمات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسینؓ کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا اور عبد اللہ بن مسمع اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۰ر رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا کہ ایک دن میں .. ۲ خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور بالآخر ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے فَوَرَدَ عَلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ سِتُّ مِائَۃِ کِتَابٍ وَتَوَاتَرَتِ الْکُتُبُ حَتّٰی اجْتَمَعَ عِنْدَہٗ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ کِتَابٍ۔ یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعبی نے روایت کی ہے وَبَایَعَ الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا مِنْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ عَلٰی اَنْ یُحَارِبُوْا مَنْ حَارَبَ وَیُسَالِمُوْا

من سائِر دیعنی ۱۴ ہزار کوفہ کے شیعیانِ نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی کہ اگر وہ لڑیں گے تو ہم لڑیں گے اور اگر وہ صلح کریں تو ہم ہر حال میں ان کے تابعدار اور مطیع ہیں۔ آخر الامر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا) فعند ذالک رد جواب کتبھم بینیتھم بالقبول لبعد ھم بسرعۃ القبول۔ (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرمانے کا دیا اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا..... الخ)

شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب ص۲۱ میں ہے کہ جب امام حسینؓ ظلم اعداء سے تنگ آکر مرقد مطہر رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پر دغا نے نامے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے بعض ناموں کا مضمون یہ تھا لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الحق (یعنی اے حضرت ہم امام و پیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لایئے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ساتھ جاری کر دے اور شیث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا امّا بعد فقد اخضرت الجنات وانبعث الثمار فاقدم علینا الٰی علیٰ جند و السلام۔

(بعد حمد و صلوٰۃ کے تحقیق صحرا و بیابان سبز و خرمی میں ہیں اور درخت میوہ جات بارور ہیں۔ بس آپ ہماری طرف تشریف لایئے کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے تیار ہے اور شب و روز انتظار کرتے ہیں (الخ) نیز کتاب مذکور ص۵۶ میں ہے کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امامؓ کی ہوئی تو آپ نے تمام لشکر کو جمع کیا اور فرمایا؛ وقد خذ لتنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فی غیر حرج لیس علیہ زمام۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذلیل و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ بیشک ہیں ہمارے شیعہ نے بلا کر خوار کیا اور نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔ پس اب جو چاہے چلا جائے۔ جو چاہے ہمارے ساتھ رہے۔ جو چلا جائے۔ اسے کچھ حرج نہیں ہوگا" اس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات

سن کر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہوگئے۔ جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ لَمْ اٰتِکُمْ حَتّٰی اَتَتْنِیْ کُتُبُکُمْ وَاِنْ کُنْتُمْ کَارِهِیْنَ لِمَقْدَمِیْ اِنْصَرَفْتُ عَنْکُمْ (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا۔ مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تاکہ مجھے اطمینان ہو اور اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ وہاں پھر جاؤں۔ ۔ ۔ الخ)

# شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون صفحہ ۳۴۰ میں ایک خط شیعیان کوفہ کا بدیں مضمون مسطور ہے:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یہ نامہ سلیمان بن مردہ مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن حبیب بن مطاہر اور جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو اور ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہیں حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو کہ بغیر رضامندی امت ان پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا۔ اور وہ بجور و عدوان، امت پر حاکم ہوا اور ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا اور نیکان امت کو قتل کیا اور بد اطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرت کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین کی اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجیے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دار الامارت میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ و عیدین کو وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملے گی تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

# دوسرا خط

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط یہ عریضہ شیعوں اور ندویوں و مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسینؑ بن علیؓ بن ابی طالب ہے۔ اما بعد بہت جلد اپنے دوستوں ہوا خواہوں کے پاس تشریف لایئے۔ کہ جمیع مردمان ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کی رغبت نہیں البتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لایئے۔

# امام حسین علیہ السلام کا جواب

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط یہ خط حسینؑ ابن علیؓ کا مومنوں مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے۔ اما بعد قاصدوں اور بے شمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی اور سعید کے ہاتھ بھیجا۔ مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ بہت جلدی تشریف لایئے خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورۂ عقلا و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اسی وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور آیت کا قیام کرے اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلاء العیون ص ۴۳۱)

اس تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ شیعیان کوفہ نے کس منت و سماجت سے ارادتمندانہ اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر انہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا جیسا کہ جلاء العیون جلد ۱ ص ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

"پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۶۹ میں لکھا ہے کہ امام نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا کہ تم نے مجھے طلب کیا اور اظہار محبت کے دم بھرے اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو اور حالانکہ میری طرف سے کوئی اب تک بیوفائی کی بات بہ نسبت تمہارے واقع نہیں ہوئی۔

# ماتم حسینؑ کی ابتداء

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی وہی آپ کے قاتل شیعہ غداران کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم ص۴۰۲ میں ہے۔

"جب امام شہید ہو گئے تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی۔ فَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَنُوحُوْنَ وَيَبْكُوْنَ۔ تب ابن حسینؑ نے فرمایا فَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِؓ بِصَوْتٍ ضَئِيْلٍ اَتَبْكُوْنَ مِنْ اَجْلِنَا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ قَتَلَنَا (یعنی جب شیعان کوفہ نے ماتم برپا کیا تو فرمایا زین العابدینؓ نے باریک آواز سے فرمایا اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو۔ ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا یعنی تم ہی تو قاتل ہو، پھر رونے چلانے کے کیا معنے؟)

اسی کتاب کے ص۸۱۸ میں ہے کہ حضرت ام کلثومؓ نے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا ثُمَّ اِنَّ اُمَّ كُلْثُوْمَ اَطْلَعَتْ رَاْسَهَا مِنَ الْمَحْمَلِ وَقَالَتْ لَهُمْ يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ يَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبْكِيْنَا نِسَاءُكُمْ فَالْحَاكِمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْفَصْلِ لِلْقَضَايَا۔ یعنی مائی صاحبہ ام کلثومؓ نے محل سے اپنا سر باہر نکال کر فرمایا کہ چپ رہو اے کوفیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے بروز قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا اور بدکرداروں کو جہنم داخل کرے گا۔

اخبار ماتم ص ۱۳۲ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔
یَا اَیُّهَا النَّاسُ نَاشَدْتُکُمْ بِاللّٰہِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّکُمْ کَتَبْتُمْ اِلٰی اَبِی وَخَدَعْتُمُوْهُ (یعنی اے گروہ مرداں! قسم ہے پروردگار کی تم کو۔ سچ کہو جو میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قدر خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر کئے تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ظلم و ستم پر کمر باندھ لی۔

## حضرت زینبؑ کا خطبہ

اخبار ماتم ص ۸۰۵ میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ کا رونا پیٹنا دیکھا تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں ان بے وفا شیعوں قاتلان حسینؑ کو بد دعا کی گئی۔
قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَبِی مُحَمَّدٍ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَیَا اَهْلَ الْکُوْفَةِ اَتَبْکُوْنَ وَتَنْحَبُوْنَ اِیْ وَاللّٰہِ فَابْکُوْا کَثِیْرًا وَّاضْحَکُوْا قَلِیْلًا

مائی صاحبہ نے فرمایا۔
" بعد حمد و صلوٰۃ کے، اے اہل کوفہ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت رووٴ اور تھوڑا ہنسو (یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب نہ ہو)!!
کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا ترجمہ پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے۔

## مائی صاحبہؓ کی بددعا

جس دن ماتم قائم کیتا کوفیاں بے ایماناں
خاطر کارن اہل البیتاں کھولیاں خوب زباناں

کھلیاں باہیں دین الائے ماتم سخت اٹھایا
مرثیہ پڑھدے ڈھول وجائے ہے ہے شور مچایا

بھین امام حسینؑ دلیری سن کے ایہہ فرماوے
کیہ شور کیہ کارا لوکو وچہ کناں دے آوے

ماتم والیاں بول سنایا سن توں سیدزادی — دین دنی دے اندر دائم عزت رہے تساڈی
ماتم فویر تیرے واکرسے روندے زار و زاری — بی بی کہیا چپ کرو تاں دساں حقیقت ساری
سن کے سخن ہوئے اوہ ساکت بی بی نے فرمایا — واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا
میں تعریف کراں اس رب دی جس نے ملک وسایا — پڑھاں درود رسول اللہ تے جس دا شان سوایا
جس نے سچیاں خبراں بے شک ظاہر کر دکھلایاں — جس نے خبراں صبراں والیاں سانوں کھول سنایاں
کراں دعا خداوندا گے سچے دلوں بجانوں — شالا روندے پٹدے جاؤ سارے اس جہانوں
خوشی تساں نوں کدے نہ ہووے رب کرے سیاہ دے — روز حشر تک وقت تساڈا اینوں رب لنگھائے
ہوئی قبول دعا مائی دی کیتی پاک الٰہی — دیکھو ہن تک سارا ٹولہ ہے اندر گمراہی

چڑھدے سال اسیہ ماتم کردے رب تھیں مول نہ ڈردے
دل دچہ تک امام مکرم حسرت حسرت کردے

## پہلا ماتمی یزید ہے

اخبار ماتم میں لکھا ہے کہ سب سے اول ماتم یزید عنید کے گھر ہوا اس لئے ماتم گویا یزید کی سنت ہے۔ باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم ص ۹۶ میں ہے۔

فَلَمَّا جَلَسْنَا بَيْتَ يَزِيْدَ رَقَّ لَنَا وَالْطَفَنَا وَاَمَرَ بِاَهْلِ بَيْتِ حُسَيْنٍ اَنْ يَدْخُلُوا دَارَهُ فَلَمَّا دَخَلَتِ النِّسْوَةُ دَارَ يَزِيْدَ لَمْ يَبْقَ مِنْ اٰلِ مُعَاوِيَةَ وَاَبِيْ سُفْيَانَ اَحَدٌ اِلَّا اسْتَقْبَلَهُنَّ بِالْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ وَالنِّيَاحَةِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَخَرَجَتْ هِنْدَةُ حَتّٰى شَقَّتِ السِّتْرَ وَهِيَ حَاسِرَةٌ فَقَالَتْ يَا يَزِيْدُ رَأْسُ ابْنِ فَاطِمَةَ مَصْلُوْبٌ عَلٰى فِنَاءِ بَابِيْ فَوَثَبَ اِلَيْهَا يَزِيْدُ فَغَطَّاهَا وَقَالَ نَعَمْ فَاعْوِلِيْ عَلَيْهِ يَا هِنْدَةُ وَالْبِسْنَ عَلَيْهِنَّ مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ وَاَقَمْنَ الْمَاتَمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ اَيَّامٍ وَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَنُوْحُوْنَ وَيَبْكُوْنَ فَقَالَتْ زَيْنَبُ مَا هٰذَا الْبُكَاءُ فَقَالُوْا لِاَجْلِ اَخِيْكِ فَاَشَارَتْ اِلَى النَّاسِ اُسْكُتُوْا فَسَكَتَتِ الْاَصْوَاتُ

وَاُدْخِلَتْ بِالْنِّسَاءِ فَقَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الخ

(ترجمہ) جب اہلبیت یزید کے سامنے لائے گئے، بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور اہلبیت کے لیے حکم کیا کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں بنو سفیان کی تمام عورتیں چیخنے لگیں اور امام حسینؓ پر نوحہ شروع کر دیا۔ ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی، اے یزید جگر گوشہ فاطمہؓ (حسین) کا سر مبارک نیزہ پر تانا ہوا میرے گھر کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس گیا اور اس کو کپڑوں سے ڈھالکا اور کہا۔ ہاں تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر اتار پھینکو اور تین دن صف ماتم بچھائے رکھو۔ اس پر اہل کو نہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے تو حضرت زینب رضی (ہمشیرہ امام حسینؓ) نے کہا، یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے بی بی صاحبہ نے کہا۔ چپ کرو، گھڑیال چپ کرائے گئے اور شور بند ہوا تو آپ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھنے لگیں ! (جس میں یہ دعا کی گئی جو اوپر درج ہو چکا ہے)

شیعہ غور کرو کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پہلا ماتمی کون شخص ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتاب میں تصریح ہے کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید علیہ ہے تو ان کو شرم آنی چاہیے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے کیا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

## نظم اردو

بے ادب کون تھا اور ظلم کمایا کس نے؟
ابن حیدر کو ن تھا کوفہ میں بلایا کس نے؟

کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتابیں اپنی
سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ رلایا کس نے؟

آل سرور کے دولارے پہ چلا کر خنجر
دشت پر کرب و بلا میں تھا لٹایا کس نے؟

وہ حسینؓ ابن علیؓ لخت جگر پاک نبیؐ
نور زہرا کی شعاعوں کو بجھایا کس نے؟

تھا جو گلزار محمدؐ کا وہ تازہ پودا
آتش جور و جفا سے جلایا کس نے؟

فخر اسلام کو بل یوسف ثانی کو وہاں
قتل کرکے رتبۂ اسلام گھٹایا کس نے؟

قتل احمدؐ تھا وہ لاریب جو تھا قتل حسینؑ — سچ کہو خون پیغمبر کا بہایا کس نے ؟
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا — بہتی ندیوں سے پھر مار ہٹایا کس نے ؟
خانۂ زہراؓ کے جلانے کی ہے تہمت کن پر — خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے ؟
حضرت خانہ زہراؓ کے جگر کی دولت — دشت پُر خار میں لی لوٹ، لٹایا کس نے ؟
ایک کو ایک سے دعویٰ تھا محبت بڑھ کر — حیف اس عہد محبت کو بھلایا کس نے ؟
اہل تطہیر جو تھیں پردہ نشینان امامؑ — در بدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے ؟
گھر میں بیٹھے تھے بآرام جو مردانِ خدا — لکھ کے خط مکہ سے تھا ان کو بلایا کس نے ؟
پر جبریلؑ کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا — خاک اور دھوپ میں تھا ان کو گرایا کس نے ؟
بوسہ گاہ پاک محمدؐ تھے جو انور شنتین — پے بہ پے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے ؟
ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسم اطہر — دوش نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے ؟

دوش سرور پہ سواری تھے جو کرتے رہتے
بیچ پاؤں کے گرا ان کو روندایا کس نے ؟

# دیگر

یہ تھا شیعانِ علیؓ کا سب کا سب جور و جفا — معتبر ان کی کتابوں میں جو ہے لکھا ہوا
دیکھ لو تم کو نہ کے وہ جملہ شیعان علیؓ — قلب کے کوڑھی تھے وہ اور پر دغا تھے وہ سدا
چلتے سب خطرات پہ جن کے محبان حسینؑ — روتے ہیں اور سینہ کوبی سے نہیں ٹلتے ذرا

کام ان کا ہے یہی آباء اور اجداد سے
چل بسے گے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

# ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ (۲) میں ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں۔ ان کو مردے

مت کہو) نیز پارہ ۴ میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں، ان کی نسبت مردے ہونے کا گمان نہ کرو) پھر سید الشہداءؓ کو مردہ قرار دیکر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ صہ ۳۱ میں ہے۔ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید اور اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

# شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو بقول الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَصَکَّتْ وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحب کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کودنا بھی ہے ؎

آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو

سب لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں۔ اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حالانکہ آپ کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مسرت تھی اور وہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے کا باعث ہوئی۔ لیکن خوش فہمی قابل داد ہے کہ اس سے جواز ماتم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

# دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں بہت روئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور ان کو بہت رنج تھا) معلوم نہیں اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے اور کس لفظ کا معنی رونا پیٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت ان کی دلیل نہیں بلکہ ان کی صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے فراق کا اس قدر رنج و غم تھا کہ غم کی وجہ سے ان کا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی۔ اگر شیعہ کا خیال صحیح ہو تو مِنَ الْحُزْنِ کی جگہ مِنَ الْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس آیت میں ایسا نہیں ہے اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث ہوتا تو آج کے دنیا کے کل ماتمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ اس قدر رپیٹا کرتے ہیں کہ نمونہ محشر برپا ہو جاتا ہے تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے کوئی ماتمی ماتم کی وجہ سے اندھا ہوتا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ ماتمی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے ان کا یہ گریہ و بکا، ان کی سینہ کوبی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ بڑ کھانے کی خاطر ہے۔ اور بس اگر شیعہ لوگ اس موقع پر دیگ نہ پکایا کریں تو مجلس ماتم میں اُلّو بولا کریں۔ صرف پلاؤ زردہ کی خاطر میراثی، قلندر اور مصلی وغیرہ ماتم حسینؓ کے بہانے سے جمع ہو جاتے ہیں اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کارنامۂ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا ہے کہ روح یزید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی اور یوں تو ذاکروں، مرثیہ خواں پر یزید کا ایسا احسان عظیم ہے کہ ان کا شکریہ ان سے ادا ہونا محال ہے۔ اگر یزید یہ کرتوت نہ کرتا تو ان ٹکر گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لیے گویا ماہ عید ہوتا ہے۔ پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیامنیں لے رات بھر مرثیے یاد کرتے ہیں، حلق سنوارتے

منہ پیٹتے اور تال سر لگاتے رہتے ہیں۔ آدھ ماہ محرم نمودار ہوا، ادھر ان پر چاندی برسنے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ بھگت ہونے لگتی ہے۔ روٹیاں مفت کی ملتی ہیں اور روپے پیسے الگ ان کو تو یزید کے نام کی ماہ بماہ شیرینی دینی چاہیئے اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیئے

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ماتم کی رسم کس پیغمبر یا کس امام یا ولی کی ایجاد ہے اگر یہ ماتم باعث ثواب ہوتا تو ائمہ معصومین اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا تو اس کو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہیئے۔ خدا کرے شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے باز آجائیں اور سال بہ سال سوانگ بنا کر توہین اہلبیت کرنے سے اجتناب کریں۔

ماتم حسین ؓ کے متعلق مفصل بحث ہو چکی۔ اب ہم شہدائے کربلا کی مکمل فہرست ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت منکشف ہو گی کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین ؓ کے ساتھ علی ؓ کے دوسرے صاحبزادگان مسمیٰ بہ ابوبکر ؓ عثمان ؓ اور حضرت حسن کے صاحبزادے عمر ؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا حالانکہ مدعیان محبت اہلبیت نے اپنی مجلسوں میں کبھی ان کا نام تک نہیں لیا۔ اصحاب ثلاثہ ؓ کے مبارک ناموں پر اولاد کے نام رکھنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت علی ؓ و حضرات حسنین ؓ کو اصحاب ثلاثہ ؓ سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت تھی (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ)

# شہداءِ کربلا کے اسماءِ گرامی

(۱) سید شہدائے کربلا حضرت حسین ؓ[1] بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب (۴) عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب (۵) حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالب (۶) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب (۷) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب (یہ حضرت حسین کے حقیقی بھانجے

[1] تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن آپ کی شہادت بالاتفاق دسویں محرم بعد از زوال آفتاب ۶۱ھ میں واقع ہوئی ہے۔ (راقم مظہر حسین غفرلہٗ)

اور حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں (۸) حضرت عون بن عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب
(۹) حضرت ابو بکر بن حسن بن علی بن ابی طالب (یہ حضرت حسینؑ کے حقیقی بھتیجے ہیں اور امام
حسنؓ کے صاحبزادے (۱۰) حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۱) حضرت عبد اللہ
بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۲) حضرت قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب (۱۳) حضرت محمد
بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؑ کے علاتی بھائی ہیں (۱۴) حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب
(حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں (۱۵) حضرت ابو بکر بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؑ کے
علاتی بھائی ہیں (۱۶) حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب (حضرت حسینؑ کے علاتی بھائی ہیں) (۱۷)
حضرت عباس بن علی بن ابی طالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں. لشکر کے علمبردار تھے ان
کو سقاء اہلبیت بھی کہتے ہیں. کیونکہ حضرت علی اصغر اور بی بی سکینہ کے لئے فرات پر پانی لینے
لئے آپ گئے تھے (۱۸) حضرت عبد اللہ بن علی بن ابی طالب (۱۹) حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابی طالب حضرت حسینؓ کے
بڑے صاحبزادے ہیں (۲۰) حضرت علی اصغر بن حسین بن علی ابی طالب (حضرت حسینؑ کے شیر خوار صاحبزادے
ہیں (۲۱) حضرت نیروز (امام حسین کے غلام (۲۲) حضرت سعد (حضرت علیؓ کے غلام (۲۳)
مسلم بن عوسجہ اسدی (۲۴) حبیب بن مظاہر اسعدی (۲۵) انس بن کاہل اسدی (۲۶)
حیان بن حارث سلمانی اسدی (۲۷) بشیر بن عمرو حضرمی (۲۸) محمد بن جندب حضرمی (۲۹)
جریر ہمدانی یا یزید بن حصین ہمدانی (۳۰) زید بن قیس بجلی (۳۱) بلال بن نافع بجلی (۳۲)
عبد اللہ بن عمرو کلبی (۳۳) وہب بن عبد اللہ کلبی (۳۴) قیس بن مسہر صیداوی (۳۵) عمرو
بن خالد صیداوی (۳۶) سعید (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی) (۳۷) عبد اللہ بن عروہ بن
حراق غفاری (۳۸) عبد الرحمن بن عروہ غفاری (۳۹) حر (غلام آزاد ابوذر غفاری (۴۰)
شیث بن عبد اللہ نہشلی (۴۱) قاسط بن زہیر تغلبی (۴۲) کردوس بن زہیر تغلبی (۴۳) کنانہ
بن عتیق انصاری (۴۴) عمرو بن ضبیعہ (۴۵) عبد اللہ بن یزید تیمی (۴۶) عبید اللہ بن یزید
تیمی (۴۷) یزید تیمی (۴۸) قعنب بن عمرو نمری (۴۹) سالم (غلام آزاد عامر بن مسلم (۵۰)
زہیر بن بشیر جعفی (۵۱) حجاج مسروق جعفی (۵۲) بدر بن معقل جعفی (۵۳) مسعود بن
حجاج انصاری (۵۴) سیف بن ملک انصاری (۵۵) عامر بن مسلم انصاری (۵۶) جوہر بن

مالک انصاری (۵۷) قرغانہ بن مالک انصاری (۵۸) نعیم بن عجلان انصاری (۵۹) ابو ثمامہ انصاری (۶۰) عمار بن ابی سلامت انصاری (۶۱) شبیب بن حارث انصاری (۶۲) مالک بن سریع انصاری (۶۳) محمد بن انس انصاری (۶۴) محمد بن مقداد انصاری (۶۵) قیس بن ربیع انصاری (۶۶) حر بن یزید ریاحی (۶۷) مصعب برادر حر ریاحی (۶۸) علی بن حر بن یزید ریاحی (۶۹) عروہ (غلام علی بن حر ریاحی) (۷۰) سلیمان (غلام آزاد حضرت حسین) (۷۱) قلب (غلام آزاد حضرت حسینؓ) (۷۲) ظاہر (غلام آزاد دین الحق خزاعی بن حجر خولانی (۷۳) سعد بن ابی وجانہ (۷۴) مجمع بن عبداللہ عائذی (۷۵) عمار بن حسان بن شریح طائی (۷۶) جندب بن حجر خولانی (۷۷) یزید بن زیاد بن مظاہر کندی (۷۸) حبلہ بن علی شیبانی (۷۹) حنظلہ بن اسعد شیبانی (۸۰) سالم کلبی (غلام آزاد بنی مزینہ) (۸۱) اسلم بن کثیر اعرج ازدی (۸۲) زہیر بن سلیم ازدی (۸۳) قاسم بن حبیب ازدی (۸۴) انس بن حبیب شاکری (۸۵) سعد بن عبداللہ الطبقی (۸۶) منجح (غلام آزاد امام حسینؑ (۸۷) شوذب غلام آزاد شاکر (۸۸) ہاشم بن عتبہ (۸۹) قیس بن منبہ (۹۰) عمار بن حسان (۹۱) زہیر بن حسان (۹۲) حماد بن انس (۹۳) وقاص بن مالک (۹۴) خالد بن عمر (۹۵) شریح بن عبید (۹۶) مالک بن انس اول (۹۷) مالک بن انس ثانی (۹۸) عبداللہ بن شمر (۹۹) یحییٰ بن سلیم (۱۰۰) عمرو بن مطاع (۱۰۱) عاص بن شیث (۱۰۲) عبداللہ بن سعد (۱۰۳) جابر بن حارث (۱۰۴) عمرو بن حیاد (۱۰۵) سعد بن حنظلہ تمیمی (۱۰۶) یزید مہاجر جعفی (منقول از کربلا نمبر النجم لکھنؤ، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ)

اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہا ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

# بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہل سنت والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہل سنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو، تو بھی

حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیئے۔ اس لئے معاملات ہیں، عبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تو وہ کھول کر ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ تو وہ پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں اور وہ مسح کرتے ہیں۔ ہم سلام مسنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے یا علی مدد پکارتے ہیں۔ ہم لبوں کے بال کٹاتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں۔ وہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کرا دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ دائرہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقہ گڑگڑاتے ہیں۔ اور مسجد کے مقابلہ میں امام باڑہ بناتے ہیں اس لئے ہم چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

## پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ہوشمند اس کو پڑھ کر راہ راست پر آ جائے۔

## عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ، تعدہ، قیام اور رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات اظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں اور غایت درجہ تذلل اور تضرع مطلوب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (بے شک فلاح ان مومنوں کے لئے ہے جو اپنی نمازیں خضوع و خشوع کرتے ہیں) دوسری جگہ ہے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ط (خدا کے حضور میں ادب و انکسار سے کھڑے رہو) غرض نماز میں مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے

معبود کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو کر ذات کبریائی کی عظمت وجلال کا اعتراف کرتے ہوئے زبان سے، جوارح سے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرے تاکہ دریائے رحمت ماری جوش میں آ کر اس کی سیہ کاریوں اور بدکرداریوں کو دھو ڈالے اور اس کے نامہ اعمال میں نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اکڑ کر کھڑا ہو جانا ہرگز طریق ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو معمولی انسان تو حکام و امراء کے سامنے بھی پیش ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے کہ غلام و خدمت گار اور پیشہ کار وہاں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹے بڑے یا واجب التعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے تو کہا جاتا ہے کہ میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اعلیٰ سرکار احکم الحاکمین کے دربار میں دینی اور دنیوی برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو عرفاً و اصطلاحاً و شرعاً طریق ادب یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریق ادب نہیں ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر کھڑے ہو جائیں بلکہ یہ حد درجہ کی گستاخی ہو گی۔ خضوع و خشوع اور قنوت اسی میں متصور ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر سلیوٹ کرنا انصاری کا آئین ہے۔ اسلامی طریق اس سے جدا ہونا چاہیے۔

---

لہ یہ دست بستہ کھڑا ہونا اگرچہ عجز و نیاز کے اظہار کی بہترین صورت ہے لیکن بوجہ حق تعالیٰ کی عبادت (نماز) کے لیے مختص ہونے کے غیر اللہ کے لیے اس قسم کی تعظیمی ہیئت اختیار کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ غیر اللہ کے لیے سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ (احقر منظور حسین غفرلہٗ)

# نقلی دلائل

**پہلی دلیل:**۔ قرآن میں ہے، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھو) نحر کے معنی کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے مستند اور متداول کتاب قاموس جلد اول ص۳۳۲ میں باب الراء فصل نون میں ہے نَحَرَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ انْتَصَبَ وَنَهَدَ صَدْرَهٗ وَوَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے کہ سینہ قبلہ روسیدھا کرے یا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ کر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکساں حجت ہے۔ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے آیت فَصَلِّ میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نحر[۱] کا معنی یہی ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو۔ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۸ ص۷۱۲ میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے وَالْاَشْهَرُ وَضْعُهَا عَلَى النَّحْرِ عَلٰی عَادَةِ الْخَاشِعِ (وانحر کا اشہر اور اظہر معنی یہی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے جیسے خضوع وخشوع کا طریق ہے) ایسا ہی تفاسیر درمنثور، معالم التنزیل، تنویر المقیاس حسینی وغیرہ۔ اور کتب حدیث، بخاری، ترمذی، دار قطنی وغیرہ میں حضرت علیؓ اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

**دوسری دلیل:**۔ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے

---

[۱] سورہ کوثر میں نحر سے مراد قربانی لینا اس لئے درست نہیں کہ قربانی کا حکم مدینہ طیبہ میں ہوا جیسا کہ سورہ بقرہ عمل میں لفظ الہدیٰ اور سورہ حج مدنی میں منسکا کے لفظ سے اس کا حکم ہوا لیکن سورہ کوثر مکی ہے۔ قربانی کے حکم سے ۹ سال پہلے مکہ میں دوبارہ نازل ہو چکی تھی ۱۲

تو جوتیاں اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور طریق ادب بھی بتایا گیا اور ارشاد ہوا وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ سورہ قصص اور سورہ طٰہٰ میں نماز پڑھنے کا یوں ارشاد ہے۔ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔

ترجمہ پھر جب موسیٰ اس آگ کے پاس آئے اور آواز آئی اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جوتیاں اتار دے تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے تجھے چن لیا۔ تو سن جو وحی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ۔)

دوسرے موقعہ پر۔ سورہ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں عصا ڈالنے گریبان میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ الخ بھی مذکور ہے۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں۔ اس لئے اگرچہ اس جگہ اقم الصلوٰۃ مذکور نہیں ہے۔ لیکن حکماً گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضَمّ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جَنَاح کا معنی ہاتھ ہے۔ جو اسم جنس ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ رَهْب کا معنی عاجزی کا ہے۔ معنیٰ آیت وَاضْمُمْ الخ کا یہ ہے کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کر کے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے کا اور عاجزانہ صورت دکھلانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے یہ امر کہ داہنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر باندھنا چاہیئے۔ سو چونکہ داہنا بائیں سے افضل ہے اس لئے بحکم اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَىٰ (اوپر کا ہاتھ نچلے سے بہتر ہوتا ہے) داہنے کو اوپر اور بائیں کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا ہے۔ هو المقصود۔

چونکہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے اور عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے اس لئے مزید دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ضدی خصم (شیعہ) کے لئے ان کی اپنی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل :- شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ میں ہے : عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ اِذَا قَامَتِ الْمَرْأَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ جَمَعَتْ بَیْنَ قَدَمَیْھَا وَلَا تُفَرِّجُ بَیْنَھُمَا وَ تَضُمُّ یَدَیْھَا اِلٰی صَدْرِھَا لِمَکَانِ ثَدْیَیْھَا۔ زرارہ سے روایت ہے۔ کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے اور ان میں فاصلہ نہ ہو اور دونوں ہاتھ پستانوں کی جگہ باندھے۔ بعینہ یہی روایت علل الشرائع صفحہ ۱۳۵ اور تہذیب الاحکام جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کے نماز پڑھنے کا صریح صحیح حکم کتب شیعہ میں موجود ہے تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں کے لیے نماز میں تذلل و انکسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لیے اکڑ کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلوب ہے۔ کیا شیعہ اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کے لیے عبادت میں یکساں ہیں پھر کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مردوں کو کھول کر نماز پڑھنا ثابت ہے ہَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

چوتھی دلیل :- شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعۃ البیضاء صفحہ ۵۴ میں تصریح ہے تو اس وقت یہ شکل ہے کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو۔ جب کہ دیگر امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے تو اقتدار ابوبکرؓ میں بھی ایسا ہی کرتے ہونگے۔ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر مامور ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ شیعہ کو چاہیے کہ اہل سنت والجماعت کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس سے ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے تو بالضرور جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ ثواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں۔

## استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے :- وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ

صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِيْحَہٗ ا پرندے صف باندھے عبادت میں خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح کو جانتا ہے۔ از ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں اس لئے ہمیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

## جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے یہ ازبس عجیب بات ہے۔ حیوانی و انسانی عبادت میں ضرور تمیز ہونا چاہیئے۔ خدا ان بے تمیزوں کو ہدایت کرے کیسی بے تکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوں کو ہلاتے ہیں پھر شیعوں کو بھی بازو ہلاتے رہنا چاہیئے۔ پرندے اڑتے ہوئے چہچہال بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی نماز میں بول و براز کرتے رہا کریں۔ پرندے جدھر منہ آئے اڑتے جاتے ہیں۔ قبلہ کے پابند نہیں لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ یعنی عجز و انکسار سے سیدھا کھڑے ہو کر نماز گزارو غرض انسان ہو کر لایعقل حیوانات چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے بلکہ مضحکہ اطفال ہے شیعہ کی دلیل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل ا۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۱ع اور اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار کس طرح پکڑے جا سکتے ہیں۔

## جواب

اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بحالت مجبوری ہوتی ہے۔ اس لئے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فریق لڑنے کو چلا جاتا ہے۔ دوسری جماعت آکر نماز پڑھتی ہے پھر پہلی جماعت آکر بقیہ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن صلوٰۃ امن میں ایک رکعت

پڑھ کر کوئی ایسا عمل کریں تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوم :- شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں تھیار پکڑے نہیں رکھتے۔ بلکہ اکثر ہتھیار بندے ہوئے ہوتے ہیں اور عہد رسالت میں تو ہتھیار ہی اس قسم کے تھے جو جسم سے بندھے ہوئے ہوتے تھے تلوار کمر سے بندھی ہوتی تھی تیر ترکش (جھولا) میں پڑے ہوئے جسم سے پیوست ہوتے تھے ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے اور وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ہتھیار پکڑ رکھنے کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرنے سے شرم آنی چاہئے مگر کیا کریں اَلْغَرِيقُ يَتَشَبَّثُ بِالْحَشِيشِ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

## جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے کیونکہ حقیقت میں یہ امام مالک مجتہد مذہب نہیں بلکہ ایک اور صاحب مالک بن عطیہ (شیعی) ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہمنامی کی وجہ سے اس مسئلہ کو امام مالک کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں امام مالک کی مشہور متداول کتاب موطا امام مالکؒ موجود ہے اس میں وَضْعَ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى حدیث موجود ہے۔ امام موصوف بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم امام ممدوح کے مقلد نہیں ہیں کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے یہ سب بودے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب فقہ سے ائمہ اہلبیت حضرت علیؓ امام حسنؓ امام حسینؓ کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ثابت کر دیں بلکہ وہ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کیا شیعہ حضرات سے کوئی صاحب انصاف ہے جو ضد چھوڑ کر راہ راست پر آ جائے۔

# مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں اور کوئی فرض نماز چار رکعات سے زیادہ نہیں۔ اسلئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قائل قول بلا دلیل ہے ہم اس سے پہلے فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۳۰ سے ایک طولانی حدیث لکھ چکے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے۔ جو خلفاء ثلثہ کے عہد میں نافذ تھے نہ فدک وراثہ فاطمہؓ کو دے سکے نہ متعہ کی حلت کا فتویٰ جاری کیا۔ نہ نماز تراویح موقوف کر سکے، نہ پانچ تکبیرات جنازہ پڑھا سکے، پھر جب جناب ممدوح اپنے وقت میں چار تکبیر جنازہ پڑھتے رہے تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح مجاز ہو سکتے ہیں۔

دوم:- شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ص ۹۵ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آنحضرتؐ پہلے (جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی) پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیر ہی پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ کَبَّرَ وَ تشھد ثم کبّر ثم صلی علی الانبیاء ودعا ثم کبر ودعا للمؤمنین ثم کبر الرابعۃ ودعا للمیت ثم کَبَّرَ وَ انْصَرَفَ فَلَمَّا نَھَاہُ اللّٰہُ عَنِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ کَبَّرَ وَ تَشَھَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ وَ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّیْنَ وَ دَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَۃَ وَ انْصَرَفَ وَ لَمْ یَدْعُ لِلْمَیِّتِ

(ترجمہ) ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ آنحضرتؐ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے اور کلمہ شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے، پھر انبیاء پر درود پڑھتے اور دعا کرتے اور پھر تکبیر پڑھتے اور مومنوں کے لیے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور فارغ ہو جاتے تھے اور میت کے لیے دعا پڑھتے تھے۔"

بعینہٖ یہی حدیث من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۵، اور علل الشرائع صفحہ ۱۳۷ میں بھی موجود ہے

اس حدیث سے جو جناب صادق سے مروی ہے بالتصریح ثابت ہوا کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عمل رسول ابتدا میں تھا۔ جب تک منافقین پر بھی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آخری فعل رسول صلعم ہی حجت ہوا کرتا ہے اس سے زیادہ صاف زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی معتبر کتاب کافی کلینی وغیرہ بروایت صادق چار تکبیر نماز جنازہ کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے۔ کیا اب بھی شیعہ ضد سے باز آئیں گے۔

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے۔ صَلّٰی جِبْرَائِیْلُ عَلٰی اٰدَمَ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا (دار قطنی) آدم پر جبرئیل علیہ السلام نے مع ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ ۱۰ اسی کتاب دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۹۰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں پڑھی گئیں رسول پاک کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر صہیب رضی اللہ عنہ نے جنازہ عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اہل السنت والجماعت کی جملہ کتب حدیث میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول پاک صلعم کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔

جب کتب معتبرہ فریقین سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آخری عمل آنحضرت صلعم کا چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیئے۔ واللہ الہادی۔

## تیسرا مسئلہ پاؤں کا مسح

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل[1] کے خلاف پاؤں دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے تو دھوئے جائیں لیکن پاؤں جن

---

[1] قرآن مجید میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ یہاں ارجلکم

(باقی صفحہ ۴۴۴ پر)

سے زمین پر چلتے ہیں اور جن کے پلید ہونے کا احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے جو اعضاء کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً منہ، ہاتھ، پاؤں، چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اڑ کر ان پر پڑا کرتا ہے اور میل کچیل جم جاتی ہے۔ اس لئے۔ شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند رہتا ہے اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کی بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا پہلے دھو لیا کرتے ہیں۔ پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں (یا للعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن شیعہ کا طرز عمل خلاف قرآن یہ ہے کہ منہ دھونے سے اول پاؤں دھو لیا کرتے ہیں۔

# کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد ا صہ۱۹ سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ (اِنْ نَسِيْتَ مَسْحَ رَأْسِكَ حَتّٰى تَغْسِلَ رِجْلَيْكَ فَامْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ) (امام صادق نے فرمایا اگر سر کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے)

اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے جناب امام نے فرمایا کہ اگر مسح سر کو بھول کر غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں تو پھر ایسا کرنا چاہیے

---

(بقیہ ص ۴۳۶) منصوب واقع ہوا ہے جو فاغسلوا کا معمول ہے اور یہی قرأت مشہور ہے۔ الی الکعبین میں الی تحدید کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پاؤں دھونے کے حکم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حد بیان کرنا مغسولات کے لئے ہی فائدہ دیتا ہے نہ کہ ممسوحات کے لئے کیونکہ مسح میں خفت مقصود ہوتی ہے نہ استیعاب اور غسل میں چونکہ استیعاب مقصود ہوتا ہے اس لئے الی الکعبین سے اس کی حد بیان فرمائی ہے (احقر منظر حسین غفرلہٗ)

کہ سر کا مسح کر لیا جائے اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں بلکہ ازالۂ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے! اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

فی الواقع کافی تمام سائل کے لئے کافی دوائی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

## ڈاڑھی چٹ مونچھیں دراز!

آج کل شیعان علی رضہ کا نشان امتیاز یہ ہے کہ ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی ہیں نیز اس حلیہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی ڈاڑھی مسنون ہو! اور شوارب (مونچھیں) کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی وَلَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ

---

ﻟﮧ وضو کی فرضیت اس لئے ہے کہ اعضاء وضو دھو لینے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے تکاسل دور ہو جاتا ہے۔ اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہ ایزدی میں اپنا عرض احوال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبعی اور رفع تکاسل ہوتا ہے جب کسی کو بخار ہو۔ تو طبی علاج یہ بھی ہے کہ پاشویہ کرایا جاتا ہے جس سے بخار دور ہو کر صحت عود کر آتی ہے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے جائیں۔ پاؤں پر صرف مسح کرنے سے یہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

د رسول اللہ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھی رکھو اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو۔

(۲) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۳ میں ہے عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام فِیْ قَدْرِ اللِّحْیَۃِ قَالَ تَقْبِضُ بِیَدِکَ وَتَجُزُّ مَا فَضَلَ امام صادق سے بعض اصحاب نے ڈاڑھی کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا بقدر قبضہ رکھو اور اس سے زائد کاٹو۔

(۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عَنْ عَلِیِّ بْنِ جَعْفَرَ عَنْ اَخِیْہِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ قَصِّ الشَّوَارِبِ اَمِنَ السُّنَّۃِ قَالَ نَعَمْ [له] (علی ابن جعفرؓ نے اپنے بھائی ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا کیا مونچھوں کا کٹانا سنت ہے۔ کہا ہاں بے شک)

(۴) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السلام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُطَوِّلَنَّ اَحَدُکُمْ شَارِبَہٗ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَتَّخِذُہٗ خَبَاءً یَسْتَتِرُ بِہٖ (امام صادق سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کوئی شخص تم سے مونچھوں کو نہ بڑھائے کیونکہ شیطان خیمہ بناتا ہے جو اس کے پردہ کا کام دے)

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۱۷ میں ہے۔ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا جُنُوْدُ بَنِیْ مَرْوَانَ قَالَ فَسَالَ لَہٗ قَوْمٌ حَلَقُوا اللِّحٰی وَفَتَلُوا الشَّوَارِبَ (جناب امیرؑ سے پوچھا گیا بنو مروان کا لشکر کون ہے تو فرمایا وہ ایک قوم تھی جو ڈاڑھی چٹ کرلتے اور مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں)

شیعہ غور کریں۔ حدیث ۱ میں مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی رکھنے کا صاف حکم ہے اور کہ جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں۔

حدیث ۲ میں ڈاڑھی کی مقدار بتائی گئی ہے کہ بقدر قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے

حدیث ۳ میں مونچھیں کٹانا سنت نبوی قرار دیا گیا ہے۔

---

له حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ میں ہے: از سنتہائے ابراہیم است، شارب را گرفتن و ریش را بلند داشتن (مونچھیں کٹانا اور ڈاڑھی رکھنا سنت ابراہیم سے ہے) ۱۲

حدیث ۴۔ میں تو مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسول ؐ نے فرمایا! لمبی مونچھیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں جس سے وہ پردہ بناتا ہے۔

حدیث ۵۔ میں داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز یہود مردان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔ جو حضرات شیعہ ان احادیث کے خلاف داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی کے منکر شیطان کے مددگار ہیں

کہاں ہیں وہ شیعہ جو جہال کو کہا کرتے تھے کہ ایسی لمبی مونچھیں مولیٰ علیؓ کے شاہد ہیں اور اس لیے ہم سنت علیؓ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی ہیں اور تمہارے امام صادق اور رسول پاکؐ کا قول سچا ہے تو یہ لوگ سنت شیطان کے عامل اور یہود صفت خدا و رسولؐ کے نافرمان ہیں، خدا ان کو ہدایت کرے۔ غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز نظر آتے ہیں۔ گویا وہ اس کا شعار اسلام سمجھتے ہیں، ایسے علماء سے خدا کی پناہ جو ضَلُّوا وَاَضَلُّوا کے مصداق ہیں

# بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نصِ قرآن سے ثابت ہے اور لحم خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں لیکن شیعہ حضرات کے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اس کو شیر مادر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ تو دودھ خالص شرابًا طہورًا بن جاتا ہے۔ بہت کی وضعی شراب پیر نذر و نیاز میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگان مولا علیؓ کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ رگڑتے ہیں ادھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا کہہ کر نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے تو کہا کرتے ہیں کہ ان ملانوں کو کیا خبر کہ بھنگ اور چرس کے نشہ میں کیسی معرفت کی باتیں سوجھتی ہیں اور عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں چند مسائل، شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔

شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جزو دوم میں صہ۲ سے صہ۱۷۷ تک شراب

کی خباثتوں، شراب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ چونکہ عربی احادیث ہیں۔ اس لئے ہم حضرات شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی شیعی سے ایک عبارت لکھتے ہیں جو جامع و مانع ہے اور ان تمام احادیث کا نچوڑ ہے اور اردو خوان اصحاب اس کو پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وَ ھُوَ ھٰذَا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ پینے والا شراب کا بیمار ہو تو اس کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ اور اگر حاجت مند ہو تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت کو واسطے نکاح کے چاہے تو نکاح اس سے مت کرو اور جو شخص کہ اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے تو البتہ معین کرے گا۔ خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول اس کے دندان کا ایک سو دس گز ہوگا اور پلایا جائے گا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی گویا اس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا یا خانہ کعبہ کو ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے اس پر لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار فرشتے۔ اور لعنت کی ہے۔ خدا نے شراب پینے والے کو اس کے نچوڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے کو اور اس کے اٹھانے چلنے والے کو اور جس کے پاس لے جائے اس کو۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے ایسا ہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے تو ایسا ہے گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے، مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔"

(تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ا ص ۳۲۸)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپ غور کریں کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولا علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں جو شیعہ صاحبان کے قبلہ و کعبہ اور شیعہ مذہب کے رکن اعظم اور معتمد علیہ سمجھے جاتے ہیں

کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو ایسے محرمات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہو۔

# ترکِ صلوٰۃ

اگرچہ نماز عماد الدین اور اسلام کا اعلیٰ رکن ہے اور مسلمان و کافر میں ما بہ الامتیاز ہی نماز سمجھی جاتی ہے لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے بے پرواہیں کہ گویا اس کی فرضیت کے قائل ہی نہیں نہ صرف یہ کہ خود تارک صلوٰۃ ہیں بلکہ نماز پڑھنے والوں پر تمسخر کرتے اور پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ فیصدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہیں۔ باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے بلکہ شیعہ کا وہ فرقہ جو اپنے آپ کو مولا علی رض کے ملنگ کہلاتے اور عوام ان کو خدا رسیدہ اولیار تصور کرتے ہیں اور زادرہ پر بیٹھ کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے اور بکواس کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوتی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ جس شخص کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیں۔ اس سے ٹھٹھا کرتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں بلکہ حُبِ حسین میں ہے اور محفل حسین میں ماتم کرنا اور نوحہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۳ میں ہے۔ تَارِکُ الصَّلوٰۃِ کَافِرٌ مِنْ غَیْرِ عِلَّۃٍ (امام جعفر صادق کا قول ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر مطلق ہے۔ پھر سمجھ لینا چاہئیے کہ یہ محبانِ حسین اور مولا علی رض کے ملنگ تارک الصلوٰۃ بفتویٰ امام جعفر کافر مطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیحت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد ا صفحہ ۲۱ سے ایک نظم نقل کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے سننے والوں کو عبرت ہو۔

# نظم اردو

نماز ایک جس شخص نے ترک کی  تو خوں اس نے اپنا کیا بے جگری
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا  تو گویا کہ خوں اک نبی کا کیا
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا  تو کعبہ کو اس شخص نے ڈھا دیا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے  تو ایسا ہے جیسے کہ اس شخص نے
زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار  کیا عین کعبے میں اے ہوشیار
جو تارک ہوا پنج اوقات کا  بیان کیا کروں اس کے حالات کا
خدا اس کو کہتا ہے یوں بے نیاز  یہ تو نے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو  غضب کا ہوا اب سزاوار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب  خدا اور اپنے لیے کر طلب
مرے آسمان و زمین سے نکل  کہیں اور وہ جا کے اے بدعمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز  سبک اور ضائع کرے جو نماز

نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے مساجد ویران، دارے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک کندیاں ضلع میانوالی میں، دوسرا چک بیلی خاں تحصیل گوجر خان میں ظہر کی نماز کا، وقت میدانِ مناظرہ میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف متعہ بیاہ کار ثواب کرنے سے امام حسن رضؓ، امام حسین رضؓ، علی المرتضیٰ رضؓ اور رسول خدا کا درجہ مل جاتا ہے عید غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں (۱۸ ذی الحجہ) روز متبرک ایسا آجاتا ہے کہ شیعان علیؓ کے کل تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور نویسندگان اعمال کو حکم ہوتا ہے کہ شیعان علیؓ اور محبان اہلبیت

کے گناہ تین روز تک نہ لکھو یعنی اٹھارویں سے بیسویں تک۔ تحفۃ العوام جلد ۲ صہ ۱۶۱

# سید جنتی ہے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اولاد سادات کے لئے تو جنت واجب ہو چکی ہے سید عبادت کرے نہ کرے کیسے ہی جرائم کبیرہ کا مرتکب ہو، جنت ہاتھ سے نہ جائے گی گویا ان کو رب العزت سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے، چوریاں کرے، واردات قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے۔ دوزخ کی آگ سید پر حرام ہے اور جنت الفردوس کا واحد مالک ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں بلکہ اخص الخواص شیعہ بھی یہ خبط رکھتے ہیں مگر ہم کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

---

لہ حکم نکاح سیدہ با غیر سید یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے ہرگز جائز نہیں جیسا کہ عینی شرح ہدایہ میں اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن محققین اہل سنت کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں ان لوگوں کا یہ خیال غلط اور بے دلیل ہے۔ بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیا کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے لیکن بغیر رضا اولیا۔ قریش کے علاوہ کسی دوسری قوم میں کرنا درست نہیں۔ اور اگر کر دیا گیا تو وہ نکاح قول مفتیٰ بہ کے موافق درست نہ ہوگا۔ علیٰ ما اختارہ صاحب الدر المختار والشامی وغیرہ الغرض قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں بنی ہاشم کی کفو ہیں نکاح بلا اجازت اولیا بھی جائز ہے اور یہ حکم بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں، بلکہ جملہ اقوام کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیا کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ قال فی الہدایہ وغیرہ واذا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفو فالاولیاء ان یفرقوا بینہما دفعا لضرر العار عن انفسہم انتہی والفتوی علی روایت الحسن عن انہ لا ینعقد کما صرح بہ فی الدر المختار اور لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام کہتے ہیں سخت گنہگار ہیں۔ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام۔ لیکن من حرم حلالا کا جو فتویٰ کتب عقائد سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ مقید بقیود ہے۔ یہاں اس کا حکم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان لوگوں کو اسلام سے خارج کہنا جائز نہیں (امداد المفتیین باب الکفاءۃ صہ ۱۳۲) مفتی دار العلوم دیوبند

فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ ص ۸۹ میں ہے :۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصفا فقال یا بنی ہاشم یا بنی مطلب انی رسول اللہ الیکم وانی شفیق علیکم وان لی عملی ولکل رجل منکم عملہ لا تقولوا ان محمدا منا وسندخل مدخلہ فلا واللہ ما اولیائی منکم ولا محمد من غیرکم یا بنی عبد المطلب الا المتقون

ترجمہ :۔ امام محمد باقر سے روایت ہے کہ رسول خدا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں خدا کا رسول ہوں اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں لیکن میرے عمل میرے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہونگے یہ کہنا کہ محمد ہم میں سے ہیں اور اس لیے ہم ان کی جگہ جنت میں جائیں گے۔ بخدا میرے دوست اے بنی مطلب تم میں سے اور دوسروں میں سے نہیں مگر پرہیزگار۔ تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب سے اعلان ہے کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا کہ میرے طفیل تم بخشے جاؤ گے۔ بلکہ اپنے اپنے اعمال کام آئیں گے اور میرے دوست وہی لوگ ہیں جو نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضورؐ کا وہ فرمان سنیئے جو آپ نے مرض الموت میں اپنی دختر بلند اختر فاطمۃ الزہرا رضؓ کے خطاب میں فرمایا۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۱۵ میں لکھا ہے۔ اے فاطمہ رضؓ! عمل کن وطاعت بجا آر کہ بدون عمل من فائدہ نتوانم بخشید" (اے فاطمہ رضؓ! نیک اعمال کرنا اور عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا)

کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشہ رسول زہرا بتولؓ سے زیادہ ہے کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدون اعمال صالحہ قرابت رسولؐ کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اور بعض لوگ جنہوں نے مدت سے اپنی حسب نسب کھو دی ہوئی ہے اور تیلی کشمیری سب سید ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں کہ چوری، زنا، قتل و غارت کرتے رہیں۔ قیامت کو جنت کا تحفہ مل جائے گا۔ کلا وحاشا!

حضرت نوحؑ کے بیٹے کو جو نبی کا فرزند، نبی کا پوتا تھا رسولؐ کی فرزندی نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسول (نوحؑ) نے بھی التجا کی۔ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ (یا اللہ! میرا بیٹا میری اہل سے ہے۔ اسے نجات دیجیو۔) لیکن دربار ایزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا کہ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ الخ (اے! یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اس کے اعمال اچھے نہیں)

پھر آج کل کے مشتبہ سید اتنی دور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدوں عمل صالح جنت کے مالک ہو جائیں گے۔ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں جو برے اعمال کر کے امید رکھتے ہیں کہ صرف محبت اہل بیت ہمارے لئے کافی وسیلہ ہے ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

اصول کافی ص۴۰۲ میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ یَا جَابِرُ اَیَكْتَفِیْ مَنِ انْتَحَلَ التَّشَیُّعَ اَنْ یَقُوْلَ بِحُبِّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَوَاللّٰهِ مَا شِیْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَی اللّٰهَ وَاَطَاعَهٗ وَمَا كَانُوْا یُعْرَفُوْنَ یَا جَابِرُ اِلَّا بِالتَّوَاضُعِ وَالتَّخَشُّعِ وَالْاَمَانَةِ وَ كَثْرَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَالْبِرِّ بِالْوَالِدَیْنِ وَالتَّعَاهُدِ لِلْجِیْرَانِ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَاَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَالْغَارِمِیْنَ وَالْاَیْتَامِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَكَفِّ الْاَلْسُنِ عَنِ النَّاسِ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَكَانُوْا اُمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِی الْاَشْیَاءِ قَالَ جَابِرٌ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا نَعْرِفُ الْیَوْمَ اَحَدًا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَقَالَ یَا جَابِرُ لَا تَذْهَبَنَّ بِكَ الْمَذَاهِبُ حَسْبُ الرَّجُلِ اَنْ یَقُوْلَ اُحِبُّ عَلِیًّا وَاَتَوَلَّاهُ ثُمَّ لَا یَكُوْنُ مَعَ ذٰلِكَ فَعَّالًا فَلَوْ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ خَیْرٌ مِنْ عَلِیٍّ ثُمَّ لَا یَتَّبِعُ سِیْرَتَهٗ وَلَا یَعْمَلُ بِسُنَّتِهٖ مَا نَفَعَهٗ حُبُّهٗ اِیَّاهُ شَیْئًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْمَلُوْا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ لَیْسَ بَیْنَ اللّٰهِ وَبَیْنَ اَحَدٍ قَرَابَةٌ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ وَاَعْمَلُهُمْ بِطَاعَتِهٖ۔ (ترجمہ: جابرؓ نے امام باقرؒ سے روایت

کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ! تشیعہ پن یہی نہیں ہے کہ کہہ دیا جائے کہ ہم محب اہلبیتؑ ہیں بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت اور یاد الٰہی ہے، اور نماز و روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا، اپنے پڑوسیوں کی امداد کرنا اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں اپنے قبائل میں۔ جابرؓ نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ اس صفت کے شیعہ آج کل نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ ہم مذہبی پابندی سے بچا نہیں سکتے۔ کوئی شخص گمان کرتا ہے کہ میں محب علیؓ و اہلبیتؓ ہوں۔ پھر ان کے طریق پر نہیں چلتا۔ اگر وہ شخص کہے کہ میں محب رسولؐ ہوں اور رسولؐ علیؓ سے بہتر ہیں پھر رسول کی سیرت پاک کی اتباع نہ کرے، نہ نیک عمل کرے تو یہ محبت اسے نفع نہ دے گی۔ خدا سے ڈرو اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے خدا کو وہی لوگ پسند ہیں جو بڑے متقی اور عبادت گذار ہیں!!

دیکھو۔ اس حدیث میں امام والامقام نے سچے شیعوں کی شناخت کا معیار مقرر کر دیا ہے کہ منکسر المزاج و متواضع اور امین ہوں۔ یاد الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہیں، نماز روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار، اپنے غریب پڑوسیوں کی امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوت قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگوئی نہ کریں۔ حضرت امام نے کھول کر فرما دیا کہ نرا محبت علیؓ و اہلبیت کا ادعا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب کہ اعمال یزید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسول پاکؐ کا درجہ علیؓ سے بلند تر ہے۔ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں محب رسولؐ ہوں لیکن اس کے اعمال کفار کے سے ہوں تو حب رسولؐ اسے کیا فائدہ دے گی۔ جناب ممدوحؓ نے یہ بھی بتایا کہ بخشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے قرابت نہیں ہے اس کو یہی لوگ پسند ہیں جو متقی اور عابد اور زاہد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان میں اوصاف بالا سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ اتقاء و ورع کجا، نماز و روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا

سچ تو کیا بولیں گے۔ تقیہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے کہ شام و صبح اصحابؓ و ازواجِ رسولؐ پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کی بجائے سر تال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں جو سراسر توہینِ اہلبیت ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعویٰ حبِ علیؓ و حسنینؓ کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلا و حاشا۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

ایسے لوگ قیامت میں امام حسینؓ نہیں بلکہ یزید کے گروہ میں اٹھیں گے کیونکہ ان کے افعال و اعمال سب کے سب وہی ہیں جو یزید اور اس کے اتباع کے تھے۔ سید گری کسی کام نہ آئے گی جب کہ اعمال درست نہ ہوں۔

## نظم

خدا جانے روافض کا برا انجام کیا ہوگا
برا ہوگا۔ برا ہوگا، برا ہوگا، برا ہوگا

خدا کے پاک بندوں کو برا کہتے ہیں دنیا میں
قیامت میں خدائے پاک بس ان سے خفا ہوگا

برا کہتے نبیؐ کے دوستوں کو اور احبا کو
خفا ان سے یقیناً شافعِ روزِ جزا ہوگا

نبیؐ کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا ہے
مسلماں کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہوگا

برا کہتے ہیں حضرت غوثِ اعظمؒ کو یہ بدباطن
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہوگا

زباں پر ہے سدا دنیا میں ان کی ورد لعنت کا
قیامت کو گلے میں طوقِ لعنت کا پڑا ہوگا

پیمبر ہیں ہمارے رحمۃ للعالمین یارو
انہیں پیارا وہی ہوگا جو لعنت سے بچا ہوگا

نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن ہیں صحابہؓ کے
جو مومن ہے سدا دل سے صحابہؓ پر فدا ہوگا

عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں سے
جو بدخواہ ان کا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہوگا

برا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیفوں کو
بھلا کب اس سے خوش یارو علی المرتضیٰؓ ہوگا

رسولِ پاکؐ کی ازواج کو ہیں جو برا کہتے
نہ خوش ان سے کبھی روحِ بتول فاطمہؓ ہوگا

عجب بیباک دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا
نہ کوئی پاک بندہ شر سے ان کی بچا ہوگا

جو اہل بیت کی توہین کرتے ہیں سرِ اجلاس ۔۔۔ یزیدی فوج نے ہرگز نہیں ایسا کیا ہوگا
محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جب بدفعل ہیں ۔۔۔ تماشا رام لیلا کا نہ ایسا دل ربا ہوگا
مسلماں ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت افسوس ۔۔۔ کبھی راضی نہ ان بدعات سے رب العلیٰ ہوگا
دکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی ۔۔۔ یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد بنا ہوگا
علم اور تعزیہ دُلدُل نئی بدعات ہیں ساری ۔۔۔ رسوم شرک ہیں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہوگا
قلندر ڈوم کنجر ماتم حسینؓ کرتے ہیں ۔۔۔ نہ کیونکر خوش بھلا روح شہید کربلا ہوگا
عمر گزری برائی اور برائی کی کمائی میں ۔۔۔ عمر میں اپنی استنجا نہیں ہرگز کیا ہوگا
وہ کیسی نامبارک اور ہوگی نا سزا مجلس ۔۔۔ کہ شامل جس میں یہ پر از خباثت طائفہ ہوگا
وہ نام پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق ۔۔۔ نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہوگا
پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشو یہ نیکی ہے ۔۔۔ اسی سے خوش خدا اور سرورِ ہر دوسرا ہوگا
اسی سے خوش ہوں اہلبیت اور شہدا کے ارواح ۔۔۔ یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہوگا
الٰہی کر ہدایت اپنے بندوں کو ز فضلِ خود ۔۔۔ بجز تیری ہدایت کے نہ کوئی رہنما ہوگا

دبیر اب ختم کر دو نظم پُر تاثیر کو اپنی
اثر ہوگا اسے دل در دسے خسؔ کا بھرا ہوگا

(از تازیانۂ سنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں اور کتب شیعہ کے حوالجات سے اپنا مدعا ثابت کیا جا چکا ہے امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائے گی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرالے عقائد شیعہ کے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفاء ثلاثہ رضؓ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آتی۔ کہ سبائی مذہب کہاں تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے!

---

# نقشۂ اسلام حسب عقائدِ شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں کہ اسلام نے تھوڑے عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی اور جس سینہ میں نورِ اسلام پرتو فگن ہوا۔ پھر اس میں ظلمتِ کفر کو ٹھنا محال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے لیکن تعجب ہے کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہادی اسلام (فداہ ابی و امی) کی تبلیغی جدوجہد اور خدا کے پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ سچے مسلمان رسول پاک کے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذر رض مقداد رض، سلمان فارسی رض پیدا ہوئے جو آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں تک تھی برائے نام مسلمان تھے۔ جو رسول پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے اور الٹے خاندان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۱۵ میں درج ہے۔

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ رض قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلَاثَةٌ نَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ اِبْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرٍّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔ (ترجمہ) امام محمد باقر سے روایت ہے فرمایا۔ رسول خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا، وہ کون کہا مقداد رض، ابوذر رض اور سلمان فارسی رض۔

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص۶۱۱ میں ہے :۔ بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند بعد از وفات رسول مگر سلمان، ابوذر و مقداد رض (امام صادق ع سے بسند معتبر روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے (مرتد ہو گئے) صرف سلمان رض اور ابوذر رض و مقداد رض مسلمان رہ گئے) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں اب دیکھنا یہ ہے

کہ یہ مسلمان کیسے تھے۔

# سلمانؓ اور مقدادؓ کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۱ میں سلمانؓ و مقدادؓ کے ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو تو فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے

در کتاب اختصاص بسند معتبر روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمودہ کہ اے سلمانؓ اگر عرض کنندہ علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود (کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ۔ اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے، تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے "پس فرمود اے مقدادؓ اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمانؓ ہر آئینہ کافر میشود" پھر جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد۔ اگر تمہارا صبر سلمان پر پیش کیا جائے تو وہ ضرور کافر ہو جائے۔

# کیا خوب مسلمانی ہے

کہ سلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی سلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جلئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کئے تھے۔ جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے "حلل یقین" تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے تو اسلام کو خیرباد کہہ دے۔ اب حضرت ابوذرؓ مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر بھی حرف آتا ہے کہ اتنا بڑا کارخانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے در حسب فرمان وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ ط ہم نے آپ کو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے، رسول بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کے لئے اور نتیجہ اس تمام کارگزاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے

لئے بھی کھڑا ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تف ایسے برے عقیدہ پر مسلمانو غور کرو ... اور پھر غور کرو۔

# شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں کہ ان برائے نام مسلمانوں نے (جن کو تم معاذاللہ کافر و مرتد کہتے ہو) تو اسلام کی وہ خدمت کی کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگیں اسلام کئے لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا کہ اصلی قرآن جو نازل ہوا تھا ایک جا جمع کر کے سورتوں رکوعوں اور آیات کو ترتیب دی۔ اعراب لگائے، سینکڑوں حافظ تیار کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تمہارے ان مخلص مسلمانوں ابوذر رضؓ، مقداد رضؓ، سلمان فارسی رضؓ نے کون کون سی خدمات اسلام کیں کن کن کفار کو مسلمان کیا، کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو یہی بتایئے کہ جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انہوں نے کون سی امداد کی۔ کیا اس نازک وقت میں ان کو امداد پہنچائی تھی جب کہ بقول فاسد تمہارے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر بیعت ابوبکرؓ کے لئے لے جا رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی ان کو واپس دلائی یا فدک جو بزعم تمہارے حق زہرا رضؓ کا چھین لیا گیا تھا واپس دلایا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ ان سچے اور پکے مسلمانوں کا پیش کیا جائے جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے اگر ان تمام امور سے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا تو ان کی مسلمانی سے اسلام کو اور علیؓ المرتضیٰ کو کیا نفع۔ ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے تھے جنہوں نے ملک کے ملک فتح کر کے اعلائے کلمۂ حق کیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹا کر رسولؐ خدا کی پیشین گوئیوں کو پورا کیا۔ اور گرانقدر وظائف دے کر اہل بیت کو مالا مال کر دیا۔ ہاں یہی بتاؤ کہ حضرت مولیٰ علیؓ نے ہی بعد وفات رسولؐ کونسا ایسا کارنمایاں کیا جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تہ تیغ کر کے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہاں تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابیؓ

جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن تھے شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خانہ جنگیوں ہی میں گزارا اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب کیا کہ شیعوں کی نذر سے کبھی اوجھل ہے اگر ان برائے نام چند مسلمانوں (خلفاء ثلاثہ رض) کا وجود نہ ہوتا تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمۂ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیا سے اسلام ان نفوس مقدسہ (خلفاء ثلاثہ رض) کی بدولت تاقیامت گرویدۂ اسلام ہے جنہوں نے اپنی جان پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب، جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تائید ایزدی ان کے شامل حال تھی اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ اے کچھ ہوش کرو۔ کفران نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمر رض نہ ہوتے تو آج ایک بھی سید جو اولاد حسین رض بطن حضرت شہر بانو سے پیدا ہوئے (صفحہ ۵ پر) نہ ہوتے۔

## شیعیان علی رض

اب ہم شیعیان علی رض سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرا تم ہی بتاؤ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہلبیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں علی المرتضیٰ رض تمہارا ہی رونا روتے رہے۔ ائمہ اہلبیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیر رض کو کوفہ میں جام شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیل رض کو کوفہ میں بلا کر مع صغیر السن بچوں کے ذبح کیا۔ تم نے سید الشہداء حضرت امام حسین رض کو خطوط عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر مع بال بچے کربلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو جو اس بات کا ثبوت ہو کہ تم نے اسلام یا ائمہ مظلوم ہی کو کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ان خطبات سے جو نہج البلاغت میں بکثرت ہیں۔ تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونۃً ہم آپ کا ایک خطبہ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغت سے درج ذیل کرتے ہیں جو اس کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔

# خطبۂ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

"جو امر کہ گزر گیا اور جو فعل مقدر اور مشخص کر دیا ہے۔ میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو ولعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو اور تمہیں ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو مقابلے میں ضعیف و سست ہو جاتے ہو تو پھر اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع نہ ہوں تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانے والی آواز کو قبول بھی کرتے ہو تو پھر بہت جلدی رجعت قہقری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لیے کوئی مربی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے اس میں نصرت حاصل کرنے کے لیے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو وہ تمہاری موت اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے ہو اس کا انجام موت اور خواری ہے قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آ جائے اور بیشک وہ ضرور آئے گا تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا کہ میں تمہاری مصاحبت کے لیے دشمن ہوں گا اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک مجھ سے برگشتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے اور تمہارے سبب سے میں صاحب شوکت نہ ہوں گا۔ خدا کے بندو کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں کہ تمہیں ایک جگہ جمع کر دے اپنے امثال و اقران کو بھی دیکھ کر حمیت و غیرت نہیں آتی۔ (جو تمہیں مدافعہ دشمن کے لیے تیز و طرار کر سکے) کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ ستمگاروں کو بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں انعام اور احسان کے ٹکڑوں کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو، معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف کیے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لیے ایسا صادر نہیں ہوا جو موجب خوشنودی ہو

اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث غفلت ہو اور تم اس پر اجتماع کر لو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر اس سے لامحالہ انحراف کرو گے اور یاد رکھو کہ بہترین شے جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے میرے نزدیک موت ہے کیونکہ میں اس کے سبب سے تمہاری بے جا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت بریں کی سیر کروں گا۔ میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کے ساتھ ابتدا کی۔ میں نے تمہیں اس چیز کو پہنچوا دیا جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز (شراب معارف دینیہ پلا دی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے جو تمہیں ناگوار خاطر تھی۔"

(نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران ص ۲۴۳)

اس خطبہ اور ہم قسم دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اپنے وقت کے شیعوں سے کس قدر نالاں تھے کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ ان کا کوئی حکم نہ مانتے تھے اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی اور نہ انعام و اکرام ہی سے ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے۔

# شیعہ کا امام حسنؓ سے سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے امام حسنؓ سے کیا اس کا ذکر جلاء العیون جلد ۱ ص ۲۷۶ میں امام ممدوح کی زبانی یوں ہے۔

"یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں"۔

اسی کتاب کے ص ۲۷۷ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے۔

"شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؓ

اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن لیلے کہتے تھے اس نے کہا السلام علیکم، اے ذلیل کنندۂ مومناں!"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا تو شیعوں نے چراغ پا ہو کر حرکت کی۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے)۔ یہ کہ کر بلوہ کیا اور اسباب امام حسنؓ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا ردوش مبارک سے اتار لی۔" یہ تو حضرت امام حسینؓ کے بڑے بھائی سے دعویداران حبِ حسینؓ کا سلوک ہے۔

# امام حسینؓ سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسینؓ سے تو شیعوں نے وفاداری کی حد کر دی صاحب جلاء العیون جلد ۲ میں یوں رقمطراز ہے۔

"پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی، اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ کی ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؓ کو شہید کیا۔"

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بیدردی و بے رحمی سے حضرت امام حسینؓ کو دشت کربلا میں بھوکا پیاسا مع بال بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سر امام حسینؓ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس لے گئے اور وہاں جا کر ماتم حسینؓ برپا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید عقید کے خاص حکم پر اور ہندہ زوجہ یزید کے اہتمام سے یزید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے۔ اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالف اسلام اسلام پر حملہ کر دے اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے تو یہ محبان حسینؓ جو حرمت چاولوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے کبھی دریغ نہ کریں

جب اس وقت یہ حالت تھی کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے تھیں ۔ اور موثر پر درد الفاظ میں ان کو وعظ سنائے جاتے تھے اور ان کے پتھر دل میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی (جیسے کہ خطبات جناب امیرؑ لکھے جا چکے ہیں) تو اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حمیت اسلام دکھائی ہے ۔

# بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصول کافی صـ۳۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتِ الشِّيْعَةُ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ (حضرت امام باقرؒ سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکام حج سے نابلد تھے اور حلال و حرام کی انھیں کوئی تمیز نہ تھی امام باقرؒ نے انھیں احکام حج بتلائے اور حلال و حرام کا فرق بیان کیا)۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام باقرؒ سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نابلد اور حلال و حرام کی تمیز بھی نہ رکھتے تھے امام باقرؒ نے ان کو حلال و حرام کی تمیز دی اور ضروری احکام سکھائے۔

# شیعہ کی تعداد حضرت صادق رضؓ کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجیے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفرؒ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوحؒ کی طرف کرتے ہیں لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی۔ اصول کافی صـ۴۹۶ میں ہے :۔

عَنِ ابْنِ رِئَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لِاَبِيْ بَصِيْرٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مُؤْمِنِيْنَ يَكْتُمُوْنَ حَدِيْثِيْ مَا اسْتَحْلَلْتُ اَنْ اَكْتُمَهُمْ حَدِيْثًا۔

(راوی کہتا ہے کہ امام صادقؒ ابو بصیر سے فرمانے لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں تو میں کبھی یہ روا نہ رکھوں کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب صادق کے عہد میں جو بقول شیعہ شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا یہ حالت تھی کہ جناب امام ہمام رحمۃ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں یہی بات ہے کہ آپ سچی بات ایک کو بھی نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دے کر دفع الوقتی کرتے تھے۔

اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے۔

عن سدیر الصیرفی قال دخلت علی ابی عبد اللہ فقلت لہ واللہ ما یسعک القعود فقال لم یا سدیر قلت لکثرۃ موالیک وشیعتک وانصارک واللہ لو کان لامیر المؤمنین علیہ السلام مالک من شیعۃ والانصار والموالی ما طمع فیہ تیم ولا عدی فقال یا سدیر وکم عسی ان یکونوا قلت مائۃ الف قال مائۃ الف قلت نعم ومائتی الف قال ومائتی الف قلت نعم ونصف الدنیا قال فسکت عنی ثم قال ایخف علیک ان تبلغ معنا الی ینبع قلت نعم فامر بحمار وبغل ان یسرجا فبادرت فرکبت الحمار فقال یا سدیر اتری ان تؤثرنی بالحمار قلت البغل ازین وانبل قال الحمار ارفق لی فنزلت فرکب الحمار ورکبت البغل فمضینا فحانت الصلوۃ فقال یا سدیر انزل بنا نصلی ثم قال ھذہ ارض سبخۃ لا یجوز الصلوۃ فیہا فسرنا الی ارض الحمراء ونظر الی غلام یرعی جداء فقال واللہ یا سدیر لو کان لی شیعۃ بعدد ھذہ الجداء ما وسعنی القعود ونزلنا وصلینا فلما فرغنا من الصلوۃ عطفت الی الجداء فعددتھا فاذا ھی سبعۃ عشر۔ الترجمہ

(ترجمہ) سدیر صیرفی سے روایت ہے انہوں نے کہا میں امام صادق کے پاس گیا اور ان کو کہا بخدا آپ کو اب بیٹھ نہیں رہنا چاہیئے فرمایا۔ کیوں؟ میں نے کہا۔ اسلئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ مددگار کثرت سے ہیں بخدا اگر امیر کے پاس اتنے آدمی ہوتے جتنے آپ کے پاس شیعے اور غلام ہیں تو بنو تمیم و عدی طمع خلافت نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ سدیر! کتنے ہونے چاہئیں؟ میں نے کہا۔ ایک لاکھ، امام نے کہا، ایک لاکھ، میں نے کہا، ہاں ایک لاکھ، امام نے کہا۔ اور دو لاکھ میں نے کہا، ہاں نصف دنیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا کیا تجھے گنجائش ہے کہ میرے ساتھ باہر چلو۔ میں نے کہا، ہاں آپ نے گدھے اور خچر کو کسنے کا حکم دیا۔ میں جلدی گدھے پر سوار ہو گیا فرمایا۔ سدیر! مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا خچر کی سواری اچھی اور تیز رفتار ہوتی ہے فرمایا گدھے

کی سواری ہلکی ہوتی ہے میں اتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل دیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا، سدیر اترو نماز پڑھ لیں، پھر کہنے لگے، یہ شور زمین ہے یہاں نماز نہیں ہو سکتی۔ پھر ہم ایک سرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا جو بھیڑیں چرا رہا تھا۔ امام جعفر فرمانے لگے اگر میرے ان بھیڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں تو بیٹھ نہ رہوں (جنگ کے لئے اٹھوں) پھر ہم نے اتر کر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان بھیڑوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد سترہ نکلی اب آپ غور کریں کہ جہاں شیعہ کی تعداد دو لاکھ بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی تھی وہاں خالص مخلص شیعے سترہ ۱۷ نکلے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب امام جعفر صادق رضہ کا تھا وہاں آجکل کے شیعہ کی ایمانی حالت کا کیا ٹھکانہ۔ یہ سب ڈوم، میراثی، قلندر، مصلّی، کنجر جو شیعہ بن کر محرم میں رونق افزا مجلس ماتم ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظمان مجالس عزا ایک سال چاول پکانے بند کر دیں تو دیکھیں کتنے شیعیان علیؓ سینہ کوبی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

## امام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف لائیں گے جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائے گی جو ان کے محافظ ہوں گے اور اعداء اسلام سے ان کی نگہبانی کریں گے۔ باوجودیکہ مدعیان شیعیت کی تعداد اسوقت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ سب برائے نام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر سچے شیعہ ہوتے تو کب کے امام منتظر تشریف لے آتے۔

## امام کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اسوقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے کہ ان کا قرآن جمع کردہ علی رضہ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ ہو رہا ہے کہ شیعہ کہیں سے وہ قرآن پیدا کریں۔ ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں شیعہ بیچارے سخت پریشان ہیں کوئی جواب بن نہیں سکتا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن صاحب الامر حضرت امام مہدی کے پاس موجود ہے

اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام بمعہ اپنے فرزندوں کے ایک غائب ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔

شیعوں کے قبلہ و کعبہ علامہ سید علی الحائری کی ایک مصنفہ کتاب "غایۃ المقصود" میں بہت سی حکایات درج ہیں کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص۲۵ سے ص۳۲ تک ایک قصہ لکھا ہے کہ "چند کس دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر دیکھے جو امام کے فرزندوں کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض کا طول و عرض دو ماہ کا راستہ بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں اور عجیب و غریب باغات و جنات، تجری من تحتہا الانہار، مشاہدہ میں آئے ان لوگوں نے امام کی زیارت بھی کی اور اسلام بھی تازہ ہوا"۔ معلوم نہیں اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک مخفی کیوں ہے۔ جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔ یہ سب داستانیں فرضی، بوستان خیال یا شیخ چلی کی گپوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ بہر حال اگر امام اتنی بڑی سلطنت کے مالک، دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہیں، آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعہ کو بھی ملتے رہتے ہیں جیسا کہ حائری کی کتاب غایۃ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت (زیارت) امام سے محروم ہیں؟

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ سب حلوے مانڈے اور چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اصلی شیعہ کی بو تک ان میں نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود ہوتا تو اس آڑے وقت میں حضرت امام ان کی ضرور دستگیری کرتے اور اصلی قرآن اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا تو اس کی نقل ہی کرا کر کسی مخلص شیعہ کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا کر سرخروئی حاصل کرتے۔

# ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے ص۱۰۱-۱۰۲ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے جو قاضی نور اللہ شوستری کی مجالس المومنین سے نقل کی گئی ہے:۔

"کہ ایک اجل فاضل اہل سنت جو علامہ حلی کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ

امامیہ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سنا کر شیعوں کو بہکاتا تھا اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کردے کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔ شیخ حلی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ وہ کتاب ہاتھ آئے تاکہ اس کی تردید کی جائے ایک روز استادی شاگردی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریۃً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا صرف ایک رات کے لئے دے سکتا ہوں۔ شیخ نے اسکو بھی غنیمت سمجھا اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کرلیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہوئے اور شیخ کو فرمانے لگے کہ کتاب مجھے دیدو اور تم سو رہو جب شیخ نیند سے جاگے تو دیکھا کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جاسکتی تھی یہ حکایت فارسی میں ہے میں نے سہولت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بجنسہ اردو میں لکھ دیا ہے جو چاہے اصل کتاب دیکھ لے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اسلئے وضع کی گئی ہیں کہ شیعوں کا اس بات پر اعتماد جا رہے کہ ضرور امام مہدی علیہ السلام اس وقت موجود ہیں اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے میں کہتا ہوں اگر یہ باتیں درست ہیں تو اس وقت شیعیان علی کیوں کوشش نہیں کرتے کہ مل کر شب بیداری کریں اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں اور منت و خوشامد سے عرض و معروض کریں کہ حضرت جی اسوقت بڑا آزادی کا وقت ہے۔ آپ ظہور فرمائیں تو کوئی شخص آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا اور لاکھوں کی تعداد میں لٹھ بند شیعہ جو گتکا باز بھی ہیں آپ کی امداد میں موجود ہوں گے تشریف لاکر شیعیت کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر آپ خود تشریف نہیں لاسکتے تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرمائیں تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کرسکیں اور مخالفین کے قرآن کے رہین منت نہ رہیں۔ شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعت مدار ہی اپنی روحانی کشش سے حضرت امام کو بلالیں۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کوئی حیلہ کریں اور نہیں تو ایران کے بڑے بڑے جبہ پوش مشائخ شیعہ ہی جد و جہد کریں۔ اگر ایسا نہیں کرسکتے اور ہرگز نہیں ہوسکتا تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اسوقت ان ہزاروں لاکھوں نمائشی شیعوں میں خالص مخلص اصلی شیعہ ایک بھی نہیں۔

شیعو! کوشش کرو کہ اپنے سے یہ دھبہ دور کرو ورنہ ان عقائد شیعہ سے باز آجاؤ۔

ضد چھوڑ دو آخر مرنا ہے اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے بزرگان دین کی سب وشتم سے باز آجاؤ۔ اسی قرآن کے کامل ومکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ، طریق اہل سنت اختیار کر کے مسلمانوں کے سواد اعظم میں مل جاؤ تاکہ نجات حاصل ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو
ہو تم مختار مانو یا نہ مانو

کتاب بہت طویل ہو گئی ہے اب ختم کرتا ہوں اور صدق دل سے درگاہ الہ العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو اور قیامت میں مغفرت کا وسیلہ ہو۔ آمین ثم آمین ط

یہ کتاب ان ناپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو اور مسلمان بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِاُسْتَاذِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اٰمِیْن
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

راقم خاکسار
ابو الفضل محمد کرم الدین عفی عنہ دبیر
متوطن بھیں، تحصیل چکوال ضلع جہلم (پنجاب)
(مغربی پاکستان) ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء

# فتویٰ تکفیر روافض

## (از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

جو روافض اصحاب و ازواج رسولؐ کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرا ورد زبان رکھتے اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں. بلا شبہ کافر ہیں ان کی تکفیر کے فتاویٰ علماء ہند و پاک سے ہی نہیں بلکہ علمائے حرمین شریفین سے صادر ہو چکے ہیں لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان اسلام اہل باطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں جو انہوں نے غالی روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں. سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں

## از مکتوبات مترجم اردو

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ موثر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں. اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھا ہے. لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ نے ہی کی ہے. اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے قرآن کو حضرت عثمان رضی نے جمع کیا ہے اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے. مخالفت اور جھگڑے[1] جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقعہ ہوئے ہیں نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور ان کا نفس امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیرؓ اس بارے میں حق پر تھے ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے فسق کی حد تک نہیں پہنچتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں کیونکہ خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے. اور یزید اصحابؓ سے نہیں اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں جو کام اس بدبخت نے کیا ہے کوئی کافر بھی نہیں کرتا اہل سنت والجماعت میں سے بعض علماء نے اس کو لعنت کرنے پر توقف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اس سے راضی

---

[1] جو جھگڑے بعد از خلافت اصحاب ثلاثہ واقع ہوئے

ہیں بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

## مکتوب نمبر ۸۰

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور نجات کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام کے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ. یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریقہ بعینہ اصحاب کا طریق ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے جیسے طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. پس رسول کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت عین حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگا دیا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (ارادہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں یہی لوگ پکے کافر ہیں)

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری کے برخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت میں عدم اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے پس اس مخالف طریق میں نجات کی

کیا مجال۔ وَتَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْئٍ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ط اور گمان کرتے ہیں یہ گروہ اور کسی چیز کے ہیں خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں جیسے کہ شیعہ خارجیہ اور معتزلہ جو مذہب نیا رکھتے ہیں ان کا رئیس واصل بن عطاء امام حسن بصری کے شاگردوں میں تھا جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتے تھے کے باعث امام سے جدا ہو گیا اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا: اِعْتَزَلَ عَنَّا ہم سے جدا ہو گیا اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کر لو۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ (جس نے اصحاب کی تنظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ ان کا حسد ان کے صاحب کے حسد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں وہ انہیں کی نقل کے وسیلے سے ہیں، جب یہ مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی مطعون ہو گی کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہے۔ پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ دینے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ ان کے راویوں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں تو اس کا جواب ہم دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اسوقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلاثہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتداء کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے بلکہ وہ انکار در حقیقت حضرت امیرؓ کا انکار ہے۔ اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد

ہے اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ کے حق میں دخل دینا بڑی بے وقوفی ہے عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال و معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا اس فعل کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت امیرؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء ثلاثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتداء سے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اسکا کیا جواب دیں گے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (اے میرے رسولؐ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا)

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہو اس کو ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں ورنہ اس کی شرافت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس سب خلفائے ثلٰثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں کہ تمام اصحابؓ کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے اور وہ ہرگز اختلاف نہیں رکھتے اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحابؓ ہی ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے

ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے کر جمع کیا گیا ہے پس بعض کا انکار منکر کے بارہ میں ثابت ہوتا ہے پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں ان کی جزا اس کے سوا اور کیا ہے۔ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں) یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضؓ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ در حقیقت جامع القرآن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں اور حضرت امیرؑ کا جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہئے کہ ان بزرگوں کا انکار در حقیقت قرآن کا انکار ہے (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضؓ کا جمع کیا ہوا ہے آپ کا اس کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا۔ میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرتؐ کے اصحابؓ حضور کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رضؓ کی بیعت کی اتنے اصحابؓ کا گمراہی پر اجماع ہونا محال ہے حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

## فتویٰ تکفیر روافض

### (از دربار گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتویٰ جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرۃ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین ص۱۶۰ میں بروایت معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہا بایں طور حدیث منقول ہے سَیَجِیْ ءُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَنْتَقِصُوْنَ اَصْحَابِیْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُؤَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْا وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَھُمْ (آخر زمان میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گے

پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔ نہ ان سے مل کر پیو نہ کھاؤ نہ ان سے رشتہ بندی کرو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان سے مل کر نماز پڑھو۔

اسلئے غوث وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی یہی توقع ہو سکتی تھی کہ اپنے جد امجد کی طرح روافض کی تکفیر کا فتویٰ صادر کریں۔ لیکن رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا سمجھتے ہیں اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔

خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ پیر صاحب سے اس بارے میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و معتمد خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب لاہوری نے ایک فتویٰ کی نقل بھیجی ہے جو دربارۂ تکفیر روافض دربار گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے۔ وھو ہذا[1]:-

| السؤال | ترجمہ |
| --- | --- |
| ۱ (۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشۃ الصدیقۃ العلیا (۲) منکر صحابیت خلیفۃ الحق والصواب حضرت ابوبکر الصدیق رضا و عمر رضا بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۳) منکر بنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا (۴) محرف و منکر قرآن مجید ساب الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۵) باز دارندہ مردم از دین اسلام کافر است یا نے۔ ارتباطِ نکاح وا نکاح داشتن وطریق الفت و محبت بوئے پیمودن وآمد و شد در اعراس شاں کردن و شمولیت در شادیہائے و مصائب و مواکلت و مشاربت | حضرت عائشہ صدیقہ رضا کو قذف کرنے والا۔ حضرت ابوبکر رضا و عمر رضا کو اصحاب رسول ؐ نہ سمجھنے والا۔ رسول ؐ پاک کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے والا۔ قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا لوگوں کو دین حق (طریق اہل سنت والجماعت) سے ہٹانے والا کافر ہے یا نہ ایسے شخص سے رشتہ داری نکاح کرنا ان سے دوستی اور یارانہ گانٹھنا ایسے شخصوں کے عرسوں میں شمولیت شادی و غمی میں ان سے شرکت۔ ان سے مل کر کھانا اور پینا بطور دوستی بھائی چندی جائز ہے یا |

[1] تحریر بدستخط خان بہادر مولوی شیر محمد خاں صاحب مصنف کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے ۱۲

بطریق مواخات و صداقت چہ حکم دارد و ہر کس با چنیں شخص طرح صداقت و محبت انداز د یا از موالات و مصادقت جائز یا نہ از بیان شافی اطمینان تلب فرمائند۔ والسلام

## الجواب

شخصے یا فرقہ کہ اوصافش در سوال مذکور شدہ خارج از دائرہ اسلام است با چنیں شخص یا فرقہ خائنہ با قتضائے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ اختلاط و ارتباط ممنوع است ساب شیخین عند الجمہور کافر است و محرف و منکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج قاذف ام المومنین رضی اللہ عنہا نیز منکر قرآن مجید است والباقی کذالک موالات و مصادقت با چنیں اشخاص ممنوع است۔

حررہ غلام محمد خطیب جامع مسجد

(بحکم قبلۂ عالم از گولڑہ شریف)

نہ، اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ ؟

جواب شافی دے کر پوری تسلی فرمائیں۔

## ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں جو سوال میں مذکور ہیں وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضائے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے شیخین کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

## حضرت امام جعفر صادق کا فتویٰ

اصول کافی ص ۳۷۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوْا اَھْلَ الْبِدْعَۃِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرمایا بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور ان سے مل کر بیٹھو ورنہ ۔۔ لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے رسول پاکؐ

نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرنے ان سے دوستی پیدا کرنے ان سے مل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ روافض جن کا بھنگ، شراب وظیفہ، ترکِ صلوٰۃ شیوہ، اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ ہے، اہل بدعت ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ حضرت امام ہمام ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہیئے۔ ورنہ بحکم حدیث ہٰذا وہ ان جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث: اصول کافی، ص۵۵۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ لِاَوْلِیَاءِ اللّٰہِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (جو شخص ایسے لوگوں کے پاس نشست و برخاست کرے، جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں وہ خدا کا سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوحؒ سبی شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں بلکہ سب اہلبیتؓ سے بھی دریغ نہیں کرتے حتیٰ کہ جناب امیر علیہ الرضوان کی سب کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں اسلئے ان سے برتاؤ کرنے والا امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کا نافرمان ہے۔ تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ روافض کی تکفیر قرآن وحدیث اور اقوال ائمۂ اہل بیت اور فتویٰ علماءِ ظاہر و باطن کی رو سے ثابت ہے۔ ان سے کسی قسم کا برتاؤ کرنا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے بالکل قطع تعلق کرنا چاہیئے ان سے مل کر کھانے پینے، نشست و برخاست رکھنے، رشتے ناطے کرنے، ان سے محبت والفت راہ ورسم رکھنے، ان کے جنازوں میں شامل ہونے، ان سے مل کر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین وایمان کو بچانا چاہیئے۔ زمانہ پر فتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے کہ سوادِ اعظم مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو، ورنہ دین وایمان کی خیر نہیں ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۰

خاکسار: (محمد کرم الدین عفی عنہ، متوطن بھیں، تحصیل چکوال ضلع جہلم)

صفر سنہ ۱۳۴۴ھ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

# قرآن کا معجزہ

## (کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا)

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ "لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" (اس کو ناپاک مس بھی نہیں کر سکتا) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم) کا بغض بھرا ہوا ہے ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ بار بار اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے جو اہل سنت کے دعوے کو باطل کر سکے لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی یوں تو گھر بیٹھ کر عوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں لیکن شیعہ مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر ۶ جلد ۲۸ (ماہ جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ ص ۳۳ تا ۳۵) میں ایک مضمون بعنوان "شیعہ حافظ قرآن" شائع ہوا ہے جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر تمام شیعی دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ نام یہ ہیں:-

(۱) حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (۲) حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور (۳) حافظ مولوی کفایت حسین پشاوری۔ یہ بات مسلّم ہے کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرض محال تین اشخاص حافظ ہوں بھی تو بحکم "النادر کالمعدوم" اہل سنت کے دعویٰ کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضل خدا اہل سنت والجماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی صرف تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ (جھوٹ) ہے۔ کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ چکوال کے

جلسے میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا کہ میدان میں نکل کر اہلسنت والجماعت کے مقابلے میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہلسنت سے مناظرہ کے لئے بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کو لا رطبُ ولا یابسُ غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کر فوراً منبر سے اتر کر بھاگ گیا۔

## ایک دلچسپ نظم

پڑھو صلوٰۃ سب مومن رسول اللہ آتے ہیں
ہزاروں رحمتیں اور سینکڑوں برکات لاتے ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ حیدرؓ بھی ہیں اردل میں
اور ان کے ساتھ سب اصحابؓ بھی جلوہ دکھاتے ہیں

حسینؓ ابن علیؓ کی تیغ براں کو ذرا دیکھو
کہ ایک ضرب میں ہو کافر کے سر تن سے اڑاتے ہیں

شمر کافر کو سب حسب نسب اپنا بتلاتے ہیں
اور اس مردود کو نار جہنم سے ڈراتے ہیں

وہ کہتا ہے کہ سب سچ ہے مگر میں کیا کروں حضرت
حکومت سے مجھے پیہم یہی پیغام آتے ہیں

امام پاک اگر منظور کر لیں میری بیعت کو
بہت کچھ دنیوی اعزاز ہم ان کو دلاتے ہیں

وگرنہ قتل کر دو کچھ کو ان سے سخت خطرہ ہے
حکومت کو کوئی دم میں تہ و بالا کراتے ہیں

کہا حضرت نے حاضر ہوں شہادت کے لئے لیکن
نوافل مجھ کو پڑھنے دو جو آخر کام آتے ہیں

نمازی ہو کے حاضر ہوں میں دربار رسالت میں
کہ نانا جی مجھے دربار میں اپنے بلاتے ہیں

سبق بتلا گئے یہی حضرت اپنے محبوں کو
کہ میرے دوست دنیا سے نمازی ہو کے جاتے ہیں

محبت کا جو شیعہ دعویٰ کرتے ہیں یہ جھوٹا ہے
نماز پنجگانہ سے جو اکثر جی چراتے ہیں۔

عموماً شیعہ ہیں محروم جمعہ اور جماعت سے
امام مسلمین کو پھر روافض کیسے بھاتے ہیں

سعادت یہ ملی درگاہ حق سے اہلسنت کو
جو جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر ہو ہی جاتے ہیں

نماز پنجگانہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے
فرائض اور نوافل کو شعار اپنا بناتے ہیں

بکثرت اہل سنت تو نمازی پکے ہوتے ہیں
دلاؔ اس واسطے روزانہ یہ مسجد کو جاتے ہیں

مگر حضراتِ شیعہ بھنگ دارے میں رگڑتے ہیں / نشے سے ہو کے پھر بدمست بیٹھے بڑبڑاتے ہیں

تبرّہ اور لعنت رات دن ان کا وظیفہ ہے / نمازوں کی بجا کار ثواب اس کو بتاتے ہیں

برا کہتے ہیں ازواجِ نبیؐ اور صحابہؓ کو / ٹھکانا اپنا درکاتِ جہنّم میں بناتے ہیں

بکثرت اہلسنّت حافظ قرآن ہوتے ہیں / ہر اک رمضان میں جا کر مساجد میں سناتے ہیں

مگر چھینی گئی یہ نعمتِ عظمیٰ روافض سے / کہ اس نعمت سے وہ ہرگز کبھی بہرہ نہ پاتے ہیں

ہزاروں مرتبہ یہ ہو چکی ہے آزمائش بھی / یہ بیچارے ہر اک میدان میں ذلت اٹھاتے ہیں

اگر شیعہ کوئی حافظ ہے تو میدان میں آئے / نقود و پنجصد انعام ہم اس کو دلاتے ہیں

قیامت تک رہے گا معجزہ قائم یہ قرآں کا
دبیر اس معجزہ کو پھر روافض کیوں چھپاتے ہیں

# تقریظ کتاب

(از جناب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب رئیس تلہ گنگ ضلع اٹک)

وہی اسلام دنیا جس نے غفلت سے جگادی ہے / کہ بس لبیک اک عالم سے اٹھتے ہی کرادی ہے

وہی دین خدا بنیاد رکھی جس کی احمدؐ نے / بلندی جس کی خود عرش معلّی سے ملادی ہے

سلاطیں نے اٹھایا سر مگر خود ہٹ گئے آخر / حقانیت صداقت جملہ عالم سے منادی ہے

مسلماں نام رکھ کر ابن صبا نے دام پھیلایا / رواج رفض دیکر اس کی جڑ بن سے ہلادی ہے

منافق نے ریا دھوکہ عجب جاہل مسلماں کو / نفاق باہمی کی آگ گھر گھر میں لگادی ہے

بنایا رفض نے آزاد اللہ سے بھی جاہل کو / بڑائے شانِ علم الغیب بالکل ہی مٹادی ہے

علیؓ کا حق چھپایا ڈر کے سہ اشخاص امت سے / پیغمبر نے حق تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے

کیا انکار قرآں سے مسلمانی کا دعوے ہے / روافض نے تو دیوار مسلمانی گرادی ہے

لقب دیکر جنہیں خائن بنایا شاہ حیدرؓ کو / شجاعتِ فاتح خیبر پہ اک خنجر چلادی ہے

نبی کی بیبیاں ہیں امہات المؤمنین یارو / برا کہتے ہیں ان کو کیسے شیطاں نے دغا دی ہے

بتایا اس اُلّٰہ دنیا کی ادنیٰ چیز کی خاطر — بتولِ پاک کی وہ شان استغنا گنوادی ہے
غرض کچھ اسطرح پھیلی ہے یہ طاعون دنیا ہیں — مسلمانوں کے ہر گھر میں قیامت ہی بچادی ہے
بہت علماء و فضلاء نے کئے حیلے رکاوٹ کے — مرض بڑھتا گیا جوں جوں اطبا نے دوا دی ہے
کوئی دن خاک مُنہ میں سیف مسلولؔ نے ڈالی تھی — مرورِ دہر نے وہ فریب کاری اب بھلادی ہے
پڑا تھا تازیانہؔ سر پہ عبرت کا روافض کو — مگر اب بھول کر وہ مار پھر آندھی مچادی ہے
دبیرِ غازیؒ الاسلام پر فضل خدائی ہے — لکھی ردّ روافض سیف سُنّی کو بنادی ہے
مخالف نام سن کر لرزہ براندام ہیں سارے — دلوں پران کے دہشت حق نے کچھ ایسی بٹھادی ہے
کتاب لاجواب ایسی نہ دیکھی اور سنی پہلے — کہ ہستی مذہب باطل کی مٹی میں ملادی ہے
لکھوں تعریف گراس کی مری طاقت سے باہر ہے — حقیقت رفض کی تصویر تفصیلاً بتادی ہے
ضرورت جس کہ ہے مذہب کی باڈر ہے قیامت کا — سو اس کی جان دوزخ سے بفضل اللہ چھڑادی ہے
مصنف اس کا عالم شہرۂ آفاق فاضل ہے — کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح اسکو دلادی ہے

خدا ہر دو جہاں میں اجر دے اس جانفشانی کا
حبیبؔ ناتواں نے یہ مؤلف کو دعا دی ہے

## قصیدہ تاریخیہ

(از جناب ابو الفخر مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ہمشیرزادہ حضرت مصنفؒ)

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے — عجب دھوم دنیا میں اس کی مچی ہے
عبارت ہے شستہ مضامین اعلیٰ — دلائل زبردست حجت قوی ہے
ہر اک ورق گویا کہ ورق طلا ہے — ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے
ہے اثبات دعویٰ ز قرآن و سنت — تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے
روایات کافی کلینی ہیں اس میں — کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے
ہوئے درج نہج البلاغت کے خطبے — جو مقبول قول جناب علیؓ ہے

---

۱؎ سیف مسلول کی طرف اشارہ ہے جو حضرت مؤلف نے اک سے قبل تصنیف کر کے شائع کی اور اس کے جواب سے شیعہ آج تک عاجز ہیں۔ ۲؎ تازیانہ سنت کی طرف اشارہ ہے جو جناب مؤلف کی دوسری لاجواب تصنیف ہے

عبارات تہذیب و لایحضر[1] جس میں
لکھی ہیں علل[2] کی سند بھی لکھی ہے

حیات القلوب اور جلاء العیون سے
مسائل کے شیعہ کی تشریح لکھی ہے

کہیں پر ہیں حق الیقیں کے حوالے
کہیں نقل از حملۂ حیدری ہے

اسی قسم کی مستند ہیں کتابیں
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے

لکھے ہیں بہت ایسے رنگیں مسائل
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے

مسائل کے شیعہ کے کیا کہنا یارو
کہ حیرت میں مخلوق سن کر پڑی ہے

نہ قرآن پر ہے روافض کا ایماں
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے

وہ کہتے ہیں اصلی یہ قرآں نہیں ہے
بہت کچھ ہوا اس میں بیشی کمی ہے

بغل میں ہے مہدی کے شیعہ کا قرآں
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تہی ہے

تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے

ہے بچا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
کہے سچ جو ایماں نہ اس میں ذری ہے

جو آئیں گے حضرت تو لائیں گے قرآں
کتاب خدا غار میں جا دھری ہے

ہیں نو حصے دیں کے تقیہ میں مضمر!
سند بس تقیہ ہی ایمان کی ہے

جو حق کو چھپائے نہ ملے اس کو عزت
جو ظاہر کرے اس کو ذلت بڑی ہے

ائمہ کی عمریں تقیہ میں گزریں
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے

ہر اک کو الگ مسئلہ تھے بتاتے
کہ یہ امر ہی باعث زندگی ہے

ائمہ پہ بہتان ہیں یہ سراسر
کہ حق گوئی وصف نبی و ولی ہے

نہ بولیں کبھی جھوٹ گر جان جائے
کہ سچ بولنا کار ہر متقی ہے

عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ
وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے

کرے مرد اور زن جو اک بار متعہ
تو جنت کی راہ اس پر سیدھی کھلی ہے

ملے اک متعہ سے درجہ حسین رضؓ
دوبارہ فضیلت حسن رضؓ کی ملی ہے

جو سہ بار متعہ کرے وہ علی رضؓ ہے
کرے چار پورے تو خاصا نبی ہے۔

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ [2] علل الشرائع

کریں مرد و زن جب کہ غسل جنابت — فرشتے ہوں ستر جو بوند اک پڑی ہے
قیامت تلک کرتے تسبیح ہیں وہ — ثواب اہل متعہ کو ملتا سبھی ہے
نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں — زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے
گواہ کی ضرورت نہ خطبے کی حاجت — فقط مٹھی بھر غلہ ہی مکتفی ہے
کرے مرد ستر سے اک دن میں متعہ — مجاز اس کی بے شک زن رافضی ہے
اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل — رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے
غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے — کہ رفض اور بدعت کی ہستی مٹی ہے
پڑی شیعی دنیا میں ہلچل ہے اس سے — روافض کے ہاں صف ماتم بچھی ہے
مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں — فضیلت کی مخلوق قائل سبھی ہے
وہ ہیں شیر اسلام اک مرد غازی — کہ سن نام دشمن کی جاں کانپتی ہے
ہے شیعی، وہابی کی جرأت بھلا کیا — یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
جو میدان میں میرزا جی تھے ہارے — قیامت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
ثناء اللہ دربار ہارے ہیں ایسے — کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
جو احمد علی کندیاں میں تھا ہارا — تو لاہور میں کانپتا جاڑی کی ہے
غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی — کہ سنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
رہیں یا الٰہی سلامت ہمیشہ — یہ اسلامیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
مبارک نیا تحفہ ہو سنیوں کو! — یہ اک شمس یا بدر یا مشتری ہے
کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں — نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
درم چند دے کر خرید و یہ موتی — کہ بس فائدے کی یہ سوداگری ہے
تدبر کیا سال تصنیف میں جب — ندا فیض نے غیب سے یوں سنی ہے

لکھو بے سر باک مصرعہ یہ سالم
کہ شیعہ کے گھر صف ماتم بچھی ہے
۱۳۴۴ھ

# طلوعِ آفتابِ ہدایت

کسی کو نہیں اب گلہ و شکایت
طلوع جب ہوا آفتابِ ہدایت

از چوہدری نثار اللہ صاحب بسمل ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈوکیٹ (چکوال)

الحمد گمرہوں پہ کھلا نورِ حق کا باب
یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب

بدعت کے جنگلوں میں تھے بطال ہائے گم
چھایا غضب کا حق پہ تھا تاریک تر سحاب

آنکھیں گروہِ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں
چھنتا سحاب سے کہیں دیکھا جو ماہتاب

مدت سے مٹ چکی حق باطل میں تھی تمیز
ان کے لئے تھے ایک صدف اور دُرِ ناب

تھی اک فریبِ اشک باغوشِ چشم نم
تھا اک طلسم ہوش رُبا آہِ سینہ تاب

حق سے عزا تھی اصل میں جس کا عزا تھا نام
دھوکہ تھا اک محبتِ اولادِ بوتراب

سازش تھی دشمنانِ رسولِ انام کی
اسلام کی جہان میں مٹی کریں خراب

شبیرؑ خدا کے عشق و محبت کو چن لیا
جس جام پر سرورِ سرمست تھے شیخ و شباب

سوچا نہ کچھ بھی شیفتگانِ حسینؑ نے
اعدائے دیں کے ہو لئے مستی میں ہمرکاب

تعمیر اپنے خون سے شبیرؑ نے جو کی
دینے لگے وہ اس ہی عمارت کو نہیں آب

اس پر غضب کہ سمجھے یہی ہے رہِ رشد
تاکید جس پہ چلنے کی تھے کر گئے جناب

پوچھے تو ان سے کوئی کہ لائے بھی تھے کبھی
لب پر حسینؓ شکوۂ صدیقؓ یا خطابؓ

عثمانؓ کب نہ تھے انہیں مثلِ علیؓ عزیز
کب احترامِ عائشہؓ سے ان کو اجتناب

کب تھا عقیدہ ابنِ علیؓ کا کہو کہ تھے
نانا نہ ان کے وحی کے معنی سے بہرہ یاب

کب مرتبہ میں شیرِ خدا کو کہا کہ ہے
ہم پایۂ حبیبؐ خداوندِ ذوالعقاب

وہ ناظرہ کی آنکھ کے تارے رہے مدام
مسرور از شرابِ ثنا خوانیٔ صحاب

میٹھی چھری تھی شیعہ و سنی کا تفرقہ
اعدائے دیں کا جس نے جگر کر دیا کباب

افسوس عاشقانِ علیؓ بے خبر رہے
مستور اصل میں تھی قبا ہی پسِ حجاب

عاشق تھے کور، کور دماغوں نے کر دیا
رسمِ عزا سے کور تریں دیدۂ پرآب

وہ گم ظلامِ زلفِ امامت میں ہو گئے
ان کے جگر دل سے آئے نکل تھی یہ کس کی تاب

کرنے لگے وہ یاس میں بھر سینہ کو بیاں
دشمن کو ایک نوید تھی آواز داب داب

حق تھا جنہیں پہ ندوہ کرتے تھے آہ آہ
صد حیف صد دریغ کہ اعدا ہیں کامیاب

لب پر دعا تھی سوزِ جگر سے یہ ہر گھڑی
دکھلا دے گمرہوں کو الٰہی رہِ صواب

آئی ندائے غیب و نوید سُرورِ خیر
اے حق پرست تیری دعا ہے یہ مستجاب

دیکھ آسماں سے نور کا دریا اُمنڈ پڑا
شب تاب فی ماہ تاب، حسن تاب، شیشہ تاب

تھی دیر سے جو چہرۂ حق پر پڑی ہوئی
الٹی ہے آفتاب حقیقت نے وہ نقاب

چشم بشر نے دیکھ لیا نور حق کا منہ
سیپی نہیں ہے کہتے ہیں جس کو رخِ حجاب

ساقی کی چشم مست نے غمزہ سے کہہ دیا
رندو! یہ ہے خلاب وہ یا تو تب ہے مذاب

رشد اور بغی میں ہوئی آخر عیاں تمیز
راہ عذاب یہ ہے تو وہ ہے رہِ ثواب

فعل پیغمبر اور ہے بدعت ہے اور چیز
ہوتے نہیں ہیں ایک پلاس اور کمخواب

رسم عزا کا دہر سے مٹنے کو نار ہے
ہنگامہ خیز ہیں نغمات دف و رباب

ناقص ہے چشم شپرہ کیا دیکھتی نہیں
ہستی پر آفتاب کی حجت ہے آفتاب

دیکھا جو جلوہ حق کا جناب دبیر نے
اس کا ہے آفتاب ہدایت لب لباب

فیض علوم باطن و ظاہر سے کر دیئے
باہم یہ دیدہ زیب ورقہائے مستطاب

فکر بلند اور مضامین شائستگان سے
حق بیں کو دل پسند ہے بیحد و حساب

حق جو و حق پرست کو ان کا مطالعہ
بہتر ز سیر ملک پشنگ و فراسیاب

رندانِ لم یزل کے لیے جام جاں فروز
خوبان حسن کے لیے خود حسن کا شباب

ہے فلسفی کے واسطے اک کان فلسفہ
اور منطقی کے واسطے برہان لاجواب

صد مرحبا دبیر حق آگاہ و حق پرست
روشن تر آفتاب سے تم نے لکھی کتاب

بسمل کی ہے دعا کہ توفیق کردگار
پھل لائے حسب نیت دہقان کشت آب

چالیس شعر جانیے چہلم عزا کا ہے
صد شکر بند اب سے ہوا بدعتوں کا باب

# تمت بالخیر

دامن پریس لاہور

# تقریظ (طبع ششم)

از قلم فاضل محقق حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر مصنف گلدستہ توحید
تبرید النواظر، راہ سنت، مقام امام ابوحنیفہؒ طائفہ منصورہ وغیرہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد! تمام ادیان اور مذاہب میں جو مقام اور شان دین اسلام کو حاصل ہے اور کسی دین کو حاصل نہیں ہے، اور یہ خدا تعالیٰ کا آخری اور مکمل دین سراسر رحمت خداوندی ہے۔ یہ دین حق حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کو دیتے وقت یہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی ان کی اصولی اور بنیادی چیزوں کی حفاظت سب سے پہلے جن حضرات نے کی ہے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہی کافر و منافق مرتد و بے ایمان ثابت ہوں معاذ اللہ تو پھر قرآن کریم پر کیا اعتبار؟ اور حدیث پر کیا اعتماد؟ پھر کیا معلوم ان میں کچھ رد و بدل اور حک و اضافہ ہو چکا اور کر دیا ہوگا؟ الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت قرآن و حدیث اور ان اولین محافظین کو ان کے اپنے مقام پر رکھتے اور سمجھتے ہیں جن میں ازواج مطہراتؓ اور اہل بیتؓ سبھی حضرات شامل ہیں۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم، مگر شیعہ اور اہل رفض اس کے خلاف کچھ کہتے ہیں۔ کتاب پیش نظر "آفتاب ہدایت" جو مناظر اسلام حضرت مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر مرحوم کی تصنیف ہے اپنے انوکھے طرز بیان، ٹھوس استدلال، مسکت و منصفانہ جوابات اور عمدہ تشریح کی وجہ سے اپنے باب میں اردو زبان کے اندر لاجواب کتاب ہے۔ تمام اہل سنت حضرات کے لئے بالعموم اور علماء کرام اور طلباء عظام کے لئے بالخصوص یہ بہت ہی مفید اور کارآمد ہے اور

اس کی نشر و اشاعت خالص دینی خدمت ہے۔ اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مؤلف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف مرحوم اور ان کے لائق فرزند اور متوسلین حضرات کے لیے زاد آخرت اور عام مسلمانوں کے لیے تازگی ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین!

۹ رجب ۱۳۸۱ھ، ۱۸ دسمبر ۱۹۶۱ء احقر ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ
یوم الاثنین بعد از نماز ظہر و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم متصل گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

---

# خدّام اہلسنّت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدّام اہلسنّت پاکستان

خدایا اہل سنّت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

ترے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسُول اللہ کی سُنّت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاءؒ کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا رُوم و ایراں کو تہ و بالا

تری نصرت سے ہم پھر پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

ترے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدّام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسُولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تری رہ میں ہر اک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تری توفیق سے ہم اہل سنّت کے رہیں خادم
ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایُوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تری رضواں

خلافتِ راشدہ　　　　یا اللہ مدد　　　　حق چار یار

مسئلہ خلافت و امامت پر محققانہ اور لاجواب کتاب

# مطرقۃ الکرامۃ

علیٰ

# مرآۃ الامامۃ

تصنیفِ لطیف


شیخ المشائخ رئیس المحدثین سراج المناظرین، زبدۃ الفقہاء

## حضرت مولانا ابو ابراہیم خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف بذل المجہود شرح سنن ابی داود (عربی)


مقدمہ از قلم الحاج حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم چکوال
مرکزی امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جو تقریباً ایک صدی کے بعد پہلی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت ۱۸/۰۰ روپے


ملنے کے پتے

(۱) سُنّی دار الاشاعت جامع مسجد نوابدین کریم آباد وحدت روڈ۔ لاہور۔

(۲) نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ۔ اُردو بازار لاہور۔

(۳) مکتبہ عثمانیہ، مدرسہ حنفیہ اشرف العلوم، ہرنولی ضلع میانوالی۔